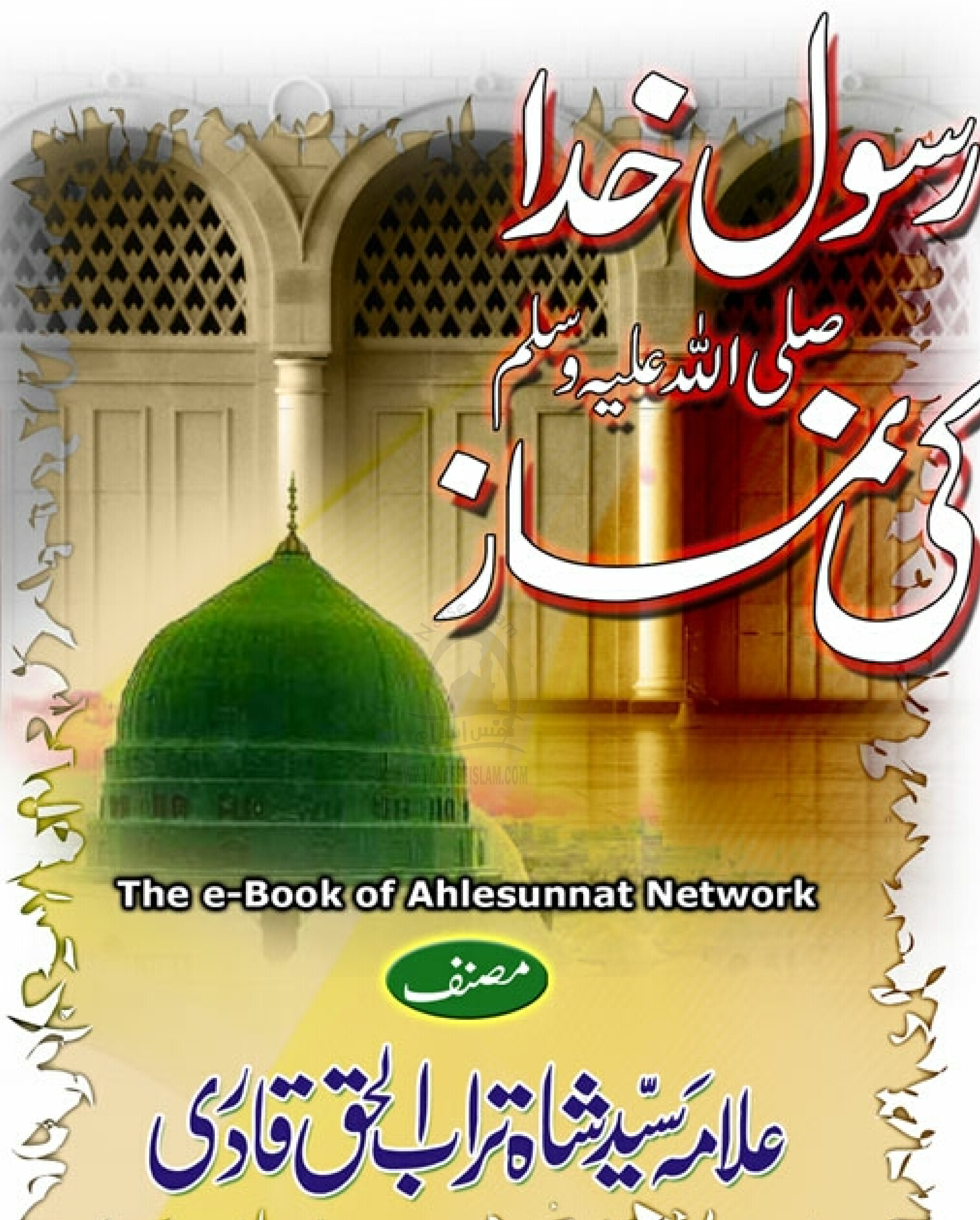

رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم
کی نماز
The e-Book of Ahlesunnat Network
مصنف
علامہ سیّد شاہ تراب الحق قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم
والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

رفع یدین، قرآن کی روشنی میں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ O الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ O

''بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے، جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں''۔ (المؤمنون: ۱، ۲)

اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں،

مُخْبِتُوْنَ مُتَوَاضِعُوْنَ لَایَلْتَفِتُوْنَ یَمِیْناً وَّلَا شِمَالاً وَّلَا یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَھُمْ فِی الصَّلَاۃِ۔

یعنی وہ ایمان والے فلاح پاگئے جو خشوع اور عاجزی کرتے ہیں، نماز میں دائیں بائیں نہیں دیکھتے اور نہ ہی رفع یدین کرتے ہیں۔ (تفسیر ابن عباس)

نامور محدث وفقیہ امام نصر بن محمد ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا، خاشعون الذین لا یرفعون ایدیھم فی الصلوٰۃ الا فی التکبیرۃ الاولیٰ۔ عاجزی کرنے والے وہ ہیں جو نماز میں رفع یدین نہیں کرتے سوائے تکبیرِ اُولیٰ کے۔ (تفسیر سمرقندی ج ۲: ۴۷۳)

رب تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ہے، کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُو الصَّلٰوۃ۔

یعنی ''تم اپنے ہاتھوں کو روکو اور نماز قائم رکھو''۔ (النساء: ۷۷)

بعض علماء کے نزدیک یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ شروع نماز کی تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں تکبیریں کہتے وقت کہیں بھی رفع یدین نہ کیا جائے۔

(زجاجۃ المصابیح باب صفۃ الصلوۃ)

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ اور کثیر فقہاء ومحدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف نماز شروع کرتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھائے جائیں پھر نماز کے دوران کہیں ہاتھ نہ اٹھائے جائیں یعنی رفع یدین نہ کیا جائے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ نماز کی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرنے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اس کے علاوہ عام نمازوں میں رکوع اور سجود کے وقت رفع یدین کرنا ابتدائے اسلام میں تھا بعد میں منسوخ ہوگیا، اس لئے ایسی متعدد احادیث ملیں گی جن میں صحابہ کرام کے رفع یدین کرنے کا ذکر ہے۔ بعد میں چونکہ رفع یدین منسوخ فرمادیا گیا لہٰذا ایسی صحیح احادیث بھی موجود ہیں جن میں رفع یدین نہ کرنے کا ذکر ہے۔

رفع یدین، حدیث کی روشنی میں:

پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نماز میں کن مواقع پر رفع یدین ثابت ہے۔

1- عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیہ عند کل تکبیرۃ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ باب رفع الیدین اذا رکع والخ)

2- عن ابی ھریرۃ انہ قال کان رسول اللہ ﷺ اذا کبر للصلوۃ جعل یدیہ حذو منکبیہ واذا رکع فعل مثل ذلک واذا رفع للسجود فعل مثل ذلک واذا قام من الرکعتین فعل مثل ذلک۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آقا ومولیٰ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے جب آپ نماز شروع کرتے، اور جب آپ رکوع کرتے، اور جب آپ سجدوں کے لیے اٹھتے، اور جب آپ دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تو بھی ایسا ہی کرتے۔ (سنن ابوداؤد باب افتتاح الصلوۃ، سنن ابن

ماجہ)

3- عن انس ان النبی ﷺ کان یرفع یدیہ فی الرکوع والسجود۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ رکوع اور سجدوں میں رفع یدین فرماتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ باب من کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ)

اس حدیث کے متعلق غیر مقلد محقق احمد شاکر نے لکھا ہے، اس کی سند بہت زیادہ صحیح ہے۔(جامع ترمذی تحقیق وشرح احمد شاکر ج۲:۴۲ مطبوعہ بیروت)

4- عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان یرفع یدیہ عند التکبیر للرکوع وعند التکبیر حین یھوی ساجداً۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ رکوع کے لیے تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے اور سجدوں کے لیے تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے۔

(المعجم الاوسط للطبرانی ج۱:۳۹)

امام ہیثمی رحمہ اللہ نے فرمایا، مذکورہ بالا دونوں حدیثوں کی اسناد صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد باب رفع الیدین فی الصلوۃ)

5- ان رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح الصلوۃ واذا کبر للرکوع واذا رفع راسہ من الرکوع رفعھما کذلک ایضا وقال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد وکان لا یفعل ذلک فی السجود۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز کے شروع میں، رکوع کے لیے تکبیر کہتے وقت اور رکوع سے سر اٹھا کر کندھوں تک رفع یدین کرتے اور فرماتے، سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا ولک الحمد۔ البتہ سجدوں میں ایسا نہ کرتے۔

(صحیح بخاری باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولیٰ)

6- عن علی بن ابی طالب قال کان النبی ﷺ اذا قام الی الصلوۃ المکتوبۃ کبر ورفع یدیہ حتی یکونا حذو منکبیہ واذا اراد ان یرکع فعل مثل ذلک واذا رفع راسہ من الرکوع فعل مثل ذلک واذا قام من السجدتین فعل مثل ذلک۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ فرض نماز کے شروع میں تکبیر کے وقت، رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت اور دونوں سجدوں سے اٹھتے وقت بھی کندھوں تک رفع یدین کرتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ باب رفع الیدین اذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع)

7- عن انس ان رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیہ اذا دخل فی الصلوۃ واذا رکع۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ جب نماز شروع فرماتے اور جب رکوع میں جاتے تو رفع یدین کرتے۔(ابن ماجہ باب رفع الیدین اذا رکع)

8- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے پھر بائیں ہاتھ کو دائیں سے پکڑا اور کپڑے میں داخل کر لیا۔

راوی کہتے ہیں، فاذا اراد ان یرکع اخرج یدیہ ثم رفعھما واذا اراد ان یرفع راسہ من الرکوع رفع یدیہ ثم سجد ووضع وجھہ بین کفیہ واذا رفع راسہ من السجود ایضاً رفع یدیہ حتی فرغ من صلاتہ قال محمد فذکرت ذلک للحسن بن ابی الحسن فقال ھی صلوۃ رسول اللہ ﷺ فعلہ من فعلہ وترکہ من ترکہ۔

رکوع کے وقت ہاتھ نکال کر اٹھاتے، رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کرتے، پھر سجدہ کرتے تو اپنا مبارک چہرہ ہتھیلیوں کے درمیان رکھتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت بھی رفع یدین کرتے۔ جب اس کا ذکر حضرت حسن بن ابوالحسن سے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ کی نماز یہی

ہے۔کرنے والوں نے ایسا کیا اور چھوڑنے والوں نے اسے چھوڑ دیا۔(ابوداؤد باب رفع الیدین، ملخصاً)

مذکورہ احادیث مبارکہ سے مندرجہ ذیل مواقع پر رفع یدین ثابت ہوا۔

1۔تکبیر تحریمہ کے وقت، 2۔رکوع میں جاتے وقت، 3۔رکوع سے کھڑے ہوکر، 4۔سجدے میں جاتے وقت، 5۔سجدہ سے سر اٹھاکر، 6۔دوسرے سجدے میں جاتے وقت، 7۔دوسرے سجدے سے سر اٹھاکر، 8۔تیسری رکعت کے شروع میں۔

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین پر سب کا اتفاق ہے۔امام اعظم اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک دیگر مواقع پر رفع یدین منسوخ ہے۔امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کا اس فروعی مسئلہ میں اختلاف ہے۔انکے مقلدین پر انکی تقلید واجب ہے۔

رفع یدین منسوخ ہے:

ہمیں غیر مقلدین پر حیرت ہے جو رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد کے رفع یدین پر تو بہت زور دیتے ہیں مگر صحیح احادیث سے ثابت شدہ سجدوں کے رفع یدین پر عمل نہیں کرتے۔جب پوچھا جائے تو جواب ملتا ہے، ''یہ رفع یدین اب منسوخ ہو چکے ہیں''۔ہم کہتے ہیں کہ جب نماز میں چار جگہ رفع یدین منسوخ مانا جاسکتا ہے تو صحیح احادیث کی بناء پر مزید تین جگہ منسوخ کیوں نہیں مانا جاسکتا۔

جدید غیر مقلدین نے سجدوں میں رفع یدین کو منسوخ کہنے سے بچنے کے لئے یہ حیلہ گھڑا ہے کہ ''ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ رفع یدین منسوخ ہے بلکہ ہم اس لئے نہیں کرتے کہ نبی کریم ﷺ سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے''۔(نور العینین: ۵۰ از زبیر علیزئی)

مذکورہ احادیث نمبر 1، 3 اور 4 دوبارہ پڑھیے اور کہیے، لعنة الله علی الکاذبین۔

اتمام حجت کیلئے امام نسائی اور امام بخاری سے مروی دو احادیث مزید ملاحظہ کیجئے جو سجدوں کے رفع یدین کا واضح ثبوت ہیں۔امام بخاری کے رسالے جزء رفع الیدین سے سجدوں کے رفع یدین پر مرفوع احادیث و آثار آئندہ صفحات میں تحریر ہونگے۔

9- عن مالک بن الحویرث انه رأی النبی ﷺ رفع یدیه فی صلوته اذا رکع و اذا رفع راسه من الرکوع و اذا سجد و اذا رفع راسه من السجود حتی یحاذی بهما فروع اذنیه۔(سنن نسائی باب رفع الیدین للسجود)

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنے ہاتھ اٹھائے، جب آپ نے رکوع کیا، اور جب رکوع سے سر اٹھایا، اور جب آپ نے سجدہ کیا، اور جب آپ نے سجدوں سے سر اٹھایا یہانتک کہ آپ نے اپنے ہاتھوں کو کانوں کے اوپری حصے کے برابر کیا۔

10- عن یحییٰ ابن ابی اسحاق قال رأیت انس ابن مالک یرفع یدیه بین السجدتین۔

حضرت یحییٰ بن ابی اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو سجدوں کے درمیان اٹھاتے تھے۔

(جزء رفع الیدین للبخاری: ۱۰۵، مصنف ابن ابی شیبہ باب فی رفع الیدین بین السجدتین)

مقامِ غور ہے کہ امام بخاری و امام مسلم کے استاد امام ابن ابی شیبہ نے پورے باب کا عنوان ہی ''سجدوں کے درمیان رفع یدین'' رکھا اور اس میں پانچ حدیثیں روایت کیں جن میں سجدوں کے درمیان رفع یدین ثابت کیا۔یہ سب حدیثیں صحیح ہیں اور انکے راوی صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

11- عن نافع عن ابن عمر انه کان یرفع یدیه اذا رفع راسهٗ من السجدة الاولیٰ۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رفع یدین کرتے تھے جب پہلے سجدے سے سر اٹھاتے تھے۔

12- عن ایوب قال رأیت نافعاً و طاؤساً یرفعان ایدیهما بین السجدتین۔

حضرت ایوب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت نافع اور حضرت طاؤس کو دیکھا، وہ دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔

13- عن اشعث عن الحسن و ابن سیرین انهما کانا یرفعان ایدیهما بین السجدتین۔

حضرت اشعث رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بصری اور حضرت ابن سیرین دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔

مذکورہ بالا صحیح الاسناد احادیث سے اور امام بخاری رحمہ اللہ کی جزء رفع الیدین سے ثابت ہونے کے باوجود اگر غیر مقلدین سجدوں کے رفع یدین پر عمل نہیں کرتے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ان احادیث کو وہ بھی منسوخ مانتے ہیں۔

اب رفع یدین کے منسوخ ہونے سے متعلق رسول کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں اور ساتھ ہی صاحبِ کتاب، محدث کا مختصر تعارف بھی۔

تعارف امام بخاری:

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ ۱۹۴ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے۔آپ نے اپنی ذہانت اور بےمثل حافظہ کے باعث سولہ سال کی عمر میں عبداللہ بن مبارک، وکیع بن الجراح اور دیگر اصحاب امام اعظم ابوحنیفہ کی کتب کو یاد کر لیا تھا اور آخر عمر میں تین لاکھ احادیث کے حافظ ہو چکے تھے۔امام بخاری شافعی مذہب کے مقلد تھے۔حافظ ابو عاصم نے اور امام تاج الدین سبکی نے انہیں طبقات شافعیہ میں شمار کیا۔غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی انکا شمار ائمہ شافعیہ میں کیا ہے۔(ابجد العلوم:۸۱۱)

حفظ وضبط میں امام بخاری کا کوئی ثانی نہ تھا۔امام بخاری کے استاد ابو مصعب بن ابوبکر نے کہا، امام بخاری حدیث میں امام احمد بن حنبل سے زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔

آپ کے استاد امام احمد بن حنبل نے فرمایا، ارض خراسان نے امام بخاری جیسا کوئی دوسرا پیدا نہ کیا۔امام مسلم نے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ امام بخاری جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے۔امام ترمذی نے کہا، میں نے اسانید اور علل کے علم میں امام بخاری سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔امام بخاری سے علمِ حدیث حاصل کرنے والوں میں امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن خزیمہ شامل ہیں۔رحمہم اللہ تعالیٰ

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں کسی حدیث کو لکھنے سے پہلے غسل کر کے دو نفل پڑھتے پھر اس حدیث کی صحت کے متعلق استخارہ کرتے۔اسی لئے رب کریم نے صحیح بخاری کو بے پناہ مقبولیت عطا فرمائی ہے۔۲۵۶ھ میں آپ کا وصال ہوگیا۔

صحیح بخاری کو 'اصح الکتب بعد کتاب اللہ' کہا جاتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کی دوسری کتابوں کی بنسبت اس میں زیادہ صحیح حدیثیں ہیں، ضعیف حدیثیں کم ہیں نیز اس کی حدیثیں صحت کی قوت میں بنسبت دوسری کتابوں کے زائد ہیں۔

اصح الکتب کا یہ مطلب لینا کہ بخاری میں جو کچھ ہے خواہ حدیث نہ ہو، امام بخاری کا قول، ان کی تحقیق ہو، سب حق ہے، یہ 'اصح کتب' کے معنی کی تحریف ہے۔جس نے بھی بخاری کو 'اصح کتب' کہا، وہ صرف احادیث کے اعتبار سے کہا، امام بخاری کے فرمودات کو اس میں کسی نے داخل نہیں کیا۔(مقدمہ نزہۃ القاری:۱۴۴)

امام بخاری، رسولِ خدا ﷺ کی نماز کا طریقہ روایت کرتے ہیں،

14- عن محمد بن عمرو بن عطاء انه كان جالساً مع نفر من اصحاب النبی ﷺ فذكرنا صلوة النبی ﷺ فقال ابوحميد ن الساعدی انا كنت احفظكم لصلوة رسول الله ﷺ رأيته اذا كبر جعل يديه حذومنكبيه واذا ركع امكن يديه من ركبتيه ثم هصر ظهره فاذا رفع راسه استوى حتى يعود كل فقار مكانه واذا سجد وضع يديه غير مفترش ولا قابضهما واستقبل باطراف اصابع رجليه القبلة فاذا جلس فی الركعتين جلس علی رجله اليسرى ونصب اليمنى فاذا جلس فی الركعة الاخرة قدم رجله اليسرى ونصب الاخرى وقعد علیٰ مقعدته.

محمد بن عمرو بن عطاء روایت کرتے ہیں، میں رسول کریم ﷺ کے بعض صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ہم نے رسولِ خدا ﷺ کی نماز کا ذکر کیا تو حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، میں تم سب سے زیادہ آقا و مولیٰ ﷺ کی نماز کو جانتا ہوں۔میں نے دیکھا کہ آپ جب تکبیر کہتے تو دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے، جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے اور کمر کو برابر کرتے پھر رکوع سے سر مبارک اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے یہانتک کہ ہر عضو اپنی جگہ آجاتا۔

پھر آپ ﷺ سجدہ کرتے تو ہاتھوں کو زمین پر بچھائے بغیر رکھتے اور ان کو پہلوؤں سے نہ ملاتے اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رو رکھتے۔آپ جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا کر لیتے اور سرین کے بل بیٹھتے۔

(صحیح بخاری باب سنۃ الجلوس فی التشھد)

اس حدیث میں حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے رسول خدا ﷺ کی نماز کا طریقہ بتایا اور اس میں صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کا ذکر کیا۔ اسکے بعد رکوع کی کیفیت بیان کی تو ہاتھ گھٹنوں پر رکھنے اور کمر سیدھی کرنے کا ذکر کیا مگر رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔
اسی طرح رکوع سے سیدھے کھڑے ہو کر سجدے میں جانے کا ذکر کیا لیکن رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں کیا اور کسی صحابی نے اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں کیا کہ تم نے رکوع کی رفع یدین کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ پس صحیح بخاری کی اس حدیث سے ثابت ہو کہ صرف نماز کی ابتدا میں رفع یدین کرنا رسولِ خدا ﷺ کی نماز کا طریقہ ہے اس کے سوا رکوع وسجود کے رفع یدین منسوخ ہو چکے۔
حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث دیگر کتب میں بھی مروی ہے جن میں رکوع کے رفع یدین کا ذکر ہے لیکن ان کی اسناد و متن مجروح ومضطرب ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی روایت مکمل صحیح ہوتی تو امام بخاری اسے اپنی صحیح میں جگہ دیتے لیکن انہوں نے اس صحیح ترین روایت کو صحیح بخاری میں روایت کیا۔
اسی بناء پر جب حافظ ابن حجر نے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث سنن ابی داؤد کے حوالے سے بیان کی تو فرمایا، **اصله فی البخاری۔**
" اس کی اصل حدیث بخاری میں ہے"۔ اور بخاری کی حدیث میں رکوع سے قبل اور بعد والا رفع یدین نہیں ہے۔ (الدرایہ:۱۵۳) الحمدللہ حمداً کثیراً۔

تعارف امام مسلم بن الحجاج:

امام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ ۲۰۲ھ میں نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ آپ علم الحدیث میں جلیل القدر امام تھے۔ صحیح اور غیر صحیح حدیث کی پہچان میں اپنے زمانے کے اکثر محدثین پر فوقیت رکھتے تھے۔
بعض امور میں علماء نے انہیں امام بخاری پر بھی فوقیت دی ہے کیونکہ امام بخاری نے اہل شام کی اکثر روایات ان کی کتابوں سے حاصل کی ہیں، خود ان کے مؤلفین سے سماع نہیں کیا۔ اس لیے ان کے راویوں میں بسا اوقات امام بخاری سے لغزش ہو جاتی ہے کیونکہ ایک ہی راوی کا کبھی نام لیا جاتا ہے اور کبھی کنیت، لہٰذا امام بخاری انکو دو راوی خیال کر لیتے ہیں جبکہ امام مسلم نے براہ راست اہل شام کے محدثین سے حدیثیں سنی ہیں اس لئے انہیں اس قسم کا مغالطہ نہیں ہوتا۔ (بستان المحدثین: ۲۸۰)
جمہور علماء کے نزدیک صحتِ احادیث کے اعتبار سے صحیح بخاری کے بعد صحیح مسلم کا درجہ ہے لیکن مغرب کے بعض علماء نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے۔ امام نسائی نے کہا، صحیح مسلم، صحیح بخاری سے عمدہ ہے۔ ابوعلی حاکم نیشاپوری اور حافظ ابوبکر اسماعیلی کا بھی یہی قول ہے۔ (مقدمہ نووی)
بلاشبہ تدوین کی عمدگی اور وضع وترتیب کے حسن کے لحاظ سے اسے صحیح بخاری پر فوقیت حاصل ہے۔ امام مسلم نے امام احمد بن حنبل، امام بخاری اور امام یحیٰی بن یحیٰی وغیرہ سے اکتسابِ علم کیا۔ ۲۶۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث:

امام مسلم رحمہ اللہ، روایت کرتے ہیں،

15- حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة وابو کریب، قالا نا ابومعاویة عن الاعمش عن المسیب بن رافع، عن تمیم بن طرفة عن جابر بن سمرة قال خرج علینا رسول اللہ ﷺ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس، اسکنوا فی الصلوة۔ (صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ)

ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابو کریب نے ہم سے بیان کیا، دونوں نے کہا کہ ہم سے ابو معاویہ نے بیان کیا، انہوں نے اعمش سے روایت کیا، انہوں نے مسیب بن رافع سے، انہوں نے تمیم بن طرفہ سے، انہوں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا، ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو فرمایا، کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں اس طرح ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں جیسے وہ سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہیں۔ نماز سکون کے ساتھ ادا کرو۔

16- وحدثنی ابوسعید ن الاشج، قال نا وکیع ح۔

امام مسلم نے فرمایا، اور مجھ سے ابوسعید الاشج نے بیان کیا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا۔ ہم نے اس حدیث کی سند تبدیل کی۔ (صحیح مسلم باب ایضا)

17- وحدثنا اسحاق بن ابراهیم قال اخبرنا عیسیٰ بن یونس، قالا جمیعا حدثنا الاعمش بهذا الاسناد نحوهٗ۔

امام مسلم نے فرمایا، اور ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، وکیع اور عیسیٰ دونوں نے کہا، ہم سے اعمش رضی اللہ عنہ نے گذشتہ حدیث کی طرح حدیث بیان کی۔ (صحیح مسلم باب ایضا)

تعارف امام نسائی:

امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی رحمہ اللہ ۲۱۵ھ میں خراسان میں پیدا ہوئے۔ علمِ حدیث کے حصول کے لیے دور دراز شہروں کے سفر کیے۔ آپ کے اساتذہ میں قتیبہ بن سعید، اسحاق بن راہویہ، ہشام بن عمار، ابوکریب، امام ابوداؤد اور امام بخاری خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں، امام نسائی نقدِ رجال میں نہایت محتاط اور علم حدیث میں اپنے ہمعصروں پر فوقیت رکھتے تھے۔ فنِ رجال کے ماہرین کی ایک جماعت نے انہیں امام مسلم پر ترجیح دی ہے جبکہ دارقطنی وغیرہ نے آپ کو اسماء الرجال اور دیگر علومِ حدیث میں امام ابن خزیمہ سے برتر قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج۱:۳۸)

اکثر محدثین کے نزدیک امام نسائی کی کتاب سنن نسائی کا درجہ بخاری ومسلم کے بعد تیسرے نمبر پر ہے۔ امام سخاوی فرماتے ہیں کہ بعض مغربی محدثین نے تصریح کی ہے کہ امام نسائی کی کتاب امام بخاری کی صحیح سے زیادہ بہتر ہے۔ (فتح المغیث :۱۲)

غیر مقلد نواب صدیق حسن بھوپالی نے امام نسائی کو حدیث کا امام، ثقہ، ثبت اور حافظ قرار دیا۔ (الحطہ فی ذکر صحاح ستہ:۲۹۴)

امام تاج الدین سبکی نے امام ذہبی سے پوچھا، امام مسلم بڑے حافظ حدیث ہیں یا امام نسائی؟ تو انہوں نے فرمایا، امام نسائی۔ (التعلیقات السلفیۃ ج۱:۲۲)

بعض کے نزدیک رجال میں امام نسائی کی شرائط بخاری ومسلم کی شرائط سے سخت ہیں۔ حافظ ذہبی نے لکھا ہے، امام نسائی حدیث، عللِ حدیث اور اسماء الرجال کے علوم میں مسلم، ترمذی اور ابوداؤد سے زیادہ ماہر ہیں اور اس میدان میں وہ ابوزرعہ اور بخاری سے کسی طرح پیچھے نہیں ہیں۔ (توضیح الافکار ج۱:۲۲۰) رحمہم اللہ تعالیٰ

۳۰۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

امام نسائی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں،

18- اخبرنا قتیبة بن سعید، قال حدثنا عبثر عن الاعمش، عن المسیب بن رافع عن تمیم بن طرفة، عن جابر بن سمرة قال خرج علینا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ونحن یعنی رافعوا ایدینا فی الصلوة، فقال مابالهم رافعین ایدیهم فی الصلوة کانها اذناب الخیل الشمس، اسکنوا فی الصلوة۔

ہمیں قتیبہ بن سعید نے خبر دی، کہا ہم سے عبثر نے بیان کیا، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے مسیب بن رافع سے، انہوں نے تمیم بن طرفہ سے، انہوں نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا،

ہمارے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ ہم نماز میں رفع یدین کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا، کیا حال ہے ان کا جو نماز میں اپنے ہاتھوں کو سرکش گھوڑوں کی دُموں کی طرح اٹھا رہے ہیں۔ نماز میں سکون اختیار کرو۔

(سنن نسائی باب السلام بالایدی فی الصلوۃ)

اس حدیث کو مشہور غیر مقلد محقق ناصر الدین البانی نے "صحیح" قرار دیا ہے۔

(صحیح سنن النسائی ج۱:۲۵۶ مطبوعہ بیروت)

تعارف امام ابوداؤد:

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ، ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ حدیث کے جلیل القدر اماموں میں سے ایک ہیں۔ آپ نے سب سے پہلے کتاب السنن لکھ کر علم حدیث میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ آپ نے اس کتاب کو امام احمد بن حنبل کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کی بہت تعریف کی۔ حسن بن محمد نے خواب میں رسول کریم ﷺ کی زیارت کی تو حضور نے فرمایا، جو سنن کا علم حاصل کرنا چاہتا ہو، وہ سنن ابوداؤد کا علم حاصل کرے۔ (بستان المحدثین:۲۸۷)

حافظ الحدیث موسیٰ بن ہارون نے کہا، امام ابوداؤد، دنیا میں صرف حدیث ہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور آخرت میں جنت کیلئے۔ محمد بن اسحاق نے کہا، اللہ تعالیٰ نے علم حدیث امام ابوداؤد کے لیے ایسے آسان کر دیا تھا جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا نرم کر دیا گیا تھا۔ ابوحاتم ابن حبان نے فرمایا، امام ابوداؤد علم حدیث، علم فقہ، تقویٰ اور خوفِ خدا میں دنیا والوں کے امام تھے۔ (تہذیب التہذیب ج۴: ۱۷۲)

حافظ سعید بن سکن نے فرمایا، حدیث کی چار کتابیں اسلام کی بنیاد ہیں۔ مسلم، بخاری، ابوداؤد، نسائی۔ (شروط الائمۃ الستۃ: ۱۶)

امام ذہبی لکھتے ہیں، بعض ائمہ نے بیان کیا ہے کہ امام ابوداؤد اپنی سیرت میں امام احمد بن حنبل کے مشابہ تھے اور وہ امام وکیع کے مشابہ تھے اور وہ امام سفیان کے، وہ امام منصور کے، وہ امام ابراہیم نخعی کے، وہ حضرت علقمہ کے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے مشابہ تھے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے مشابہ تھے۔ ان واسطوں سے امام ابوداؤد کی سیرت حضور ﷺ کی سیرت کے مشابہ تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ)

آپ کے تلامذہ میں امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابوعوانہ بھی شامل ہیں۔ ۲۷۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

امام ابوداؤد رحمہ اللہ، روایت کرتے ہیں،

19- حدثنا عبداللہ بن محمدن النفیلی نا زھیر نا الاعمش، عن المسیب بن رافع عن تمیم الطائی، عن جابر بن سمرۃ قال دخل علینا رسول اللہ ﷺ والناس رافعوا ایدیھم قال زھیر اراہ قال فی الصلوۃ، فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس، اسکنوا فی الصلوۃ۔

ہم سے عبداللہ بن محمد النفیلی نے بیان کیا، کہا، ہم سے زہیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم سے اعمش نے بیان کیا، وہ مسیب بن رافع سے، وہ تمیم طائی سے، وہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا،

''سرکار دوعالم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ لوگ نماز میں رفع یدین کر رہے تھے تو فرمایا، کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں ایسے رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں جیسے سرکش گھوڑوں کی دُمیں (ہلتی ہیں)۔ نماز میں سکون اختیار کرو''۔

(سنن ابی داؤد باب فی السلام)

غیر مقلد محقق ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(صحیح سنن ابی داؤد ج۱: ۱۸۷، مطبوعہ بیروت)

تعارف امام احمد بن حنبل:

امام احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی رحمہ اللہ، ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ حدیث وفقہ میں منصبِ امامت پر فائز تھے۔ آپ نے امام عبدالرزاق، یزید بن ہارون، یحییٰ بن سعید قطان، سفیان بن عیینہ، امام شافعی وغیرہ اکابر محدثین سے حدیثیں روایت کیں اور آپ سے امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام علی بن مدینی، امام ابوزرعہ وغیرہ نے حدیثیں روایت کیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

امام دارمی کہتے ہیں، میں نے احمد بن حنبل سے بڑھ کر کسی کو احادیثِ رسول ﷺ کا حافظ نہیں دیکھا۔ امام شافعی فرماتے ہیں، بغداد میں ان سے بڑھ کر کوئی متقی نہیں تھا۔

امام ابوزرعہ نے فرمایا، آپ کو ایک لاکھ حدیثیں یاد تھیں اس لئے آپ کو امیر المومنین فی الحدیث کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں، آپ عظیم فقیہ اور زبردست حافظِ حدیث تھے۔ آپ نے پہلے امام ابویوسف اور پھر امام شافعی سے فقہ کا علم حاصل کیا۔ ۲۴۱ھ میں آپ کا وصال

امام احمد نے اپنی مسند میں تیس ہزار حدیثیں روایت کیں ہیں۔آپ نے اپنی اولاد سے فرمایا، جب کبھی کسی حدیث کے بارے میں اختلاف ہو کہ یہ حدیثِ رسول ہے یا نہیں تو میری مسند کی طرف رجوع کرو، اگر اس میں پاؤ تو سمجھو کہ یہ حدیث رسول ﷺ ہے۔(بستان المحدثین:۵۹)

غیر مقلدین کے مستند امام شوکانی نے لکھا ہے، کل ماکان فی المسند فھو مقبول۔''مسند احمد کی ہر ہر حدیث مقبول ہے''۔(نیل الاوطار جلد اول مقدمہ:۲۰)

امام ہیثمی نے بھی فرمایا ہے کہ مسند احمد تمام کتب سے زیادہ صحیح ہے۔(ایضاً)

20- مذکورہ حدیث مسند امام احمد میں یوں روایت کی گئی ہے۔

حدثنا عبدالله حدثني ابی، ثنا ابومعاوية ثنا الاعمش، عن المسيب بن رافع عن تميم بن طرفة، عن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله ﷺ ذات يوم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خيل شمس، اسکنوا فی الصلوة۔

ترجمہ اوپر مذکور ہوا۔(مسند امام احمد ج۴:۴۵۱)

تعارف امام بیہقی:

امام احمد بن حسین بیہقی رحمہ اللہ ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے۔آپ اپنے زمانے کے ممتاز عالم، محقق اور محدث تھے۔شافعی المذہب تھے۔آپ کا شمار امام حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری کے مایہ ناز شاگردوں میں ہوتا تھا۔آپ نے متعدد کتب تصنیف کیں۔آپ کی مشہور تصانیف میں السنن الکبریٰ، الآثار، فضائل صحابہ، شعب الایمان، خلافیات، البعث والنشور، کتاب الآداب وغیرہ شامل ہیں۔

آپ نہایت متقی، عابد وزاہد اور قلیل الغذا تھے۔تیس سال مسلسل روزہ دار رہے۔۴۵۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

21- امام بیہقی نے امام حاکم اور عبداللہ بن احمد بن حنبل کی سند سے یہی حدیث بیان کی ہے۔(سنن الکبریٰ ج۲:۲۸۰، مطبوعہ ملتان)

22- امام بیہقی نے یہی حدیث ابوالقاسم بن ابی ہاشم اور ابوبکر بن الحسن قاضی کی سند سے بھی بیان کی ہے۔(ایضاً) رحمہم اللہ تعالیٰ

مذکورہ بالا آٹھ قولی حدیثیں ہیں جن میں سرکارِ دوعالم نورِ مجسم ﷺ نے واضح طور پر نماز کے دوران رفع یدین سے منع فرمایا ہے۔گھوڑوں کی دُموں کیساتھ کسی فعل کو تشبیہ دینا یہ آقا ومولیٰ ﷺ کا اندازِ تربیت ہے۔آپ اپنے صحابہ ﷺ کو جس لفظ کے ساتھ تنبیہ فرمانا چاہیں، فرما سکتے ہیں۔

اعتراضات کے جوابات:

غیر مقلدین مذکورہ احادیث کے حوالے سے بعض اعتراضات کرتے ہیں۔

پہلا اعتراض یہ ہے کہ ''یہ احادیث سلام کے وقت اشارہ کرنے کی ممانعت کے متعلق ہیں۔صحیح مسلم میں اس حدیث کے بعد سلام والی حدیث موجود ہے اس لئے یہ دونوں حدیثیں ایک ہی ہیں''۔

اس اعتراض کی حقیقت سمجھنے کے لئے سلام والی حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

23- حضرت جابر بن سمرہ ﷺ فرماتے ہیں،

کنا اذا صلینا مع رسول الله ﷺ قلنا السلام علیکم ورحمة الله السلام علیکم ورحمة الله واشار بیده الی الجانبین فقال رسول الله ﷺ علی ما تومون بایدیکم کانها اذناب خیل شمس انما یکفی احدکم ان یضع یده علی فخذه ثم یسلم علی اخیه من علی یمینه وشماله۔

''جس وقت ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو (سلام پھیرتے وقت) السلام علیکم ورحمۃ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے اور دونوں جانب ہاتھ سے اشارہ کرتے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم سرکش گھوڑوں کی دُموں کی طرح ہاتھوں سے اشارہ کیوں کرتے ہو؟ تمہارے لئے کافی ہے کہ تمہارے ہاتھ تمہارے زانوؤں پر ہوں اور تم اپنے بھائی کی طرف دائیں بائیں سلام پھیرو''۔

24- اگلی حدیث میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے،

اذا سلم احدکم فلیلتفت الی صاحبه ولا یومی بیده۔

''جب تم میں سے کسی نے سلام کرنا ہو تو اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے''۔

رفع یدین سے ممانعت والی احادیث اور سلام کے وقت ہاتھ سے اشارہ کرنے کی ممانعت والی احادیث میں کئی وجوہ سے فرق ہے جو ذرا سے تدبر اور غور و فکر سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

دراصل معترضین کو غلط فہمی اس وجہ سے ہوئی کہ دونوں قسم کی حدیثوں کے راوی حضرت جابر بن سمرہ ﷜ ہیں اور دوسری وجہ یہ ہوئی کہ ''اذناب خیل شمس'' دونوں قسم کی حدیثوں میں مشترک ہے۔اس لئے غیر مقلدین ان احادیث کو ایک ہی واقعہ قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔(دیکھئے نور العینین :۱۲۶)

حالانکہ یہ دو علیحدہ واقعات ہیں جیسا کہ ہم ابھی واضح کریں گے۔

چونکہ نماز میں رفع یدین کرنے والے ہاتھ اٹھا رہے تھے اور سلام کے وقت اشارہ کرنے والے بھی ہاتھ اٹھا رہے تھے اسلئے آقا و مولی ﷺ نے انہیں سرکش گھوڑوں کی دُموں سے تشبیہ دیکر منع فرمایا۔قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ سرکش گھوڑے اپنی دُم میں صرف اوپر ہی کو نہیں اٹھاتے بلکہ انہیں دائیں بائیں بھی حرکت دیتے ہیں اس لئے دونوں گروہوں کے حق میں یہ الفاظ صادق آتے ہیں۔

اگر مسلم شریف ہی کی دونوں حدیثوں کی اسناد دیکھی جائیں تو بڑا واضح فرق نظر آتا ہے۔رفع یدین سے ممانعت والی حدیث کو حضرت جابر بن سمرہ سے تمیم بن طرفہ نے روایت کیا،ان سے مسیب بن رافع،ان سے اعمش اور ان سے ابو معاویہ نے روایت کیا۔اس حدیث کی مزید دو اسناد اوپر مذکور ہیں۔

جبکہ سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے والی حدیث کو حضرت جابر بن سمرہ سے عبید اللہ بن قبطیہ نے روایت کیا،ان سے مسعر،ان سے ابن ابی زائد نے روایت کیا۔

سلام والی دوسری حدیث حضرت جابر بن سمرہ سے عبید اللہ بن قبطیہ نے روایت کی،ان سے فرات قزاز نے،ان سے اسرائیل،ان سے عبید اللہ بن موسیٰ اور ان سے قاسم بن زکریا نے روایت کی۔

ان اسناد پر غور فرمایئے اور انصاف سے کہیے کہ صرف حضرت جابر بن سمرہ ﷜ کا نام لیکر ان احادیث کو ایک قرار دینا جہالت یا دھوکہ ہے یا نہیں؟ رب تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے آمین۔اب حدیثوں کے متن پر غور کیجئے۔

رفع یدین سے ممانعت والی مسلم کی حدیث میں ہے، خرج علینا رسول الله فقال مالی اراکم...... الخ ، رسول کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو (ہمیں نماز میں رفع یدین کرتے دیکھ کر) فرمایا،''کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں جیسے سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہلتی ہیں''۔

سنن نسائی کی حدیث سے اس بات کی تائید ہوتی ہے اس کے الفاظ ہیں، نحن رافعوا ایدینا فی الصلوة،''ہم نماز میں رفع یدین کر رہے تھے کہ حضور ﷺ تشریف لائے''۔یعنی ہم علیحدہ علیحدہ نفل نماز پڑھتے ہوئے رفع یدین کر رہے تھے کہ اسی دوران رسول کریم ﷺ تشریف لے آئے اور رفع یدین سے منع فرمایا۔

سلام والی حدیث میں ہے، کنا اذا صلینا مع رسول الله ﷺ۔جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے''۔دوسری روایت میں ہے، صلیت مع رسول الله ﷺ۔''میں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی'' نیز اس میں ہے،اذا سلمنا قلنا بایدینا السلام علیکم السلام علیکم۔''جب ہم سلام پھیرتے تو ہاتھوں کے اشارے سے السلام علیکم السلام علیکم کہتے''۔(صحیح مسلم)

رفع یدین سے ممانعت والی حدیث میں ہے،مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس۔''کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں سرکش گھوڑوں کی دُموں کی طرح ہاتھ اٹھاتے دیکھتا ہوں''۔

سنن نسائی کی روایت میں ہے، مابالهم رافعین ایدیهم فی الصلوة کانها اذناب الخیل الشمس۔''ان کو کیا ہو گیا کہ یہ نماز میں اپنے ہاتھوں کو

سرکش گھوڑوں کی دُموں کی طرح اٹھا رہے ہیں۔"

جبکہ سلام والی حدیث میں ہے، ما تومون بایدیکم کانہا اذناب خیل شمس۔

"تم سرکش گھوڑوں کی دُموں کی طرح اپنے ہاتھوں سے اشارہ کیوں کرتے ہو"۔

دوسری روایت میں ہے، ما شانکم تشیر ون بایدیکم کانہا اذناب خیل شمس۔

"کیا وجہ ہے کہ تم سرکش گھوڑوں کی دُموں کی طرح اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو"۔

رفع یدین سے ممانعت والی حدیث کے آخر میں ہے، اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃ ۔نماز میں سکون اختیار کرو یعنی رفع یدین نہ کرو جبکہ سلام والی حدیث میں سلام پھیرنے کا طریقہ ارشاد ہوا، "تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ تمہارے ہاتھ تمہارے زانوؤں پر ہوں اور تم اپنے بھائی کی طرف دائیں بائیں سلام پھیرو"۔خلاصہ یہ ہے،

نمبر	رفع یدین سے ممانعت والی احادیث	بوقتِ سلام اشارے سے ممانعت
1	حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔	ہم حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔
2	ہم نماز میں رفع یدین کر رہے تھے۔	السلام علیکم ورحمتہ اللہ کہتے وقت ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے۔
3	حضور ﷺ نے فرمایا،	حضور ﷺ نے فرمایا،
4	کیا وجہ ہے کہ میں تم کو ایسے رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں جیسے سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہلتی ہیں۔	تم سرکش گھوڑوں کی دُموں کی طرح ہاتھوں سے اشارہ کیوں کرتے ہو۔
5	نماز میں سکون اختیار کرو۔	تم اپنے ہاتھ زانوؤں پر رکھوں اور اپنے بھائی کی طرف دائیں بائیں سلام پھیرو۔

غور فرمایئے! رفع یدین سے ممانعت والی حدیث میں آقا و مولیٰ ﷺ کیساتھ نماز پڑھنے کا ذکر ہے نہ السلام علیکم ورحمتہ اللہ کہنے کا اور نہ ہی دونوں جانب ہاتھ سے اشارہ کرنے کا۔ چونکہ لوگ نماز میں رفع یدین کر رہے تھے اس لئے آپ نے انہیں نماز سکون سے ادا کرنے کا حکم دیا جبکہ دوسرے واقعے میں لوگ سلام کے وقت ہاتھوں سے اشارہ کر رہے تھے اس لئے آپ نے انہیں سلام پھیرنے کا طریقہ سکھایا اور سلام کے وقت اشارہ کرنے سے منع فرمایا۔

ایک اور قابل غور نکتہ یہ ہے کہ نماز کے وقت رفع یدین سے نماز کے خشوع میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اس لیے اسکنوا فی الصلوۃ فرما کر نماز میں رفع یدین سے منع فرمایا۔ اگر اس حکم کو نماز کے اختتام یعنی سلام پھیرنے سے متعلق سمجھا جائے تو یہ حکم بے موقع اور بے محل قرار پائے گا کیونکہ سلام پھیر دینے سے تو نماز ہی ختم ہو جائے گی پھر نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم لغو و بیکار ہو جائے گا اس لئے لازم ہے کہ اس حکم کو نماز میں رفع یدین کی ممانعت سے متعلق تسلیم کیا جائے۔

الحمدللہ! ثابت ہو گیا ہے کہ دونوں حدیثیں اپنے اپنے موقع اور حکم کے لحاظ سے منفرد اور مختلف ہیں۔ پہلی حدیث کا موضوع نماز میں رکوع میں جاتے اور اٹھتے ہوئے رفع یدین کرنے سے منع کرنا اور سکون اختیار کرنا ہے جبکہ دوسری حدیث میں نماز کے اختتام پر سلام پھیرتے وقت ہاتھوں کے اشارے سے منع کیا گیا ہے۔

جزء رفع یدین کا تحقیقی مقام:

جب ان دلائل کا کوئی جواب نہیں بن پڑتا تو غیر مقلدین کہتے ہیں، امام بخاری نے جزء رفع یدین میں فرمایا ہے کہ صحیح مسلم کی اس حدیث سے رفع یدین کی ممانعت پر وہی دلیل پکڑے گا جس کا علم میں حصہ نہیں۔ اسی طرح امام نووی کا قول بھی ہے۔

جواب:۔ غیر مقلدین اکثر جزء رفع الیدین کا حوالہ دیتے ہیں۔اس رسالے کوامام بخاری سے محمود بن اسحاق نامی شخص نے روایت کیا ہے۔اس شخص کے حالات، اس کا ثقہ وعادل ہونا معلوم نہیں لہٰذا یہ شخص مجہول ہے۔ برصغیر کے نامور محدث شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی تحقیق کا خلاصہ یوں تحریر فرماتے ہیں،

''کتاب رفع یدین للبخاری اور کتاب الجمعۃ للنسائی،ان دونوں کتابوں کے تفصیلی حالات کا کچھ پتہ نہیں چلا''۔(بستان المحدثین:۱۳۹مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

پس جب اس رسالے کا راوی ایک مجہول شخص ہے تو اس رسالے کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔غیر مقلد محقق علیزئی نے اس رسالے کے صحیح ترین نسخہ کی سند لکھی ہے اور حال یہ ہے کہ تین راوی ایسے ہیں جن کے انتقال کے وقت ان کے شاگرد کی عمر 11 یا 12 سال تھی، دو راوی ایسے ہیں جن کی عمر کا تعین ہی نہیں۔لہٰذا یہ سند بھی منقطع ہے۔

حق یہ ہے کہ اس رسالے جزء رفع یدین کی مرویات پر نہ خود امام بخاری کا عمل ہے اور نہ ہی غیر مقلدین کا۔گویا مذکورہ رسالہ ان کے نزدیک بھی قابل اعتبار نہیں مثلاً اس رسالے سے سجدوں کے رفع یدین کا مسئلہ لے لیجیے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جن سے صحیح بخاری میں سجدوں کے رفع یدین کی نفی مروی ہے وہ روایت کرتے ہیں:

25- عن النبی ﷺ کان یرفع یدیہ اذا رکع واذا سجد۔

''نبی کریم ﷺ رفع یدین کرتے تھے جب رکوع کرتے اور جب سجدہ کرتے۔

(صفحہ ۸۸: محققہ علیزئی مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

جزء رفع الیدین میں امام بخاری نے سجدوں کے رفع یدین سے متعلق کئی روایات نقل کی ہیں۔ایک اور روایت بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

26- حضرت وائل بن حجر روایت کرتے ہیں،عن النبی ﷺ کان یرفع یدیہ اذا رکع واذا سجد ۔ ''نبی کریم ﷺ رفع یدین کرتے تھے جب رکوع کرتے اور جب سجدہ کرتے''۔(صفحہ ۸۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

غور و فکر کی بات یہ ہے کہ یہ روایات صحیح بخاری کے خلاف ہیں۔نہ ان پر امام بخاری کا عمل ہے اور نہ غیر مقلدین کا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مذکورہ رسالہ غیر مقلدین کے نزدیک بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔

27- اسی رسالے میں ہے،عکرمہ بن عمار کہتے ہیں،رأیت القاسم وطاؤساً ومکحولاً وعبداللہ بن دینار وسالماً ونافعاً یرفعون ایدیھم اذا استقبل أحدھم الصلاۃ وعندالرکوع والسجود۔

میں نے قاسم،طاؤس،مکحول،عبداللہ بن دینار اور سالم کو دیکھا کہ وہ رفع یدین کرتے تھے جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع وسجدے کرتے۔(ایضاً صفحہ ۸۱)

اس روایت میں امام بخاری نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کا سجدوں میں رفع یدین کرنا بیان کیا ہے حالانکہ صحیح بخاری میں سجدوں کے رفع یدین کی نفی والی حدیث حضرت سالم ہی سے مروی ہے۔صورتحال یہ ہوئی کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کا خود اپنی روایت کردہ حدیث پر عمل نہیں جو صحیح بخاری میں ہے اور دیگر تابعین کا بھی حدیثِ بخاری پر عمل نہیں جبکہ اِس روایت پر خود امام بخاری اور غیر مقلدوں کا عمل نہیں۔سبحان اللہ!

28- وکیع نے ربیع سے بیان کیا، رأیت الحسن ومجاھداً وطاؤساً وقیس بن سعد والحسن بن مسلم یرفعون ایدیھم اذا رکعوا واذا سجدوا۔

وقال عبدالرحمن بن مھدی:ھذا من السنۃ۔

میں نے حسن بصری،مجاہد،طاؤس،قیس بن سعد اور حسن بن مسلم کو دیکھا کہ وہ رفع یدین کرتے تھے جب وہ رکوع کرتے اور جب وہ سجدہ کرتے۔

عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا،یہ سنت ہے۔(ایضاً صفحہ ۸۱)

معلوم ہوا کہ یہ اکابر تابعین ومحدثین صحیح بخاری کی حدیث کے خلاف سجدے کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔مزید تعجب یہ ہے کہ امام بخاری نے یہاں

اپنے شیخ امام عبدالرحمٰن بن مہدی سے سجدے کی رفع یدین کو سنت فرمایا ہے جبکہ صحیح بخاری میں اسی کی نفی کی ہے۔اب بتائیے کہ صحیح بخاری پر عمل کیا جائے یا جزء رفع الیدین پر؟؟؟

اسی طرح کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے متعلق اس رسالے میں کئی احادیث ہیں جبکہ بخاری میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اور غیر مقلدوں کا اسی پر عمل ہے۔سب سے پہلے آقا و مولیٰ ﷺ کا عمل ملاحظہ فرمائیے۔

29- عن البراء قال کان النبی ﷺ یرفع یدیه اذا کبر حذو أذنیه۔

حضرت براء ؓ نے فرمایا، نبی کریم ﷺ جب تکبیر کہتے تو کانوں تک رفع یدین کرتے تھے۔(ایضا:۵۹)

30- عن ابی الزبیر قال رأیت ابن عمر حین قام الی الصلاة رفع یدیه حتی تحاذی أذنیه۔

حضرت ابوالزبیر نے کہا، میں نے ابن عمر ؓ کو دیکھا۔نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو رفع یدین کیا حتی کہ آپ کے ہاتھ آپ کے کانوں کے برابر ہو گئے۔(ایضا:۷۳)

حالانکہ بخاری میں حضرت ابن عمر ؓ ہی سے کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث مروی ہے۔اس روایت کے مطابق خود اپنی روایت کردہ بخاری کی حدیث پر ان کا عمل نہیں تھا۔حمید بن ہلال کہتے ہیں،

31- کان اصحاب النبی ﷺ اذا صلوا کان ایدیهم حیال آذانهم کانها المراوح ۔نبی کریم ﷺ کے صحابہ جب نماز پڑھتے تو انکے ہاتھ اس طرح کانوں تک بلند ہوتے تھے گویا کہ پنکھے ہیں۔امام بخاری نے کہا، حسن اور حمید بن ہلال نے نبی کے صحابہ ؓ میں سے کسی کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا۔(جزء رفع الیدین:۵۵ ترجمہ علیزئی)

یعنی بغیر کسی استثناء کے، تمام صحابہ ؓ اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاتے تھے۔مطلب یہ ہے کہ صحیح بخاری کی کندھوں تک ہاتھ اٹھانے والی حدیث پر کسی ایک صحابی کا بھی عمل نہیں تھا۔اب بتائیے کہ بخاری شریف کو صحیح مانا جائے یا جزء رفع الیدین کو؟؟؟

اگر جزء رفع الیدین کی مرویات پر تحقیق کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس رسالے کا مواد اور دلائل کسی طرح بھی امام بخاری کی عظمت سے مطابقت نہیں رکھتے۔

متعصب غیر مقلد علیزئی نے اپنی تحقیق سے اس رسالے کا مکتبہ ظاہریہ کا صحیح ترین قلمی نسخہ شائع کیا تو اسکے حواشی میں 38 احادیث کے راویوں کو ضعیف اور مدلس تسلیم کیا۔جبکہ اس رسالے میں کل احادیث و آثار کی تعداد اس نے 122 بتائی ہے۔گویا اس متعصب محقق کے نزدیک بھی جزء رفع الیدین کی 31 فیصد روایات ضعیف ہیں جبکہ محققین کے نزدیک یہ تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔

انصاف سے کہیے، کیا یہ رسالہ ایک لاکھ صحیح حدیثوں کے حافظ، امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی شان کے لائق ہے؟؟؟

اگر بالفرض امام بخاری کا مذکورہ قول ثابت بھی ہو جائے تو وہ محض امام صاحب ہی کا قول ہوگا، اسے قرآن یا حدیث رسول کا درجہ تو نہیں دیا جاسکتا۔بات آسان سی ہے، اگر تم امام بخاری یا کسی اور محدث کا قول پیش کرسکتے ہیں تو ہم بھی حدیث کا صحیح مفہوم واضح کرنے کیلئے کسی امام یا محدث کا قول پیش کرسکتے ہیں۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ ؓ تابعی ہیں اس لئے ان کا قول ''حدیث مقطوع'' کا درجہ رکھتا ہے جبکہ امام بخاری، سیدنا امام اعظم ؓ کے وصال کے 44 سال بعد ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔

مذکورہ حدیث کے متعلق چند جلیل القدر ائمہ کے اقوال ملاحظہ فرمائیں جنہوں نے اس حدیث سے رفع یدین کی ممانعت کا حکم مراد لیا ہے۔مکہ مکرمہ کے نامور فقیہ، محدث علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے حوالے سے فرماتے ہیں،

ولیس فی غیر التحریمة رفع ید عند ابن حنیفة لخبر مسلم عن جابر بن سمرہ۔امام ابوحنیفہ ؓ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہیں ہے صحیح مسلم کی اس حدیث کے مطابق جو جابر بن سمرہ ؓ سے مروی ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲:۲۷۵، مکتبہ امدادیہ ملتان)

امام جمال الدین زیلعی رحمہ اللہ (م ۷۶۲ھ) بھی حضرت جابر بن سمرہ ﷺ کی حدیث سے رفع یدین کی ممانعت کا حکم مراد لیتے ہیں۔ آپ رقمطراز ہیں، "والذی یرفع یدیہ حال التسلیم لا یقال لہ، اسکن فی الصلاۃ. انما یقال ذلک لمن یرفع یدیہ فی اثناء الصلاۃ، وھو حالۃ الرکوع والسجود. ونحو ذلک ھو الظاھر."

جو آدمی سلام کے وقت رفع یدین کرے، اسے یہ نہیں کہا جائے گا کہ "نماز میں سکون اختیار کرو"۔ یہ جملہ اسی کو کہا جائے گا جو نماز کے درمیان میں ہو، اور وہ رکوع وسجود کی حالتیں ہیں۔ لہٰذا اس حدیث "اسکنوا فی الصلوٰۃ" سے یہی ظاہر ہے کہ یہ رکوع وسجود میں رفع یدین کی ممانعت سے متعلق ہے۔

(نصب الرایۃ ج ۱: ۴۷۲، مطبوعہ بیروت)

نیز اسی صفحہ پر آپ کا ارشاد موجود ہے، انھما حدیثان لا یفسر احدھما بالآخر۔ یہ دو مختلف حدیثیں ہیں جن میں سے ایک دوسری کی تفصیل نہیں ہے۔ (ایضاً)

شارح بخاری، محدثِ اعظم امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

قلت فی الحدیث الاول انکار رفع الیدین فی الصلاۃ و امر بالسکون فیھا۔

"میں کہتا ہوں، اس حدیثِ مسلم میں نماز میں رفع یدین کرنے کی ممانعت کی گئی ہے اور نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے"۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ ج ۲: ۲۹۶، مکتبہ حقانیہ ملتان)

غیر مقلد جب لاجواب ہو جاتے ہیں تو کہتے ہیں، پھر تم عیدین اور وتر میں رفع یدین کیوں کرتے ہو؟ جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا وتر اور نمازِ عیدین سے کوئی تعلق نہیں۔ مذکورہ حدیث میں عید کی نماز کا واقعہ مذکور نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو حضور ﷺ خود نمازِ عید کی امامت فرما رہے ہوتے اور صحابہ آپ کے مقتدی ہوتے۔

نیز یہ وتر کی نماز بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ وتر عشاء کے بعد پڑھے جاتے ہیں اور یہ واقعہ دن کا ہے جیسا کہ مسند احمد کے حوالے سے حدیث نمبر 16 میں یہ الفاظ مذکور ہوئے، خرج علینا رسول اللہ ﷺ ذات یوم۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس ایک دن تشریف لائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ نمازِ عید اور نمازِ وتر کے علاوہ کوئی عام نماز تھی۔

الحمدللہ! یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ حضرت جابر بن سمرہ ﷺ سے مروی مذکورہ احادیث میں سرکارِ دوعالم ﷺ نے تکبیرِ اولیٰ کے سوا عام نمازوں کے دوران کئے جانے والے ہر رفع یدین کو منسوخ فرما دیا ہے۔

کتبِ صحاح سے فعلی احادیث:

قارئین کرام! حدیث قولی بھی ہوتی ہے اور فعلی بھی۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے جو اپنی زبانِ اقدس سے ارشاد فرمایا، اسے حدیث قولی کہتے ہیں اور جو آپ نے کیا وہ حدیث فعلی ہے۔ رفع یدین کی ممانعت پر جو احادیث اوپر مذکور ہوئیں وہ حدیث قولی تھیں اور اکثر صحیح مسلم سے تھیں۔ اب دیگر کتبِ صحاح سے آقا و مولیٰ ﷺ کی فعلی احادیث پیشِ خدمت ہیں اور ساتھ ہی صاحبِ کتاب، محدث کا مختصر تعارف بھی۔

تعارف امام ترمذی:

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ ۲۰۹ھ میں بلخ کے شہر ترمذ میں پیدا ہوئے۔ آپ عظیم محدث، عابد و زاہد اور بےمثال حافظہ کے مالک تھے۔ آپ امام بخاری کے ذہین شاگرد تھے۔ امام بخاری کے وصال پر کہا گیا، "امام بخاری نے وصال کے بعد اہل خراسان کیلئے علم و عمل میں امام ترمذی جیسا کوئی شخص نہیں چھوڑا"۔ (تہذیب)

امام ترمذی، امام بخاری کے ایسے لائق ترین شاگرد تھے کہ ان سے امام بخاری نے فرمایا، "تم نے مجھ سے اس قدر استفادہ نہیں کیا، جتنا میں نے تم سے استفادہ کیا ہے"۔

(تہذیب التہذیب ج ۹: ۳۸۹)

امام ترمذی کی جامع، ترتیب کے لحاظ سے سنن نسائی اور سنن ابوداؤد کے بعد آتی ہے لیکن عمدہ اسلوبِ ترتیب، افادیت اور جامعیت کے اعتبار سے اسے بخاری و مسلم کے بعد نمایاں درجہ حاصل ہے۔ دیگر کتب کے مقابلے میں اس میں احادیث کی تکرار سب سے کم ہے۔ ۲۷۹ھ میں امام ترمذی کا وصال ہوا۔

علماء کہتے ہیں، بخاری و مسلم سے وہی مستفید ہوسکتا ہے جو فنِ حدیث سے پوری طرح واقف ہو۔ مگر جامع ترمذی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں امام ترمذی نے احادیث کی وضاحت کر دی ہے اس لئے فقہاء و محدثین میں سے ہر کوئی اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔ خود امام ترمذی اپنی کتاب جامع ترمذی کے متعلق فرماتے ہیں،

''جس گھر میں یہ کتاب ہوگی گویا اس گھر میں نبی کریم ﷺ کلام فرماتے ہیں''۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۲:۶۳۴)

سیدنا امام اعظم اور انکی فقہ کے متعلق اکثر محدثین کا تعصب مشہور ہے۔ اس ضمن میں امام ترمذی کو خراجِ تحسین پیش کرنا چاہیے کہ شافعی المذہب اور امام بخاری کا شاگرد ہونے کے باوجود انہوں نے ترکِ رفع یدین سے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث روایت کر کے اسے حسن صحیح قرار دیا اور یہ کلمۂ حق تحریر کیا،

''بہت سے اہل علم صحابہ کرام اور تابعین عظام کا اس حدیث پر عمل ہے''۔ رضی اللہ عنہم

فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی احادیث:

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

32- حدثنا ھناد نا وکیع عن سفیان عن عاصم ابن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمۃ قال قال عبداللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ ﷺ فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ۔

''ہم سے ہناد نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم سے وکیع نے بیان کیا، وہ سفیان سے، وہ عاصم بن کلیب سے، وہ عبدالرحمان بن اسود سے، وہ علقمہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ پھر آپ نے نماز ادا کی اور صرف تکبیر اُولیٰ میں ہاتھ اٹھائے''۔

قَالَ اَبُوْعِیْسٰی، حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِیْثٌ'' حَسَنٌ'' ۔امام ابوعیسیٰ ترمذی نے فرمایا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث، حدیث حسن ہے۔

(جامع ترمذی باب رفع الیدین عندالرکوع)

حدیث حسن کی تعریف میں امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، وما ذکرنا فی ھذا الکتاب "حدیث حسن" فانما اردنا حسن اسنادہ وعندنا کل حدیث یروی لایکون فی اسنادہ من یتھم بالکذب ولایکون الحدیث شاذاً ویروی من غیر وجہ نحو ذاک فھو عندنا حدیث حسن۔

''ہم نے اس کتاب میں جو کہا کہ یہ حدیث ''حسن ہے'' تو اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ اس کی سند حَسَن ہے اور ہر ایسی حدیث جس کی سند میں کوئی ایسا راوی نہ ہو جس پر جھوٹ کی تہمت ہو، اور وہ حدیث شاذ نہ ہو، اور کئی سندوں سے اسی طرح مروی ہو، وہ حدیث ہمارے نزدیک حسن ہے۔ (جامع ترمذی کتاب العلل :۸۱۳، فرید بکسٹال)

امام ترمذی رحمہ اللہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ:

(1) حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ سند میں کوئی راوی متہم بالکذب نہیں ہے،

(2) حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ شاذ نہیں ہے،

(3) یہ حدیث کئی اور اسناد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

اب یہ سمجھ لیجئے کہ حدیث شاذ کیا ہوتی ہے؟ وہ حدیث جسے کوئی ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی بیان کردہ حدیث کےخلاف بیان کرے، شاذ کہلاتی ہے۔ امام ترمذی نے حدیث ابن مسعودؓ کے شاذ ہونے کی نفی کر کے یہ اعلان کر دیا کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ نیز اس حدیث کے برخلاف رفع یدین کرنے کی جو حدیثیں بیان کی جاتی ہیں ان میں سے کسی حدیث کے راوی بھی حدیث ابن مسعودؓ کے راویوں سے زیادہ ثقہ نہیں ہیں۔ وللہ الحمد

غیر مقلد مصری عالم احمد شاکر نے سنن ترمذی کی شرح میں لکھا ہے کہ ترمذی کے بعض نسخوں میں حدیث ابن مسعودؓ کے بعد ''حسن'' کے ساتھ ہامش میں ''صحیح'' بھی لکھا ہے، اس کی تائید میں محدثین نے ترمذی کا اسے صحیح قرار دینا نقل کیا ہے۔

شارح بخاری، امام بدرالدین عینی فرماتے ہیں، قلت حدیث ابن مسعود صحیح، نص علیه الترمذی وغیرہ۔

''میں کہتا ہوں، حدیث ابن مسعودؓ صحیح ہے۔ ترمذی اور دیگر ائمہ نے یہ بات صراحۃً بیان کی ہے''۔ (البنایۃ فی شرح الھدایہ باب صفۃ الصلوٰۃ)

غیر مقلد محققین کی دس گواہیاں:

اب اس حدیث کے متعلق چند معروف غیر مقلد محققین کی گواہیاں ملاحظہ کیجئے۔

1-4) غیر مقلدوں کے امام ابن حزم ظاہری نے اپنی کتاب ''المحلیٰ'' میں چار مرتبہ اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

قَدْ صَحَّ. یہ حدیث ''بیشک صحیح ہے''۔ صَحَّ. ''یہ صحیح ہے''۔ اِنَّ ھٰذَا الْخَبَرَ صَحِیْح. ''یہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے''۔ صَحَّ خَبَرُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ. ''ابن مسعود کی حدیث صحیح ہے''۔

(المحلیٰ بالآثار ج۳:۳۵۸، ج۴:۸۸ مطبوعہ مصر)

5) غیر مقلد مصری عالم، احمد شاکر نے بھی اسے صحیح قرار دیا۔ وہ لکھتے ہیں،

وَھُوَحَدِیْث'' صَحِیْح'' وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِیُّ۔ ''اور وہ حدیث صحیح ہے اور امام ترمذی نے اس کی تحسین کی ہے''۔ (التعلیقات علی المحلیٰ ج۴:۸۸ طبع قاہرہ)

6) دوسری جگہ لکھتے ہیں، وَھٰذَا الْحَدِیْثُ صَحَّحَهُ ابْنُ حَزْمٍ فِی الْمُحَلّٰی وَغَیْرُهُ مِنَ الْحُفَّاظِ وَھُوَحَدِیْث'' صَحِیْح'' وَمَا قَالُوْہُ فِیْ تَعْلِیْلِهٖ لَیْسَ بِعِلَّةٍ۔ ''اس حدیث کو ابن حزم ظاہری نے المحلیٰ میں اور ان کے علاوہ دیگر حفاظِ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے اور بعض لوگوں نے جو کچھ اس حدیث کی تعلیل میں کہا ہے وہ علت بننے کے لائق نہیں''۔

(جامع ترمذی بتحقیق احمد شاکر ج۲:۴۱)

7) انہی کے شاگرد، غیر مقلد عالم شیخ شعیب الارنوؤط، اس حدیث کے صحیح ہونے کا یوں اقرار کرتے ہیں،

رِجَالُهٗ ثِقَات'' رِجَالُ الشَّیْخَیْنِ غَیْرَ عَاصِمِ بْنِ کُلَیْبٍ، فَمِنْ رِجَالِ مُسْلِمٍ۔

(التعلیق علیٰ مشکل الآثار ج۱۵:۳۵، طبع بیروت)

''اس کے راوی ثقہ ہیں جو کہ بخاری ومسلم کے راوی ہیں سوائے عاصم بن کلیب کے جو صحیح مسلم کے راویوں میں سے ہیں''۔

8) ایک اور غیر مقلد عالم، عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے اس حدیث کے متعلق لکھا،

قَدْ تَکَلَّمَ نَاس'' فِیْ ثُبُوْتِ ھٰذَا الْحَدِیْثِ، وَالْقَوِیُّ اَنَّهٗ ثَابِت'' مِنْ رِوَایَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ........ اِنَّ الْحَدِیْثَ ثَابِت''۔

(التعلیقات السلفیۃ علیٰ سنن النسائی ج۱:۱۲۳، طبع المکتبۃ السلفیۃ لاہور)

''بعض لوگوں نے اس حدیث کے ثبوت میں گفتگو کی ہے اور قوی بات یہی ہے کہ یہ عبداللہ بن مسعود کی روایت سے ثابت ہے...... بے شک یہ حدیث ثابت ہے''۔

9) اسی صفحہ پر مزید لکھتے ہیں، قَدْ صَحَّحَهُ بَعْضُ اَھْلِ الْحَدِیْثِ۔ کئی اہل حدیث نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (ایضاً)

10) عصر حاضر کے غیر مقلدوں کے امام ومحدث ناصر الدین البانی، حدیث ابن مسعود ؓ کے متعلق نعرہ حق بلند کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

وَ الْحَقُّ اَنَّهٗ حَدِیْثٌ "صَحِیْحٌ"، وَاِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ" عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ. وَلَمْ نَجِدْ لِمَنْ اَعَلَّهٗ حُجَّةً یَصْلُحُ التَّعَلُّقُ بِهَا وَرَدُّ الْحَدِیْثِ مِنْ اَجْلِهَا۔

(مشکوٰۃ المصابیح تحقیق الالبانی ج۱:۲۵۴ طبع بیروت)

''اور حق بات یہ ہے کہ بیشک یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند بھی مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ اور جن لوگوں نے اس حدیث کو معلول کہا، ہمیں انکی کوئی دلیل ایسی نہیں ملی جس سے استدلال صحیح ہو اور اسکی وجہ سے حدیث رد کر دی جائے''۔

تلک عشرة کاملة۔ یہ پورے دس 10 ہوئے۔

الحمدللہ! ہم نے غیر مقلدوں کے محقق علماء کی کتب سے دس گواہیاں پیش کر دی ہیں کہ حدیث ابن مسعود ؓ صحیح وثابت ہے۔ اب دیگر غیر مقلدوں کو بھی ضد وتعصب چھوڑ کر یہ حقیقت تسلیم کر لینی چاہیے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی رفع یدین نہ کرنے والی حدیث صحیح ہے۔

محدثین کرام کے نزدیک کسی حدیث کی صحت وقوت کی ایک علامت یہ بھی ہوتی ہے کہ صحابہ کرام وائمہ تابعین ؒ اس پر عمل پیرا ہیں۔ اس حوالے سے بھی امام ترمذی، حدیث ابن مسعود ؓ کی تائید میں فرماتے ہیں،

وَبِهٖ یَقُوْلُ غَیْرُ وَاحِدٍ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ وَالتَّابِعِیْنَ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ وَاَهْلِ الْکُوْفَةِ۔

''بہت سے اہل علم صحابہ کرام اور تابعین عظام کا اس حدیث پر عمل ہے اور سفیان ثوری اور اہلِ کوفہ کا یہی مسلک ہے''۔ (جامع ترمذی باب رفع الیدین عندالرکوع)

امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مبارک کا قول نقل کیا ہے، لم یثبت ۔ اس سے مراد حضرت ابن مسعود ؓ کی کوئی اور مرفوع حدیث ہے جیسا کہ اسی قول کے بعد مذکور ہے ''سنن نسائی'' کی درج ذیل حدیث کو عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا خود روایت کرنا اس کے ثابت ہونے کی دلیل ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

33- اخبرنا سوید بن نصر حدثنا عبداللہ بن المبارک عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمہ عن عبداللہ قال الا اخبرکم بصلوٰۃ رسول اللہ ﷺ قال فقام فرفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یعد۔

ہمیں سوید بن نصر نے خبر دی، انہوں نے کہا، ہم سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا، وہ سفیان سے، وہ عاصم بن کلیب سے، وہ عبدالرحمٰن بن الاسود سے، وہ علقمہ سے اور وہ عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا،

کیا میں تمہیں رسول کریم ﷺ کی نماز نہ بتلاؤں؟ راوی نے کہا، پھر آپ کھڑے ہوئے (اور نمازِ نبوی پڑھ کر دکھانے لگے) تو آپ نے صرف پہلی تکبیر کے وقت اپنے ہاتھ اٹھائے پھر دوبارہ رفع یدین نہ کیا۔

(سنن نسائی کتاب الصلوٰۃ باب ترک ذلک ای رفع الیدین للرکوع)

یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ مشہور غیر مقلد محقق البانی نے اس حدیث کے متعلق گواہی دی، صَحِیْحٌ۔ ''یہ حدیث صحیح ہے''۔ (صحیح سنن النسائی ج۱:۲۲۰، طبع بیروت)

34- اخبرنا محمود بن غیلان المروزی حدثنا وکیع حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمہ عن عبداللہ قال الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ۔

''ہمیں محمود بن غیلان المروزی نے خبر دی، انہوں نے کہا، ہم سے وکیع نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم سے سفیان نے بیان کیا۔ وہ عاصم بن کلیب سے، وہ عبدالرحمٰن بن الاسود سے، وہ علقمہ سے اور وہ عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ پس آپ نے نماز پڑھی تو ایک مرتبہ (یعنی تکبیر اُولیٰ) کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہ کیا۔ (سنن نسائی، باب ایضاً)

اس حدیث کی سند بھی صحیح ہے۔ غیر مقلد محقق البانی نے بھی اس حدیث کے بعد یہی لکھا، صَحِیْحٌ۔ ''یہ حدیث صحیح ہے''۔ (صحیح سنن النسائی ج۱:۲۲۸ طبع بیروت)

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

35- حدثنا عثمان بن ابی شیبة نا وکیع عن سفیان عن عاصم یعنی ابن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمه قال قال عبدالله بن مسعود الا اصلی بکم صلوة رسول الله ﷺ قال فصلی فلم یرفع یدیه الا مرة۔

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا۔انہوں نے کہا، ہم سے وکیع نے بیان کیا، وہ سفیان سے راوی، وہ عاصم بن کلیب سے، وہ عبدالرحمان الاسود سے، وہ علقمہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھ کر بتاؤں؟ علقمہ نے کہا، پھر آپ نے نماز پڑھی تو سوائے پہلی مرتبہ کے، کہیں ہاتھ نہ اٹھائے۔(سنن ابی داؤد باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع)

اس کی سند صحیح ہے۔غیر مقلد محقق، ناصرالدین البانی نے بھی اس حدیث کو نقل کر کے کہا، صَحِیْح۔ "یہ حدیث صحیح ہے"۔(صحیح سنن ابی داؤد، ج ۱:۱۴۳، طبع بیروت)

36- حدثنا الحسن بن علی نا معاوية وخالد بن عمرو وابو حذيفة قالوا نا سفيان باسناده بهذا قال فرفع يديه فی اول مرة وقال بعضهم مرة واحدة۔

ہم سے حسن بن علی نے بیان کیا۔اُن سے معاویہ، خالد بن عمرو اور ابو حذیفہ نے بیان کیا، تینوں نے کہا، ہم سے سفیان نے اپنی اسناد (گذشتہ) سے یہی حدیث بیان کی۔علقمہ رضی اللہ عنہ نے کہا، آپ نے صرف پہلی مرتبہ اپنے ہاتھ اٹھائے۔ان میں سے بعض راویوں نے کہا، صرف ایک ہی بار ہاتھ اٹھائے۔(سنن ابی داؤد، باب ایضاً)

یہ حدیث بھی صحیح ہے۔غیر مقلد محقق، ناصرالدین البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(صحیح سنن ابی داؤد، ج ۱:۱۴۳، طبع بیروت)

37- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے امام وکیع کی سند سے (جو حدیث ۳۵ میں مذکور ہے) یہی حدیث روایت کی ہے۔(مسند امام احمد جلد ا صفحہ ۳۸۷)

تعارف امام ابن ابی شیبہ:

امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمہ اللہ کی کنیت ابوبکر ہے۔آپ عبداللہ بن مبارک، وکیع بن جراح، یحییٰ بن سعید، سفیان بن عیینہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں جبکہ آپ سے محدثین کی ایک بڑی جماعت نے احادیث روایت کی ہیں جن میں امام بخاری، امام مسلم، امام احمد بن حنبل، امام نسائی اور امام ابوداؤد بھی شامل ہیں۔امام بخاری نے آپ سے 30 احادیث جبکہ امام مسلم نے 1540 احادیث روایت کی ہیں۔

امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے آپ کو صدوق یعنی سچا کہا جبکہ امام عجلی، ابوحاتم، ابن قانع اور امام ابن حبان نے آپ کو ثقہ قرار دیا۔(تہذیب)

امام ذہبی لکھتے ہیں، الحافظ الکبیر الحجة حدث عنه احمد بن حنبل والبخاری وابوالقاسم البغوی والناس. ووثقه الجماعة۔

امام ابوبکر بن ابی شیبہ حافظِ کبیر اور حجت ہیں۔آپ سے امام احمد بن حنبل، امام بخاری، ابوالقاسم بغوی اور کئی لوگ حدیثیں روایت کرتے ہیں۔محدثین کی ایک جماعت نے انہیں ثقہ کہا ہے۔(میزان الاعتدال ج ۲:۴۹۰) رحمہم اللہ تعالیٰ

۲۳۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔مام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں،

38- حدثنا وكيع عن مسعر عن ابی معشر عن ابراهيم عن عبدالله انه كان يرفع يديه فی اول ما يستفتح ثم لا يرفعهما۔

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے، پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱:۲۳۶، باب من کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود)

39- حدثنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبدالله بن الاسود عن علقمة عن عبدالله قال ألا أريكم صلاة رسول الله ﷺ فلم يرفع يديه الا مرة۔

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ پھر انہوں نے (نماز پڑھی تو) سوائے ایک مرتبہ کے رفع یدین نہیں کیا۔(ایضاً)

تعارف امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ ﷺ:

امام اعظم نعمان بن ثابت ﷺ، اپنی کنیت ابوحنیفہ سے زیادہ مشہور ہیں۔ ۷۰ھ یا ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ چھبیس (26) صحابہ کا زمانہ پایا، سات صحابہ سے بلاواسطہ احادیث سننے کا شرف حاصل ہے۔ اسکی تفصیل فقیر کی تصنیف ''سیدنا امام اعظم'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

علمِ حدیث میں امام وکیع، یزید بن ہارون، امام عبدالرزاق، عبداللہ بن مبارک، ابوعاصم، مکی بن ابراہیم، یحییٰ بن سعید قطان، یحییٰ بن زکریا، ابوعبدالرحمٰن المقری، حفص بن غیاث، امام ابویوسف اور امام محمد بن حسن آپ کے نامور شاگردوں میں سے ہیں۔ ان میں سے اکثر سے امام بخاری نے صحیح بخاری میں احادیث روایت کی ہیں۔ صحیح بخاری میں بائیس ثلاثیات میں سے گیارہ ثلاثیات صرف امام مکی بن ابراہیم کی سند سے مروی ہیں اور نو ثلاثیات دیگر حنفی شیوخ سے۔ صحاح ستہ کے اکثر شیوخ حنفی ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

محدثین کی اصطلاح میں حافظ وہ ہوتا ہے جسے کم از کم ایک لاکھ حدیثیں یاد ہوں۔ امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں امام ابوحنیفہ ﷺ کو بھی حافظِ حدیث قرار دیتے ہوئے ان القاب سے یاد کرتے ہیں،'' **ابو حنیفة الامام الاعظم فقیه العراق** الخ''۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱: ۱۵۸)

صحاح ستہ کے مرکزی راوی، امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ کا ارشاد ہے، **مالقیت احداً افقه من ابی حنیفة ولا احسن صلوۃ منه** ۔ امام ابوحنیفہ سے افقہ یعنی احادیث وآثار کا علم رکھنے والا اور بہت اچھی نماز پڑھنے والا مجھے نہیں مل سکا۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳: ۳۴۵، الخیرات الحسان: ۸۰)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں، **ویفتی بقول ابی حنیفة وقد سمع منه شیئاً کثیراً۔ وکان یحیٰ بن سعید القطان یفتی بقوله ایضاً۔**

امام وکیع امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے اور انہوں نے امام ابوحنیفہ سے کثیر احادیث سنیں تھیں۔ اور امام یحییٰ بن سعید قطان بھی امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ (تہذیب الکمال ج ۱۰: ۵۳۶، تاریخ بغداد، ایضاً)

امام بخاری کے شیخ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ نے فرمایا،

امام ابوحنیفہ ﷺ سے سفیان ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشام، وکیع، عباد بن عوام اور جعفر بن عون رحمہم اللہ نے روایت کی ہے۔ امام ابوحنیفہ ﷺ ثقہ ہیں، ان میں کوئی عیب نہیں اور امام شعبہ رحمہ اللہ انکے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے۔

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا، ہمارے اصحاب امام ابوحنیفہ اور انکے اصحاب کے بارے میں زیادتی کرتے تھے تو ان سے پوچھا گیا، کیا امام اعظم ﷺ کے متعلق جھوٹ کی نسبت صحیح ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں وہ اس عیب سے بلند تر اور پاک ہیں۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲: ۱۴۹)

جب کوئی شخص امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے سامنے امام اعظم ﷺ کی برائی بیان کرتا تو وہ دو اشعار پڑھتے جنکا مفہوم یہ ہے، ''لوگوں نے اس نوجوان سے حسد کیا کیونکہ وہ اسکے رتبہ کو نہ پہنچ سکے لہٰذا لوگ اب اسکے مخالف اور دشمن بنے ہوئے ہیں۔ جس طرح خوبصورت عورت کی سوکنیں حسد اور جلن کی وجہ سے اسکے خاوند سے کہتی ہیں کہ وہ تو بدصورت ہے''۔ (ذیل الجواہر ج ۲: ۴۶۸)

امام ذہبی شافعی رحمہ اللہ نے امام ابوداؤد رحمہ اللہ کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے، **ان ابا حنیفة کان اماماً**۔ ''بیشک ابوحنیفہ امام تھے''۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج ۱: ۱۶۰)

صحاح ستہ کے راوی حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا ارشاد ہے، **لا تقولوا رای ابی حنیفة ولکن قولوا تفسیر الحدیث** ۔ ''اسے امام ابوحنیفہ کی رائے نہ کہو بلکہ یہ کہو کہ یہ حدیث کی تفسیر ہے''۔ (مناقب الامام للموفق ج ۲: ۵۱)

مؤرخ شہیر علامہ ابن خلدون رقمطراز ہیں، **ویدل علی انه من کبار المجتهدین فی علم الحدیث اعتماد مذهبه بینهم والتعدیل علیه واعتباره رداً وقبولاً۔**

''علمِ حدیث میں امام ابوحنیفہ ﷺ کے بڑے مجتہدین میں سے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ انکے مذہب پر اعتماد کیا جاتا ہے اور رد وقبول میں ان پر اعتبار کیا

جاتا ہے"۔

(مقدمہ:۴۴۵طبع مصر)

شارح بخاری امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، امام یحییٰ بن معین نے فرمایا، "امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ثقہ اور صادق ہیں اوران پر جھوٹ کی تہمت نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے امین اور حدیث میں سچے ہیں"۔

عبداللہ بن مبارک، سفیان ابن عیینہ، اعمش، سفیان ثوری، عبدالرزاق، حماد بن زید اور وکیع جیسے ائمہ کبار اور ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی، احمد بن حنبل اور بہت سے دیگر ائمہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تعریف کی ہے۔

(بنایہ شرح ہدایہ ج۱:۷۰۹)

غیر مقلدین اپنے امام ابن تیمیہ ہی کی کتاب پڑھ لیں۔ انہوں نے امام مالک و امام شافعی و امام احمد وغیرہ کے ساتھ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا ذکر کر کے انہیں بھی ائمة الحدیث و الفقه یعنی "حدیث وفقہ کا امام" قرار دیا ہے۔

(منہاج السنۃ ج۱:۲۳۱)

ان دلائل سے ثابت ہوگیا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ امامِ اعظم ہیں، کثیر الحدیث اور حافظ الحدیث ہیں، ثقہ اور صادق ہیں، حدیث وفقہ کے امام ہیں، آپ کی مرویات صحیح احادیث ہیں، گویا آپ "امیر المؤمنین فی الحدیث والفقہ" کے منصب پر فائز ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

لقد زان البلاد ومن علیها ... امام المسلمین ابی حنیفة

فما فی المشرقین له نظیر ... ولا فی المغربین ولا بکوفة

بان الناس فی فقه عیال ... علی فقه الامام ابی حنیفة

فلعنة ربنا عدد رمل ... علی من رد قول ابی حنیفة

"مسلمانوں کے امام ابوحنیفہ نے شہروں اور وہاں رہنے والوں کو زینت بخشی۔ کوفہ ہی نہیں بلکہ مشرق ومغرب یعنی روئے زمین پر اُن جیسا کوئی نہیں۔ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کی فقہ کے محتاج ہیں۔ اُس پر ریت کے ذروں کے برابر اللہ کی لعنت ہو جو امام ابوحنیفہ کے قول کو مردود قرار دے"۔

(جامع الاحادیث جلد۱:۲۷۱)

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

40- حدثنا حماد عن ابراهیم عن علقمة والاسود عن ابن مسعود، ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یرفع یدیه الا عند افتتاح الصلوة ولا یعود لشئ من ذلک۔

(مسند امام ابوحنیفہ ج۱:۳۵۲)

حماد نے بیان کیا، وہ ابراہیم نخعی سے وہ علقمہ اور اسود سے، وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے سوائے نماز کے شروع کے وقت پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

"ابراهیم عن علقمه عن عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ" اتنی سند تو صحیح بخاری میں کئی جگہ موجود ہے۔ امام اعظم کے استاد حضرت حماد بن ابی سلیمان کے بارے میں محدثین کرام کے اقوال ملاحظہ کیجیے۔

تعارف امام حماد بن ابی سلیمان:

امام حماد رضی اللہ عنہ مشہور تابعی ہیں۔ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ حضرت ابراہیم نخعی نے اپنی زندگی میں فرمادیا تھا، "میرے بعد حماد بن ابی سلیمان سے مسائل دریافت کرنا"۔

امام شعبہ نے آپ کو "صدوق اللسان" فرمایا۔ امام ابن حجر نے آپ کو صدوق وفقیہ کہا۔ امام عجلی نے فرمایا، حماد ثقہ ہیں اور ابراہیم کے اصحاب میں

سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔(تہذیب)

امام ذہبی لکھتے ہیں، آپ ائمہ فقہاء میں سے ایک امام ہیں۔آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے اور ابراہیم نخعی سے فقہ حاصل کی ہے۔

ابن عدی نے کہا، ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں۔

امام یحیٰی بن معین نے کہا، یہ ثقہ ہیں۔

امام ابوحاتم نے کہا، آپ صدوق یعنی سچے ہیں۔(میزان الاعتدال:۵۹۵)

امام یحیٰی بن سعید قطان اور امام بخاری نے بھی آپ کی تعدیل کی ہے۔امام بخاری، امام مسلم اور دیگر ائمہ نے آپ سے روایت لی ہے۔رحمہم اللہ تعالیٰ

۱۲۰ھ میں آپ کا وصال ہوگیا۔آپ کے بعد آپ کے لائق و فائق شاگرد امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ آپ کی درسگاہ میں مسند آراء ہوئے اور کچھ ہی عرصے میں یہ درسگاہ حدیث و فقہ کا سب سے بڑا اور معتبر حلقہ بن گئی۔ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

41- ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن الاسود ان عبداللہ بن مسعود کان یرفع یدیہ فی اول التکبیر ثم لا یعود الیٰ شیٔ من ذالک ویأثر ذالک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت امام ابوحنیفہ حضرت حماد سے، وہ حضرت ابراہیم نخعی سے اور وہ حضرت اسود سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے اسکے علاوہ نماز میں کسی جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے اور اس عمل کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔(جامع المسانید ج۱:۳۵۵)

اس حدیث کی سند کا ہر راوی ثقہ ہے اور یہ سب اپنے زمانے کے بہترین متقی، عظیم محدث اور جلیل القدر فقیہ ہیں اس لیے اس سند کو ''سنہری سند'' کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

تعارف امام عبدالرزاق:

امام عبدالرزاق ابن ہمام رضی اللہ عنہ جلیل القدر محدث اور فقیہ ہیں۔آپ امام اعظم کی تدوینِ فقہ کی مجلس کے اہم رکن تھے۔علامہ ذہبی نے آپ کا تذکرہ یوں شروع کیا ہے، احد الاعلام الثقات۔آپ نے امام اعظم اور دیگر اکابر محدثین سے احادیث روایت کی ہیں۔(تذکرۃ الحفاظ، تبییض الصحیفہ)

اکابر ائمہ حدیث مثلاً سفیان بن عیینہ، یحیٰی بن معین، احمد بن حنبل، علی بن المدینی نے فنِ حدیث میں آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔علم حدیث میں آپ کی شہرت اس قدر تھی کہ لوگ دور دراز سے سفر کرکے آپ کی خدمت میں حدیث سیکھنے آتے تھے۔بعض علماء کا قول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کے پاس اس قدر دور دراز سے طویل فاصلے طے کرکے لوگ نہیں گئے۔رحمہم اللہ تعالیٰ

مسند امام احمد اور صحاح ستہ میں آپ کی روایت سے کثیر حدیثیں موجود ہیں۔حدیث کی ضخیم کتاب ''مصنّف عبدالرزاق'' آپ ہی کی تصنیف ہے جس میں وہ معروف ''حدیثِ نور'' موجود ہے جس میں آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، ''اللہ نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا''۔اس حدیثِ نور کو عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکروں نے مصنف سے خارج کرنے کی سازش کی جو اہلِ علم نے ناکام بنادی۔علامہ ذہبی نے اس کتاب کو ''علم کا خزانہ'' فرمایا ہے۔

امام بخاری نے آپ سے 118 اور امام مسلم نے 646 احادیث روایت کی ہیں۔امام عبدالرزاق کے بارے میں امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا گیا کہ حدیث کی روایت میں کیا آپ نے امام عبدالرزاق سے بہتر کسی کو دیکھا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا، ''نہیں''۔(میزان الاعتدال)

امام ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں کہتے ہیں، ''امام عبدالرزاق کو کثیر محدثین نے ثقہ کہا ہے اور آپ کتبِ صحاح کے راوی ہیں''۔۲۱۱ھ میں یمن میں آپ کا وصال ہوا۔

امام عبدالرزاق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں،

42- عن حصين عن ابراهيم ان ابن مسعود كان يرفع يديه في اول شيء ثم لا يرفع بعد۔(مصنف عبدالرزاق ج۲:۷۱)

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

تعارف امام محمد بن حسن:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ ۱۳۲ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ رب تعالی نے آپ کو خاص صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ آپ نے چار سال امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے درس لیا پھر ان کے وصال کے بعد امام ابو یوسف، مسعر بن کدام، سفیان ثوری، امام مالک اور امام اوزاعی وغیرہ رحمہم اللہ سے اکتسابِ فیض کیا۔ اس طرح آپ کم عمری ہی میں عالم وفقیہ بن گئے اور صرف بیس برس کی عمر میں کوفہ کی مسجد میں امام محمد کا حلقۂ درس قائم ہو چکا تھا۔ (مناقب للکردری، ج۲:۱۵۰، تاریخ بغداد ج۲:۱۷۴)

آپ کے تلامذہ بیشمار ہیں جن میں امام شافعی، یحیٰی بن معین، محمد بن سماعہ، ہشام بن عبیداللہ، علی بن مسلم، عمر بن ابی عمرو، قاسم بن سلام، یحیٰی بن صالح وغیرہ رحمہم اللہ تعالی نے آپ سے احادیث روایت کیں۔ (مناقب الامام وصاحبیہ للذہبی:۵۰)

آپ نے نوسو سے زیادہ دینی کتب تصنیف فرمائیں۔ ۱۸۹ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

آپ حق گوئی کا عظیم پیکر تھے۔ خلیفہ ہارون رشید نے آپکو"رَقہ" کا قاضی مقرر کیا تھا۔ ایک بار خلیفہ کے دربار میں بیٹھے تھے کہ خلیفہ کی آمد ہوئی سب لوگ کھڑے ہوگئے، لیکن آپ کھڑے نہ ہوئے۔ خلیفہ نے آپ کو خلوت میں بلا کر سبب پوچھا، تو آپ نے فرمایا، آپ نے مجھے علماء کی صف میں شامل کیا ہے اسلیے میں نے آپ کے خادموں کی صف میں شامل ہونا پسند نہ کیا۔ (اخبار ابی حنیفہ وصاحبیہ:۱۲۰)

امام شافعی کے والد کے وصال کے بعد انکی والدہ سے امام محمد نے نکاح کر لیا تھا۔ آپ ہی نے امام شافعی کی دینی تربیت فرمائی جس کے باعث امام شافعی کا ارشاد ہے کہ "علمِ فقہ میں مجھ پر سب سے بڑا احسان امام محمد رحمہ اللہ کا ہے"۔

آپ ہی کا ارشاد ہے،"میں نے ان سے زیادہ فصیح کوئی نہیں پایا، وہ جب گفتگو فرماتے تو یوں محسوس ہوتا کہ گویا قرآن انہی کی لغت میں نازل ہوا ہے"۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے یہ اقوال بھی مشہور ہیں کہ"میں نے آپ سے زیادہ عقل مند کوئی نہیں دیکھا"۔ (تاریخ بغداد، ج۲:۱۷۵)

"اللہ تعالی نے علم میں دو حضرات کے ذریعہ میری مدد فرمائی، حدیث میں ابن عیینہ سے اور فقہ میں امام محمد بن حسن سے"۔ (الجواہر المضیہ)

امام ذہبی نے لکھا ہے، امام شافعی نے فرمایا، میں نے محمد بن حسن سے بڑا قرآن کا عالم نہیں دیکھا۔ (مناقب الامام وصاحبیہ:۵۱) رحمہم اللہ تعالی

ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا، آپ ایسے دقیق مسائل کہاں سے بیان فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا، امام محمد رحمہ اللہ کی کتابوں سے۔

(مناقب الامام وصاحبیہ للذہبی:۵۴، تاریخ بغداد، ج۲:۱۷۷)

خطیب بغدادی نے امام محمد کے تذکرہ کے آخر میں حضرت محمویہ جو ابدال میں شمار ہوتے تھے، ان کا یہ ارشاد نقل کیا ہے،

"میں نے خواب میں امام محمد بن حسن کو دیکھا تو پوچھا، آپ کا انجام کیا ہوا؟ کہا، اللہ تعالی نے مجھ سے فرمایا، اگر تمہیں عذاب دینا ہوتا تو یہ علم عطا نہ کرتا۔ میں نے پوچھا، امام ابو یوسف کا کیا حال ہے؟ فرمایا، وہ مجھ سے اوپر درجے میں ہیں۔ پوچھا، اور امام ابوحنیفہ؟ فرمایا، وہ امام ابو یوسف سے بہت درجے اوپر ہیں"۔ رحمہم اللہ

(تاریخ بغداد ج۲:۱۸۲)

امام محمد پر جرح کا جواب:

غور فرمایئے کہ جس ہستی کے امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ جیسے جلیل القدر امام شاگرد ہوں، اس کے امام، ثقہ اور حجت ہونے میں سوائے جاہل یا

حاسد کے، کسے شک ہوسکتا ہے۔ متعصب وکذاب غیر مقلد زبیر علیزئی نے جزء رفع الیدین کے صفحہ ۲۳، ۳۲ اور ۴۳ پر حاشیہ میں امام محمد بن حسن شیبانی کو کذاب لکھا، نور العینین کے صفحہ ۲۷ پر بھی آپ کو کذاب لکھا۔ یہ غیر مقلد حسد اور تعصب میں اس قدر اندھا ہو چکا کہ اسے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توثیق وتعدیل میں اکابر محدثین کے بیشمار اقوال نظر نہ آئے۔ بعض اقوال اوپر مذکور ہوئے اور بعض پیشِ خدمت ہیں۔

جلیل القدر محدث اور نقدِ رجال کے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "میں نے الجامع الصغیر، امام محمد بن حسن سے لکھی ہے"۔

(مناقب الامام وصاحبیہ للذہبی: ۵۱، تاریخ بغداد ج ۲: ۱۷۶)

چونکہ امام یحییٰ بن معین صرف ثقہ راوی سے روایت کرتے ہیں اس لیے یہ بات ثابت ہوگئی کہ انکے نزدیک امام محمد ثقہ ہیں۔ یہ وہی یحییٰ بن معین ہیں جن کی طرف متعصب وکذاب غیر مقلد نے کذاب والی جرح کو منسوب کیا ہے۔

مقامِ غور ہے کہ اگر آپ امام محمد رحمہ اللہ کو کذاب سمجھتے تو ان سے الجامع الصغیر کیوں لکھتے؟؟ پس یہ جرح باطل ومردود ہے۔

امام دار قطنی رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ کے متعلق کہا، وہ ترک کیے جانے کے مستحق نہیں۔ (ایضاً: ۱۸۱) علامہ کوثری لکھتے ہیں کہ امام دار قطنی نے غرائب مالک میں رکوع سے سر اٹھانے کی روایت پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا، مجھ سے بیس قابلِ اعتماد حفاظِ حدیث نے یہ حدیث بیان کی۔ پھر انہوں نے محدثین کے نام لیے تو سب سے پہلے امام محمد بن حسن کا نام لیا۔ (حاشیہ مناقب الامام ابی حنیفہ: ۵۵)

حافظ ابن حجر نے فرمایا، امام بخاری کے استاد علی بن مدینی نے امام محمد کو صدوق قرار دیا ہے۔ (تعجیل المنفعت: ۴۱۰)

امام ذہبی رقمطراز ہیں، "محمد بن حسن شیبانی، فقہاء میں سے تھے، امام نسائی وغیرہ نے انہیں حافظہ کے اعتبار سے لیّن (کمزور) کہا۔ آپ امام مالک وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ علم اور فقہ کے سمندر تھے۔ امام مالک سے روایت میں آپ قوی ہیں"۔ (میزان الاعتدال ج ۳: ۵۱۳) رحمہم اللہ تعالیٰ

جو امام جرح کرنے میں متشدد ومسرف مشہور ہیں ان میں ابو حاتم، امام نسائی، ابن حبان وغیرہ بھی ہیں جیسا کہ غیر مقلد عالم عبد الرحمٰن مبارکپوری نے لکھا ہے۔ (دیکھئے ابکار المنن: ۲۲۲) اور متشدد کی جرح قبول نہیں کی جاتی۔ امام دار قطنی رحمہ اللہ کے بقول "ملیّن الحدیث کہنے سے راوی عدالت کے درجے سے ساقط نہیں ہوتا" جبکہ کذاب ساقط العدالت ہوتا ہے۔ لہٰذا امام نسائی رحمہ اللہ کے "ملیّن" کہنے نے امام محمد رحمہ اللہ سے کذب کی جرح کو تو بہرحال دور کردیا۔ والحمد للہ۔

امام نسائی کی یہ تنقید ناقابلِ فہم ہے کیونکہ انہوں نے امام محمد کا زمانہ نہیں پایا، یقیناً ان سے کسی حاسد نے اپنی جلن کا اظہار کیا ہوگا۔ دوم یہ کہ جس شخص کا حافظہ کمزور ہو وہ چاہے امام مالک سے روایت کرے یا کسی دوسرے سے، اسکا حافظہ بہرصورت کمزور ہی رہے گا۔ جب امام مالک سے روایت میں امام محمد کو قوی تسلیم کرلیا گیا تو ثابت ہوگیا کہ ان پر حافظے کی کمزوری کا الزام غلط ہے۔ اسکی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ علامہ عبد القادر بن ابوالوفا نے لکھا ہے، آپ نے صرف ایک ہفتہ میں قرآن کریم حفظ کرلیا تھا۔ (الجواہر المضیہ ج ۲: ۵۲۸)

خطیب بغدادی کے استاد امام ابو عبد اللہ الصیمری رقمطراز ہیں، امام شافعی نے فرمایا، میں نے امام محمد بن حسن سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا ہے۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ۱۲۳) رحمہم اللہ تعالیٰ۔ غیر مقلد مولوی عبد الرحمٰن مبارکپوری نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۲۱۱)

متعصب غیر مقلد کہتا ہے، امام عقیلی نے امام محمد کو کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ عقیلی نے صحاح ستہ کے کثیر راویوں کو کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے بلکہ امام بخاری کے استاد امام علی بن مدینی کو بھی اسی کتاب میں درج کر کے ان پر جرح بھی کی ہے۔ (کتاب الضعفاء الکبیر ج ۳: ۲۳۵)

اسی طرح ابن عدی نے الکامل فی الضعفاء میں صحیح بخاری کے ثقہ راویوں کو بھی ضعیف قرار دیکر ان پر جرح کی ہے۔ ابو حاتم رازی اور امام ابوزرعہ نے تو امام بخاری ہی کی حدیثوں کو ترک کردیا تھا۔ (الجرح والتعدیل ج ۷: ۱۹۱)

کیا غیر مقلد ان جرحوں کو تسلیم کریں گے؟ یقیناً نہیں۔ پس جس طرح آپ ان محدثین کو اس لیے ثقہ مانتے ہیں کہ ان کی تعدیل دوسرے ائمہ سے ثابت ہے اسی طرح تعصب چھوڑ کر امام محمد کو بھی ثقہ مان لیجیے کیونکہ ان کی تعدیل وتوثیق بھی بیشمار ائمہ محدثین سے ثابت ہے۔ الحمد للہ حمداً کثیرا۔

علامہ محمد بن علوی مکی مالکی لکھتے ہیں، ''امام محمد کے بارے میں جتنے بھی طعن کیے گئے وہ سب مردود ہیں۔ کون سا عالم ہے، جس پر کسی نہ کسی وجہ سے طعن نہ کیا گیا ہو۔ ابن معین اور عجلی نے امام شافعی کے متعلق کہا، وہ ثقہ نہیں ہیں۔

ابن عدی نے امام ابوحنیفہ پر، امام ابوزرعہ نے امام بخاری پر، یحییٰ بن سعید نے ابراہیم بن سعد پر، امام نسائی نے احمد بن صالح پر، احمد بن صالح نے حرملہ پر اور ابن اسحاق نے امام مالک پر طعن کیا ہے اور یہ وہ طعن ہے جسے امت نے پرکاہ کی بھی وقعت نہیں دی''۔ (مقدمہ مؤطا امام محمد:۳۰ بحوالہ انوار المسالک:۱۶۵) رحمہم اللہ تعالیٰ

بعض غیر مقلد امام احمد بن حنبل کی طرف امام محمد پر جرح منسوب کرتے ہیں جو سراسر باطل ہے۔ اس حوالے سے محدث و امام سمعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

وروی عن احمد بن حنبل قال اذا کان فی المسئلة قول ثلاثة لم تسمع مخالفتهم فقلت من هم قال ابو حنیفة و ابو یوسف و محمد بن الحسن۔

امام احمد بن حنبل سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا، جب تینوں کسی مسئلے میں متفق ہو جائیں تو ان کے خلاف بات نہیں سنی جائے گی۔ پوچھا گیا، وہ تین کون ہیں؟ تو فرمایا، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد بن حسن رحمہم اللہ۔

(انساب ج ۳:۴۸۴، مطبوعہ بیروت)

مقامِ غور ہے کہ امام احمد بن حنبل جن ائمہ کرام کی اس قدر تعریف فرما رہے ہوں، کیا وہ ان کی مذمت کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ یہ متعصب غیر مقلدوں کا فریب ہے۔

امام ذہبی نے لکھا ہے، امام شافعی نے امام محمد بن حسن کے ساتھ حدیث میں دلیل قائم کی ہے۔ (مناقب الامام وصاحبیہ:۵۹) چنانچہ امام شافعی نے اپنی مسند میں اور کتاب الام میں امام محمد سے کئی روایات بیان کی ہیں۔ امام حاکم نے بھی امام محمد سے مستدرک میں حدیث روایت کی ہے اور اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (حدیث نمبر ۷۹۰)

امام ذہبی نے بھی تلخیص میں اسے صحیح فرمایا ہے۔ امام ہیثمی نے آپ کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۶:۱۰۱) رحمہم اللہ تعالیٰ

گویا ان محدثین کرام کے نزدیک امام محمد بن حسن رحمہ اللہ ثقہ و صدوق ہیں۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام محمد بن حسن نے فرمایا، میں امام مالک کے دروازے پر تین سال تک رہا، اور خود ان سے سات سو سے زیادہ حدیثیں سنیں۔ امام شافعی نے فرمایا، جب امام محمد بن حسن، امام مالک کی حدیثیں بیان کرتے تھے تو انکا مکان لوگوں سے بھر جاتا تھا۔ (مناقب الامام وصاحبیہ للذہبی:۵۲)

محدث و فقیہ امام ابوعبداللہ حسین بن علی الصیمری (م ۴۳۶ھ) رقمطراز ہیں،

ابوسلیمان جوزجانی اور معلیٰ بن منصور نے امام محمد بن حسن اور امام ابویوسف سے انکی تمام کتب اور امالی روایت کی ہیں۔ پھر محمد بن سماعہ کے متعلق فرماتے ہیں، وہ ثقہ حفاظ میں سے ہے اور اس نے امام ابویوسف سے نوادر اور امام محمد بن حسن سے انکی تمام کتب روایت کی ہیں۔ (اخبار ابوحنیفہ واصحابہ:۱۵۴) رحمہم اللہ تعالیٰ

آپ کی تصانیف میں مؤطا امام محمد اور کتاب الآثار اس لیے مشہور ہیں کہ مؤطا میں آپ نے امام مالک رحمہ اللہ سے ایک ہزار سے زائد احادیث روایت کی ہیں جبکہ کتاب الآثار میں آپ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی احادیث روایت کی ہیں۔ نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی اپنی کتاب ''اتحاف النبلاء'' میں اس حقیقت کا اقرار کیا ہے۔ (دیکھیے صفحہ ۱۶۷، ۱۴۳)

آپ کی دیگر تصانیف میں المبسوط، الزیادات، الجامع الصغیر، الجامع الکبیر، السیر الصغیر، السیر الکبیر، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ، کتاب الحج وغیرہ شامل ہیں۔

حاجی خلیفہ نے لکھا ہے کہ اہلِ کتاب کا ایک فلسفی امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب المبسوط پڑھ کر ایمان لے آیا، اور کہنے لگا، جب تمہارے چھوٹے محمد کی یہ کتاب

ہے تو بڑے محمد (ﷺ) کی کتاب کا کیا حال ہوگا! (کشف الظنون:١٠٨١)

43- قال محمد اخبرنا الثوری حدثنا حصین عن ابراهیم عن ابن مسعود انه کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوة۔

امام محمد نے فرمایا، ہمیں سفیان ثوری نے خبر دی، انہوں نے کہا، ہم سے حصین نے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت ابراہیم سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بیشک وہ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ (مؤطا امام محمد:٩١)

امام محمد رحمہ اللہ کی دیگر روایات حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ضمن میں بیان ہونگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

تعارف امام طحاوی:

حافظ الحدیث امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی رحمہ اللہ، مصر کی ایک بستی 'طحا' میں ٢٣٧ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ تیسری صدی ہجری کے عظیم محدث اور بیمثل فقیہ تھے۔ تاریخ میں ایسے جامع لوگ بہت نایاب ہیں جنہیں حدیث اور فقہ دونوں شعبوں میں سند کی حیثیت حاصل ہو اور وہ دونوں علوم میں امامت کے مقام پر فائز ہوں۔ امام طحاوی کو رب تعالیٰ نے وہ نمایاں مقام عطا فرمایا ہے کہ محدثین آپ کو حافظ الحدیث اور امام قرار دیتے ہیں اور فقہاء آپ کو مجتہد منتسب کا درجہ دیتے ہیں۔

محدث علی قاری کے بقول: آپ ان مجتہدین میں سے ہیں جو ان مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں جن میں صاحبِ مذہب سے کوئی روایت منقول نہ ہو۔

امام طحاوی کے علم وفضل اور ثقاہت وصداقت کا ہر دور میں اہلِ علم نے اعتراف کیا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا، امام طحاوی کی ثقاہت، دیانت، علمِ حدیث پر کامل عبور اور حدیث کے ناسخ ومنسوخ میں مہارت پر اجماع ہو چکا ہے۔

حافظ ابن عبدالبر مالکی نے کہا، آپ اہلِ کوفہ کی روایات اور مسائلِ فقہیہ کی سب سے زیادہ معرفت رکھتے تھے اور تمام مذاہبِ فقہاء کے عالم تھے۔

امام سیوطی نے فرمایا، آپ حدیث وفقہ کے امام، علومِ دینیہ کے ماہر، حافظ، صاحبِ تصانیف، ثقہ، ثبت اور فقیہ ہیں۔ آپ کے بعد آپ جیسا کوئی دوسرا نہیں ہوا۔

علامہ سمعانی نے کہا، آپ امام عاقل اور ثقہ شخصیت تھے۔ انکے وصال کے بعد دنیا آج تک انکی نظیر پیش نہیں کر سکی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

امام طحاوی نے احمد بن ابی عمران سے فقہ حنفی کا علم حاصل کیا، اس طرح امام اعظم تک آپ کی سندِ فقہ یہ ہوئی۔ احمد بن ابی عمران عن محمد بن سماعة عن ابی یوسف عن امام ابی حنیفه۔ آپ نے مصر اور شام کے اکابر محدثین سے تحصیلِ علم کیا۔ ائمہ محدثین اور علماءِ رجال نے علم الحدیث میں امام طحاوی کے فضل وکمال کا اعتراف کیا ہے۔ ابو سعید بن یونس نے تاریخ علماءِ مصر میں لکھا، آپ صاحبِ ثقاہت اور صاحبِ فقہ تھے، آپ کے بعد آپ جیسا کوئی نہ ہوا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

امام ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کا تذکرہ یوں کیا ہے، الطحاوی الامام الحافظ صاحب التصانیف البدیعة ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامه۔

پھر لکھا ہے، امام ابن یونس نے کہا، طحاوی ثقہ، ثبت، فقیہ، عاقل ہے۔ اس نے اپنے بعد اپنی مثل نہیں چھوڑا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ٣:٢١)

حافظ ابن حجر نے ابن یونس کا مذکورہ قول لکھ کر امام مسلمہ بن قاسم اندلسی کا قول لکھا، امام طحاوی ثقہ جلیل القدر فقیہ ہیں۔ محمد بن اسحاق الندیم نے الفہرست میں امام طحاوی کو اپنے زمانے کا یکتا امام قرار دیا۔ (لسان المیزان)

علامہ ابن کثیر آپ کے متعلق رقمطراز ہیں، امام طحاوی مفید تصانیف اور قیمتی فوائد کے مالک ہیں۔ آپ حدیث کی روایت میں ثقہ ثبت اور بڑے حفاظِ حدیث میں سے ایک ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ج ١١:١٧٤) رحمہم اللہ تعالیٰ

امام الوہابیہ ابن عبدالوہاب نجدی کے مجموعۂ رسائل "الجامع الفرید" میں امام طحاوی کو امام کبیر، محدث، فقیہ، محافظِ دین، ثقہ، جید عالم اور بیمثل دانشمند لکھا ہے۔

امام ذہبی نے تاریخ کبیر میں لکھا، امام طحاوی بہت بڑے فقیہ، محدث، حافظ، معروف شخصیت، ثقہ راوی، جید عالم اور عقلمند انسان تھے۔ حافظ ابن کثیر کے حوالے سے لکھا، امام طحاوی جید عالم اور بلند پایہ محدث تھے۔ (صفحہ ١٠۴، ١٠٥، مترجم عطاء اللہ ثاقب)

آپ کی تصانیف کی تعداد تیس کے قریب ہے۔ان میں شرح معانی الآ ثاراور شرح مشکل الآ ثار بہت مشہور ہیں۔۳۲۱ ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

علامہ اتقانی رحمہ اللہ نے فخریہ کہا، جوشخص امام طحاوی کی علمی مہارت کا اندازہ کرنا چاہتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ شرح معانی الآ ثار کا مطالعہ کرے۔مسلکِ حنفی تو الگ رہا، کسی مذہب سے بھی اس کتاب کی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس کتاب میں احناف کی مؤید احادیث کو قوی اسانید کے ساتھ پیش کیا ہے اور احناف کے برخلاف دوسرے لوگ جو احادیث پیش کرتے ہیں، ان میں تعارض کو دور کیا ہے یا پھر ان کا ضعیف یا منسوخ ہونا واضح کیا ہے۔اس کتاب کے ذریعہ آپ نے ثابت کیا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے موقف کی بنیاد صحیح احادیث پر ہے۔امام طحاوی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں،

44- حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا نعیم ابن حماد قال ثنا وکیع عن سفیان عن عاصم ابن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبدالله عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لا یعود۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

(شرح معانی الآ ثار ج۱: ۴۶۰ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور)

45- حدثنا محمد بن النعمان قال ثنا یحیی بن یحیی قال ثنا وکیع عن سفیان فذکر مثله باسناده۔

حضرت وکیع حضرت سفیان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی سند کے ساتھ اس کی مثل روایت کیا ہے۔(ایضاً) رحمہم اللہ تعالیٰ

حضرت براء رضی اللہ عنہ کی احادیث:

46- حدثنا محمد بن الصباح البزاز نا شریک عن یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمن ابن ابی لیلی عن البراء ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوة رفع یدیه الی قریب من اذنیه ثم لا یعود۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے اور پھر ایسا نہ کرتے۔

(سنن ابوداؤد باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع)

اس حدیث پر امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے سکوت کیا ہے اور اہلِ علم جانتے ہیں کہ امام ابوداؤد جس حدیث پر سکوت کرتے ہیں وہ حدیث انکے نزدیک قابلِ استدلال ہوتی ہے۔غیر مقلد عالم عبدالرحمٰن مبارکپوری نے ابکار المنن میں یہی تحریر کیا ہے۔

47- امام ابوداؤد فرماتے ہیں، عبداللہ بن محمد زہری اور سفیان نے شریک کے مطابق یزید بن ابی زیاد سے حدیث روایت کی لیکن یہ نہیں کہا، ثم لا یعود۔ کہ پھر ایسا نہ کرتے۔سفیان نے کہا، ہم سے کوفے میں کہا گیا کہ پھر ایسا نہ کرتے۔امام ابوداؤد کے نزدیک شریک اس روایت میں منفرد ہیں کیونکہ یزید بن ابی زیاد کے دوسرے شاگرد اس حدیث میں ثُمَّ لا یَعُوْدُ کے الفاظ روایت نہیں کرتے۔

اس قول سے کوئی یہ بدگمانی نہ کرے کہ یزید نے کوفے والوں کے کہنے پر اس حدیث میں مذکورہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردیے۔کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر لازم تھا کہ محدثین ایسے راوی سے کوئی حدیث روایت ہی نہ کرتے جبکہ یزید بن ابی زیاد کتبِ صحاح کے راوی ہیں۔محدثین کا یہ فرمانا کہ پہلے ثُمَّ لا یَعُوْدُ کے بغیر حدیث روایت کرتے تھے پھر یہ الفاظ بھی روایت کرنے لگے، یہ کوئی معیوب بات نہیں۔

راوی نے کبھی حدیث کا صرف اتنا حصہ بیان کیا جس قدر حصے کی اس وقت ضرورت تھی اور کبھی مکمل حدیث بیان کی۔احادیث کو کبھی اختصار سے اور کبھی تفصیل سے بیان کرنے کی بیشمار مثالیں صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب میں موجود ہیں۔

اس حدیث پر غیر مقلدین کا اعتراض یہ ہے کہ اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے جو کہ ضعیف ہے۔اگرچہ بعض لوگوں نے ان کے حافظہ پر کلام کیا ہے لیکن کئی محدثین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔غیر مقلد عالم احمد شاکر مصری نے شرح ترمذی میں ایک جگہ لکھا،

والحق انه ثقة، قال ابن شاهین فی الثقات، قال احمد بن صالح المصری یزید بن ابی زیاد ثقة ولا یعجبنی قول من تکلم فیه، وقال ابن سعد

فی الطبقات و کان ثقة فی نفسه۔

''حق بات یہ ہے کہ یہ راوی ثقہ ہے۔ابن شاہین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔احمد بن صالح مصری نے کہا، یزید بن ابی زیاد ثقہ ہے، مجھے اسکا قول پسند نہیں جس نے اس راوی پر کلام کیا۔امام ابن سعد نے طبقات میں فرمایا، یزید بن ابی زیاد ثقہ ہے''۔(ترمذی بتحقیق وشرح احمد شاکر ج۱:۱۹۵، مطبوعہ بیروت)

انہی غیر مقلد عالم نے ایک اور حدیث کے تحت لکھا، اس حدیث کا دارومدار یزید بن ابی زیاد پر ہے اور وہ ثقہ ہے، اسکی حدیث صحیح ہے۔ (ایضاً ج۲:۴۰۹)

غیر مقلدین کو کم از کم اپنے عالم کی گواہی تو مان لینی چاہیے۔

تحقیق یہ ہے کہ یہ حدیث یزید بن ابی زیاد کے علاوہ دوسرے حضرات مثلاً عیسیٰ اور حَکَم سے بھی مذکورہ الفاظ کی زیادتی کے ساتھ مروی ہے۔یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یزید بن ابی زیاد سے مذکورہ الفاظ روایت کرنے میں شریک منفرد نہیں ہیں بلکہ انکے علاوہ سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ہشیم، ابن ادریس، محمد بن ابی لیلیٰ، اسماعیل بن زکریا، اسرائیل بن یونس وغیرہ نے بھی ثُمَّ لَا یَعُوْدُ کا مضمون روایت کیا ہے۔

یہ احادیث اکابر ائمہ مثلاً امام عبدالرزاق، امام ابن ابی شیبہ، امام ابوداؤد، امام طحاوی، امام ابویعلیٰ، امام بیہقی وغیرہ نے روایت کی ہیں۔رحمہم اللہ تعالیٰ

امام بخاری وامام مسلم کے استاذ الاستاذ امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں،

48- عن الثوری عن یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب قال کان رسول اللہ ﷺ اذا کبر رفع یدیه حتی یدی ابهامه قریباً من اذنیه۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا ومولیٰ ﷺ جب تکبیر تحریمہ کہتے تو دونوں ہاتھ بلند کرتے حتیٰ کہ وہ آپ کے کانوں کے قریب ہوجاتے۔

49- عبدالرزاق عن ابن عیینة عن یزید عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب مثله وزاد قال مرة واحدة ثم لا تعد لرفعها فی تلک الصلوة۔

امام عبدالرزاق سفیان بن عیینہ سے، وہ یزید سے، وہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے اور وہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اسی (سابقہ حدیث) کی مثل روایت کرتے ہیں اور سفیان بن عیینہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے یہ اضافہ کیا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

حضور اکرم ﷺ ایک ہی بار ہاتھ اٹھاتے تھے پھر اس نماز میں دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔(مصنف عبدالرزاق ج۲:۷۱)

امام ومحدث ابویعلیٰ رحمہ اللہ نے بھی حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث کو تخریج کیا ہے۔تین احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

50- حدثنا اسحق حدثنا هیشم عن یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء قال رایت رسول اللہ ﷺ حین افتتح الصلوة کبر ورفع یدیه حتی کادتا تحاذیان اذنیه ثم لم یعد۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آقا ومولیٰ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نماز شروع کرتے وقت تکبیر کہی اور دونوں ہاتھ اٹھائے یہانتک کہ وہ کانوں کے برابر ہوگئے پھر اس کے بعد آپ نے دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔(مسند ابی یعلیٰ ج۳:۲۴۸)

51- حدثنا اسحق حدثنا وکیع حدثنا ابن ابی لیلی عن الحکم و عیسیٰ عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء ان النبی ﷺ کان اذا افتتح الصلوة رفع یدیه ثم لا یرفع حتی ینصرف۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے پھر نماز سے فارغ ہونے تک رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(مسند ابی یعلیٰ ج۳:۲۴۸)

52- حدثنا اسحق حدثنا ابن ادریس قال سمعت یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلیٰ عن البراء قال رایت رسول اللہ ﷺ رفع یدیه حین استقبل الصلوة حتی رایت ابهامیه قریبا من اذنیه ثم لم یرفعهما۔

حضرت براء ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے آقا و مولیٰ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے یہاںتک کہ میں نے آپ کے انگوٹھوں کو کانوں کے بالکل قریب دیکھا پھر اس کے بعد آپ نے دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔

(مسند ابی یعلی ج ۳: ۲۴۹)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی حضرت براء ﷺ کی حدیث کی تخریج کی ہے۔ دو احادیث ملاحظہ ہوں۔

53- حدثنا یحییٰ بن محمد بن صاعد نا محمد بن سلیمان لوین ثنا اسماعیل بن زکریا ثنا یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء انه رأی رسول الله ﷺ حین افتتح الصلوة رفع یدیه حتی حاذی بهما اذنیه ثم لم یعد الی شیٔ من ذالک حتی فرغ من صلوته۔

حضرت براء ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے آقا و مولیٰ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے یہاںتک کہ وہ کانوں کے برابر ہو گئے پھر اس کے بعد آپ نے دوبارہ رفع یدین نہیں کیا حتیٰ کہ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے۔

(دارقطنی ج ۱: ۲۹۳)

54- حدثنا ابوبکر الآدمی احمد بن محمد بن اسماعیل نا عبد الله بن محمد بن ایوب المخرمی نا علی بن عاصم نا محمد بن ابی لیلیٰ عن یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب قال رایت رسول الله ﷺ حین قام الی الصلوة فکبر و رفع یدیه حتی ساوی بهما اذنیه ثم لم یعد۔

حضرت براء ﷺ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے تکبیر کہی اور دونوں ہاتھ اٹھائے یہاںتک کہ وہ کانوں کے برابر ہو گئے۔ پھر دوبارہ آپ نے رفع یدین نہیں کیا۔ (دارقطنی ج ۱: ۲۹۴)

امام دارقطنی کے علاوہ امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ نے بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے۔

55- حدثنا احمد بن علی بن العلاء ثنا ابو الاشعث ثنا محمد بن بکر ثنا شعبة عن یزید بن ابی زیاد قال سمعت ابن ابی لیلیٰ یقول سمعت البراء فی هذا المجلس یحدث قوما منهم کعب بن عجرة قال رایت رسول الله ﷺ حین افتتح الصلوة یرفع یدیه فی اول تکبیرة۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براء ﷺ کو اس مجلس میں فرماتے سنا جس میں حضرت کعب بن عجرہ ﷺ بھی موجود تھے۔ آپ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے۔ (دارقطنی ج ۱: ۲۹۳، مسند احمد ج ۴: ۳۰۳)

امام بخاری اور امام مسلم کے استاد امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہم اللہ نے بھی حدیثِ براء ﷺ کو تخریج کیا ہے۔

56- حدثنا ابوبکر قال نا وکیع عن ابن ابی لیلی عن الحکم و عیسیٰ عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب ان النبی ﷺ کان اذا افتتح الصلوة رفع یدیه ثم لا یرفعهما حتی یفرغ۔

حضرت براء ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھاتے پھر نماز سے فارغ ہونے تک آپ دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱: ۲۳۶)

جلیل القدر محدث امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی حدیث براء ﷺ کو تخریج کیا ہے۔ تین احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

57- حدثنا ابوبکرة قال ثنا مؤمل قال ثنا سفیان قال ثنا یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلیٰ عن البر آء بن عازب قال کان النبی ﷺ اذا کبرّ لافتتاح الصلوة رفع یدیه حتیٰ یکون ابهاما ہ قریبا من شحمتی اذنیه ثم لا یعود۔

حضرت براء بن عازب ﷺ فرماتے ہیں کہ "نبی کریم ﷺ جب نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر کہتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے حتیٰ کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی لَو کے برابر ہوتے پھر دوبارہ ہاتھ نہ اٹھاتے"۔

58- حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا عمرو ابن عوان قال انا خالد عن ابن ابی لیلیٰ عن عیسیٰ بن عبدالرحمن عن ابیہ عن البرآءِ ابن عازب عن النبی ﷺ مثلہٗ۔

حضرت عیسیٰ بن عبدالرحمٰن اپنے والد سے وہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم ﷺ سے اس کی مثل روایت کرتے ہیں۔

59- حدثنا محمد بن النعمان قال ثنا یحییٰ بن یحییٰ قال ثنا وکیع عن ابن ابی لیلیٰ عن اخیہ و عن الحکم عن ابن ابی لیلیٰ عن البرآء عن النبی ﷺ مثلہٗ۔

حضرت ابن ابی لیلیٰ، حضرت براء رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے اس کی مثل روایت کرتے ہیں۔ (شرح معانی الآثار ج ۱: ۴۵۹)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے **ثم لا یعود** والا اعتراض اس لیے کیا تھا کہ انہوں نے یزید بن ابی زیاد رحمہ اللہ سے ایک اور حدیث روایت کی ہے جس میں مذکور ہے۔

60- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے، اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے۔ (بیہقی ج ۲: ۷۷)

امام بیہقی کا مطلب یہ تھا کہ یزید کی یہ حدیث متعارض ہے۔ کبھی وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور کبھی کہتے ہیں، نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا **ثم لا یعود** والی حدیث قابلِ اعتماد نہیں۔ اسکے جواب میں امام ابن عدی (م ۳۶۵ھ) رحمہ اللہ کی 'الکامل فی ضعفاء الرجال' کی عبارت ملاحظہ ہو،

ورواہ ھیشم وشریک وجماعۃ معھما عن یزید باسنادہ وقالوا فیہ "ثم لم یعد"۔

یعنی ہیشم، شریک اور انکے ساتھ ایک جماعت نے یزید بن ابی زیاد سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور سب نے اس میں **ثُم لم یعد** کا جملہ روایت کیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس حدیث میں **ثم لم یعد** بعد کا اضافہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵: ۲۷۳)

دراصل امام بیہقی نے رکوع کے وقت رفع یدین والی جو حدیث روایت کی ہے وہی نا قابلِ اعتبار ہے۔ اسکی سند میں ایک راوی ابراہیم بن بشار ہے جو امام ذہبی کے بقول حدیث کے الفاظ میں ردوبدل کرتا اور حدیث میں اپنی طرف سے الفاظ شامل کر دیتا۔ یحییٰ بن معین نے کہا، وہ کچھ نہیں۔ امام نسائی نے کہا، قوی نہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۱: ۱۰۹)

پس واضح ہو گیا کہ ابراہیم بن بشار کی وجہ سے رکوع کے وقت رفع یدین والی روایت نا قابلِ اعتماد ہے۔ اسطرح احادیث کا تعارض بھی دور ہو گیا اور امام بیہقی رحمہ اللہ کا اعتراض بھی ساقط ہو گیا۔

61- امام بیہقی نے ''خلافیات'' میں یزید بن ابی زیاد سے مذکورہ حدیث یونس بن ابی اسحاق کے واسطے سے بیان کی ہے۔

امام ابوداؤد نے حدیثِ براء رضی اللہ عنہ کو عیسیٰ اور حکم کے طریق سے بھی تخریج کیا ہے۔

62- حدثنا حسین بن عبدالرحمن انا وکیع عن ابن ابی لیلی عن اخیہ عیسیٰ و الحکم عن عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب قال رایت رسول اللہ ﷺ رفع یدیہ حین افتتح الصلوۃ ثم لم یرفعھما حتی انصرف۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ سے روایت ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے اور فارغ ہونے تک پھر نہیں اٹھائے۔

(سنن ابوداؤد باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع)

(سنن ابوداؤد میں مذکورہ حدیث میں کاتب کے سہو سے عیسیٰ والحکم کی بجائے عیسیٰ عن الحکم لکھا گیا جبکہ دیگر کتبِ احادیث مصنف ابن ابی شیبہ، مسند ابویعلی، شرح معانی الآثار وغیرہ میں یہ سند عیسیٰ والحکم مذکور ہے۔ مذکورہ کتب سے یہ احادیث ہم نے مع اسناد اوپر نقل کر دی ہیں)

الحمدللہ! دو ثقہ متابع عیسیٰ اور حکم کے ذریعے یزید بن ابی زیاد کی عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کی تائید و توثیق ہو گئی۔

اس سند پر غیر مقلدین کو اعتراض ہے کہ اس میں محمد بن ابی لیلیٰ ضعیف ہے۔ اس بارے میں جرح و تعدیل کے امام علامہ ذہبی کا قول ملاحظہ کیجیے۔ وہ

رقمطراز ہیں،

قلت حدیثه فی وزن الحسن۔ ’’میں کہتا ہوں کہ محمد بن ابی لیلیٰ کی حدیث درجہ حسن کے برابر ہے‘‘۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱:۱۲۹، مطبوعہ بیروت)

امام ذہبی کے اس فیصلے سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث حسن کے درجے میں ہے۔ اسی لیے امام ابوداؤد نے اس حدیث کے متعلق فرمایا، یہ حدیث صحیح نہیں ہے یعنی درجہ حسن کی حدیث ہے کیونکہ صحت کی نفی سے درجہ حسن کی نفی نہیں ہوتی۔ پس ان دلائل سے ثابت ہوگیا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح درجہ کی ہے جو کہ ترکِ رفع یدین کی صریح دلیل ہے اور اس کی متابع مذکورہ حدیث درجہ حسن کی ہے۔

اگر کوئی پھر بھی نہ مانے تو ہم اس حدیث کی وہ سند پیش کیے دیتے ہیں جس میں نہ تو یزید بن ابی زیاد ہے اور نہ ہی محمد بن ابی لیلیٰ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ یہ روایت سراج الامۃ امام الاعظم رضی اللہ عنہ کی مسند سے امام ابونعیم اصبہانی نے بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں،

63- حدثنا ابوالقاسم بن بالویه النیسابوری، ثنا بکر بن محمد بن عبدالله الحبال الرازی، ثنا علی، ثنا علی بن محمد بن روح ابن ابی الحرش المصیصی، سمعت ابی یحدث عن ابیه روح ابن ابی الحرش، سمعت اباحنیفة، یقول الشعبی یقول، سمعت البراء بن عازب، یقول کان رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوة رفع یدیه حتی یحاذی منکبیه لا یعود یرفعهما حتی یسلم من صلاته۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ امام شعبی نے فرمایا، میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول کریم ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے، پھر سلام پھیرنے تک پوری نماز میں رفع یدین نہیں کرتے۔

(مسند الامام ابی حنیفۃ: ۱۵۶ مطبوعہ مکتبۃ الکوثر الریاض)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے اس صحیح حدیث کو روایت کرنے والے امام شعبی رضی اللہ عنہ وہ عالی مرتبت تابعی ہیں جنہیں پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کا شرف حاصل ہے اور آپ نے دو سال حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہ کر علمِ دین حاصل کیا ہے۔

الحمدللہ! اکابر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کی روایت کردہ 17 اسناد سے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث کا صحیح وقوی ہونا روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گیا۔ رب تعالیٰ منکرین کو ضد وتعصب چھوڑ کر حق اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی احادیث:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ۹ھ میں مسلمان ہوئے تھے اسوقت آپ نے نبی کریم ﷺ کو رفع کرتے دیکھا تھا۔ غیر مقلدین کہتے ہیں، ’’آپ سردیوں میں اگلے سال ۱۰ھ میں دوبارہ آئے تھے اور اس سال بھی آپ نے رفع الیدین ہی کا مشاہدہ فرمایا۔ سنن ابی داؤد، واسنادہ صحیح۔‘‘ (نور العینین: ۱۰۳)

حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی دوسری بار موسم سرما میں بارگاہِ نبوی میں حاضری کا ذکر سنن ابوداؤد میں تین احادیث میں ہے جن میں سے کسی میں بھی نماز میں رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ ایک روایت میں ہے،

64- ثم جئت بعد ذلک فی زمان فیه برد شدید فرائت الناس علیهم جل الثیاب تحرک ایدیهم تحت الثیاب۔ اس کے عرصہ بعد میں سخت سردی کے دنوں میں حاضر ہوا تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے اوپر (گرم) کپڑے ہوتے اور وہ کپڑوں کے اندر اپنے ہاتھوں کو حرکت دیا کرتے۔ (ابوداؤد باب رفع الیدین)

دوسری روایت میں بھی حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے موسم سرما میں بارگاہِ نبوی میں حاضری کا ذکر کیا ہے لیکن اس میں بھی رکوع کے وقت رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

65- عن وائل بن حجر قال اتیت النبی ﷺ فی الشتاء فرایت اصحابه یرفعون ایدیهم فی ثیابهم فی الصلوة۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں موسمِ سرما میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کے صحابہ کو دیکھا کہ وہ نماز میں کپڑوں کے اندر ہاتھ اٹھاتے تھے۔

غیر مقلد کپڑوں میں ہاتھوں کی حرکت سے رکوع کے وقت رفع یدین مراد لیتے ہیں جبکہ ہم کہتے ہیں کہ ان احادیث میں پہلی تکبیر کے وقت ہاتھوں کو حرکت دینے کا ذکر ہے۔ اسی باب کی تیسری حدیث ملاحظہ کیجیے جس میں واضح طور پر مذکور ہے کہ صحابہ کرام کا موسم سرما میں کپڑوں کے اندر ہاتھوں کو

حرکت دینا صرف تکبیرِ اولیٰ کے وقت تھا۔یعنی اس وقت رکوع کا رفع یدین منسوخ ہو چکا تھا۔

66- حدثنا عثمان ابن ابی شیبة نا شریک عن عاصم ابن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال رأیت النبی ﷺ حین افتتح الصلوٰة رفع یدیه حیال اذنیه قال ثم اتیتهم فرایتهم یرفعون ایدیهم الی صدورهم فی افتتاح الصلوٰة وعلیهم برانس واکسیة۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کی لوتک اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ انہوں نے فرمایا،

پھر میں خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھ سینوں تک اٹھاتے اور انکے اوپر (سردی کی وجہ سے) جبے اور کمبل وغیرہ ہوتے۔(ابوداؤد باب رفع الیدین)

اس حدیث پاک میں کانوں کی لوتک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اور صرف نماز کے آغاز ہی میں رفع یدین کرنے کا ذکر ہے۔یہ دونوں باتیں احناف کے مسلک کی تائید کررہی ہیں۔الحمدللہ حمداً کثیراً

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ دوسری بار جب آپ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اس وقت تکبیر اولیٰ کے سوا نماز میں رفع یدین منسوخ ہو چکا تھا۔نیز کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی وجہ یہ تھی کہ ان پر جبے اور کمبل وغیرہ ہوتے تھے۔

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی رفع یدین کرنے سے متعلق روایات کے بارے میں رقمطراز ہیں،

67- واما حدیث وائل فقد ضاد ابرهیم بما ذکرنا عن عبدالله انه لم یکن رای النبی ﷺ فعل ما ذکر فعبد الله اقدم صحبة لرسول الله ﷺ وافهم بافعاله من وآئل قد کان رسول الله ﷺ یحب ان یلیه المها جرون لیحفظوا عنه۔

جہاں تک حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی روایات کا تعلق ہے تو حضرت ابراھیم رضی اللہ عنہ اس کے خلاف ہیں۔انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو مذکورہ عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم ﷺ سے قدیم صحبت حاصل ہے اور وہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی نسبت آپ کے افعال کو زیادہ سمجھتے ہیں اور نبی کریم ﷺ مہاجرین کو اپنے قریب کرنا پسند فرماتے تھے تاکہ وہ آپ سے مسائل یاد رکھیں۔(اس لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی روایت پر ترجیح حاصل ہے۔)

68- حدثنا علی بن معبد قال ثنا عبدالله بن بکر قال ثنا حمید عن انس قال کان رسول الله ﷺ یحب ان یلیه المهاجرون والانصار لیحفظوا عنه۔ قال ابو جعفر و قال لیلینی منکم اولوا الاحلام والنهیٰ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،سرکار دو عالم ﷺ مہاجرین وانصار کو اپنے قریب رکھنا پسند فرماتے تھے تاکہ وہ آپ سے مسائل یاد رکھیں۔امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا،تم میں سے عقل مند لوگ میرے قریب رہیں۔

69- حدثنا ابراهیم بن مرزوق قال ثنابشر بن عمر و قال ثنا شعبة قال اخبرنی سلیمان قال سمعت عمارة بن عمیر یحدث عن ابی معمر عن ابی مسعود الانصاری قال کان رسول الله ﷺ یقول لیلینی منکم اولوا الاحلام و النهی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم۔

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،رسول اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ تم میں سے عقلمند اور سمجھدار لوگ میرے قریب رہا کریں پھر جو ان سے متصل ہیں اس کے بعد ان سے متصل حضرات۔(شرح معانی الآثار:۴۶۳،۴۶۴ملخصاً)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کو تو چند دن بارگاہِ نبوی میں حاضری کا موقع ملا جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اسلام لانے والوں میں چھٹے فرد ہیں۔حضور ﷺ کے خاص خدام اور محرمِ راز صحابہ میں سے تھے۔سفر میں حضور ﷺ کی مسواک اور نعلین پاک انھی کے ذمہ ہوتی تھی۔بارگاہِ رسالت میں اس قدر حاضر رہتے کہ اجنبی حضرات آپ کو حضور ﷺ کے اہل بیت میں شمار کرتے۔

70- عن ابی موسیٰ الاشعری قال قدمت انا واخی من الیمن فمکثنا حینا ما نری الا ان عبدالله بن مسعود رجل من اهل بیت النبی ﷺ لما نری من دخوله ودخول امه علی النبی ﷺ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم یمن سے آئے اور ایک عرصہ تک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کے اہل بیت میں

سے ایک فرد سمجھتے رہے کیونکہ وہ اور انکی والدہ کاشانۂ نبوت میں اس قدر زیادہ آتے جاتے تھے۔

(بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ آقا و مولی ﷺ کی کامل اتباع کرتے تھے۔اس حوالے سے حضرت حذیفہ ﷛ فرماتے ہیں،

71- ان اشبه الناس دلا وسمتا وهديا برسول الله ﷺ لابن ام عبد۔

صحابہ کرام میں سے طریقہ، سیرت اور عادات کے لحاظ سے رسول کریم ﷺ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔

(بخاری، مشکوٰۃ باب جامع المناقب)

سرکارِ دو عالم ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود ﷛ کی فضیلت خود اپنی زبانِ حق ترجمان سے ارشاد فرمائی۔ایک حدیث میں ارشاد ہوا،

72- قال استقرؤا القرآن من اربعة من عبدالله بن مسعود وسالم مولى ابى حذيفة وابى بن كعب ومعاذ بن جبل۔(بخاری، مسلم)

قرآن مجید کی تعلیم چار لوگوں سے حاصل کرو۔ان میں سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ کا نام لیا۔

73- رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے، اُمِّ عبد کا بیٹا یعنی عبداللہ بن مسعود ﷛ میری امت کے لیے جو بھی پسند کرے وہ مجھے بھی پسند ہے اور وہ جس کو ناپسند کرے وہ مجھے بھی ناپسند ہے۔(الاکمال فی اسماء الرجال)

انہی امتیازی اوصاف کی بناء پر امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

فعبد الله من اولئک الذين كانوا يقربون من النبى ﷺ ليعلموا افعاله فى الصلوة كيف هى ليعلموا الناس ذلک فما حكوا من ذلک فهو اولىٰ مما جآء به من كان ابعد منه منهم فى الصلوة ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ ان لوگوں میں سے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے قریب رہتے تھے تاکہ وہ نماز میں آپ کے افعال کو دیکھ سکیں کہ ان کی کیا کیفیت ہے اور وہ لوگوں کو اس کہ تعلیم دیں، الہٰذا ان (حضرت ابن مسعود ﷛) کا فیصلہ دور رہنے والے حضرات (حضرت وائل ﷛) کے فیصلہ سے زیادہ بہتر ہے۔(شرح معانی الآثار:۴۶۴)

اس گفتگو کے ضمن میں امام طحاوی نے مندرجہ ذیل احادیث کو بھی روایت کیا ہے۔

74- حدثنا ابو بكر قال ثنا مؤمل قال ثنا سفيان عن المغيرة قال قلت لا ابرهيم حديث وائل انه راى النبى ﷺ يرفع يديه اذا افتتح الصلوة واذا ركع و اذا رفع راسه من الركوع فقال ان كان وائل راٰه مرّة يفعل ذلک فقد راٰه عبدالله خمسين مرة لا يفعل ذلک ۔

حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم سے حدیثِ وائل بیان کی کہ انھوں نے سرکارِ دو عالم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز شروع کرتے وقت رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت ہاتھوں کو بلند کرتے تھے۔انھوں نے فرمایا، اگر وائل ﷛ نے آپ کو ایک مرتبہ ایسا کرتے دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ ﷛ نے آپ ﷺ کو پچاس مرتبہ ایسا نہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

75- حدثنا احمد بن داؤد قال ثنا مسّدد قال ثنا خالد بن عبدالله قال ثنا حصين عن عمرو بن مرّة قال دخلت مسجد حضر موت فاذا علقمه بن وائل يحدث عن ابيه ان رسول الله ﷺ كان يرفع يديه قبل الرّكوع و بعده فذكرت ذلک لابراهيم فغضب و قال راٰه هو ولم يراه ابن مسعود ولا اصحابه۔

حضرت عمرو بن مرہ فرماتے ہیں کہ میں حضر موت کی مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضرت علقمہ اپنے والد کی روایت بیان فرما رہے تھے کہ رسول اکرم ﷺ رکوع سے پہلے اور بعد میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔میں نے یہ بات حضرت ابراہیم نخعی سے ذکر کی تو وہ غضب ناک ہوگئے اور فرمایا، کیا انھوں نے دیکھا اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ کرام ﷡ نے نہیں دیکھا؟۔(شرح معانی الآثار:۴۶۰)

امام محمد بن حسن نے یہی واقعہ روایت کرکے حضرت ابراہیم نخعی کا یہ ارشاد نقل کیا ہے،

76- ما ادرى لعله لم ير النبى ﷺ يصلى الا ذلک اليوم نحفظ هذا منه ولم يحفظه ابن مسعود واصحابه ما سمعته من احد منهم انما

كانوا يرفعون ايديهم فی بدء الصلوة حين يكبرون۔

میرا گمان ہے کہ انہوں نے اسی دن رسول اللہ ﷺ کو نماز ادا فرماتے دیکھا اور یہی انہوں نے یاد رکھا، کیا اس بات کو حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ اور ان کے اصحاب بھول گئے؟ کیونکہ میں نے ان میں سے کسی کے متعلق نہیں سنا کہ اس نے نماز کے دوران رفع یدین کیا ہو۔ بیشک وہ نماز کے شروع میں تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔(مؤطا امام محمد:٩٠، باب افتتاح الصلوۃ)

حضرت ابراہیم نخعی کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے ساتھ والے صحابہ وتابعین ﷡ میں سے کوئی ایک بھی رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ اسی لیے آپ رفع یدین والی بات کو سن کر غضب ناک ہوئے اور آپ نے اسے رد کر دیا۔ منکرین کہتے ہیں کہ حضرت وائل ﷜ تو صحابی ہیں اور حضرت ابراہیم نخعی ؒ تابعی، تو تابعی کی بات سے صحابی کے ارشاد کو کیونکر رد کیا جاسکتا ہے؟

جواب میں عرض ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی نے اپنی بات سے صحابی کے قول کو رد نہیں کیا بلکہ ان کے مقابل حضور ﷺ کے قریبی فقیہ صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ اور انکے اصحاب کی احادیث کو پیش کیا اور حضرت وائل ﷜ کی رفع یدین والی روایت پر جو منسوخ ہو چکی تھی، اسکی ناسخ احادیث کو ترجیح دی ۔

لہٰذا حضرت ابراہیم نخعی ؒ اور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کا رفع یدین والی روایات کو ترک کرنا اس بناء پر ہے کہ وہ منسوخ ہو چکیں اور ان حضرات نے آقا ومولیٰ ﷺ کے آخری افعال کو اور زیادہ صحیح احادیث کو اختیار کیا ہے۔

ابراہیم نخعی کے ارسال کی حقیقت:

غیر مقلدین اعتراض کرتے ہیں کہ ''حضرت ابراہیم نخعی ؒ کی حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ وہ ان سے احادیث روایت کرتے ہوئے ارسال کرتے ہیں یعنی درمیان کے راوی کا نام نہیں لیتے اس لیے ان کی مرسل روایات ناقابلِ اعتبار اور ضعیف ہیں''۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، مرسل روایت کو ضعیف کہنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ائمہ حضرات ثقہ وغیر ثقہ سب سے روایات لیتے ہیں۔ لہٰذا جب کوئی مرسل حدیث روایت کرتا ہے تو شبہ ہوتا ہے کہ شاید اس نے غیر ثقہ راوی سے روایت لی ہو۔

(جامع ترمذی کتاب العلل:٨١٠)

حضرت ابراہیم نخعی ؒ کا معاملہ دوسروں سے جدا ہے کیونکہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ سے ارسال اسی وقت کرتے ہیں جب انہوں نے وہ حدیث متعدد قوی راویوں سے سنی ہوتی ہے۔ وہ یہ خیال کر کے کہ کس کس کا نام لیں جب سارے راوی ثقہ اور قابلِ اعتماد ہیں تو اس وقت وہ کسی ایک کا نام لیے بغیر **عن عبداللہ بن مسعود** کہہ کر حدیث روایت کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ روایت انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ کے بہت سے شاگردوں سے سنی ہے۔ چنانچہ امام ترمذی اس کی تصدیق کرتے ہوئے رقمطراز ہیں،

77- حدثنا ابوعبيدة بن ابی السفر الكوفی نا سعيد بن عامر عن شعبة عن سليمان الاعمش قال قلت لابراهم النخعی اسند لی عن عبدالله بن مسعود. فقال ابراهيم اذا حدثتكم عن عبدالله فهو الذی سمعت واذا قلت قال عبدالله فهو عن غير واحد عن عبدالله۔(ایضاً:٨١١)

امیر المؤمنین فی الحدیث، امام شعبہ نے روایت کیا کہ امام سلیمان اعمش نے فرمایا، میں نے ابراہیم نخعی سے کہا، مجھے حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ سے سند کے ساتھ خبر دیجیے۔ حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا، جب میں حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ سے (سند کیساتھ) حدیث بیان کروں تو یہ وہی ہے جو میں نے سنا۔ اور جب میں کہوں، ''حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ نے فرمایا'' تو سمجھ لو کہ میں نے متعدد راویوں سے ان کی حدیث روایت کی۔

78- امام ابن سعد نے روایت کیا کہ آپ نے امام اعمش سے فرمایا،

اذا قلت قال عبدالله فقد سمعته من غير واحد من اصحابه واذا قلت حدثنی فلان فحدثنی فلان۔(طبقات ابن سعد ج٦:٢٧٢)

جب میں یہ کہوں کہ حضرت عبداللہ ﷜ نے فرمایا تو ان کی وہ بات میں نے ان کے ایک سے زیادہ شاگردوں سے سنی ہوتی ہے اور جب میں کہوں کہ مجھے فلاں نے یہ بات سنائی تو وہ بات میں ان کے اسی شاگرد سے سنی ہوتی ہے اس لیے میں اس کا نام ذکر کر دیتا ہوں۔

دونوں حوالوں سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم نخعی ؒ کی مرسل حدیث، غیر مرسل حدیث کے مقابلے میں زیادہ قوی ہے کیونکہ اسے انہوں نے کئی قوی

راویوں سے سنا ہوتا ہے۔اسی لیے حضرت ابراہیم نخعی کی مرسل حدیث کو صحیح حدیث قرار دیا گیا ہے۔
امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ نقدِ رجال کے جلیل القدر امام یحیٰ بن معین کا ارشاد ہے، مرسلات ابراهيم صحيحة۔الخ (سنن البیہقی ج ۱:۱۴۸)
یعنی ابراہیم نخعی کی مرسل احادیث صحیح احادیث کا درجہ رکھتی ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ
اس بارے میں عظیم محدث وفقیہ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،
فان قالوا ما ذكرتموه عن ابراهيم عن عبدالله غير متصل ، قيل لهم كان ابراهيم اذا ارسل عن عبدالله لم يرسله الا بعد صحته عنده وتواتر الرواية عن عبدالله قد قاله الاعمش اذا حدثتني فاسند فقال اذا قلت لك قال عبدالله فلم اقل ذلك حتى حدثنيه جماعة عن عبدالله واذا قلت حدثني فلان عن عبدالله فهو الذى حدثني۔
اگر وہ کہیں کہ جو کچھ تم نے بواسطہ ابراہیم، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ غیر متصل ہے تو ان سے کہا جائے گا کہ حضرت ابراہیم، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس وقت ارسال کرتے ہیں جب وہ روایت ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ مروی ہوتی ہے۔
حضرت اعمش نے ان سے کہا، مجھ سے حدیث بیان کرتے وقت سند ذکر کیا کرو۔انھوں نے فرمایا، جب میں تم سے کہوں کہ ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' تو میں یہ بات اس وقت کہتا ہوں جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک جماعت مجھ سے بیان کرتی ہے۔جب میں کہتا ہوں، فلاں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے بیان کیا تو یہ صرف اسی شخص سے روایت ہوگی جس نے مجھ سے بیان کیا۔(شرح معانی الآثار ج ۱:۴۶۴)
79- حدثنا بذلك ابراهيم بن مرزوق قال ثنا وهب او بشر بن عمر شك ابو جعفر عن شعبة عن الاعمش بذالك۔
حضرت شعبہ، حضرت اعمش سے اس کی مثل روایت کرتے ہیں۔(ایضاً)
قال ابو جعفر فاخبر ان ما ارسله عن عبدالله فمخرجه عنده اصح من مخرج ما ذكره عن رجل بعينه عن عبدالله فكذلك هذا الذى ارسله عن عبدالله لم يرسله الا ومخرجه عنده اصح من مخرج ما يرويه عن رجل بعينه عن عبدالله ۔
امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، پس انھوں نے (حضرت ابراہیم نے) بتایا کہ وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے جو ارسال کرتے ہیں تو ان کے نزدیک یہ روایت اس کی نسبت زیادہ صحیح ہوتی ہو جسے وہ کسی معین شخص کے واسطے سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔اس طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ مرسل روایت بھی ان کے نزدیک اس روایت کی نسبت زیادہ صحیح ہے جسے انھوں نے کسی معین شخص کے واسطے سے اُن سے روایت کیا۔(شرح معانی الآثار ج ۱:۴۶۵)
اس تفصیلی گفتگو سے حضرت ابراہیم نخعی کی مرسلات کے متعلق غیر مقلدین کے تمام اعتراضات هَبَاءً مَّنثُورًا کے مصداق ہوا میں بکھر کر غائب ہو گئے۔الحمدللہ حمداً کثیراً
امام طحاوی رحمہ اللہ مزید رقمطراز ہیں،
80- ومع ذلك فقد رويناه متصلا فى حديث عبدالرحمٰن بن الاسود وكذلك كان عبدالله يفعل فى سائر صلوته۔
اس کے ساتھ ساتھ ہم نے عبدالرحمٰن بن اسود کی روایت میں اسے متصل روایت کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی تمام نمازوں میں اسی طرح کرتے تھے یعنی تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہیں کرتے تھے۔
81- كما حدثنا ابن ابى داؤد قال ثنا احمد بن يونس قال ثنا ابو الاحوص عن حصين عن ابراهيم قال كان عبدالله لا يرفع يديه فى شيء من الصلوة الا فى الافتتاح ۔
حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز کے آغاز کے علاوہ کسی جگہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔(شرح معانی الآثار ج ۱:۴۶۵)
پس ان احادیث سے بھی نماز میں تکبیر اولیٰ کے سوا رفع یدین کا منسوخ ہونا ثابت ہوگیا۔یہ بھی خیال رہے کہ حضرت ابراہیم نخعی صحیح بخاری وصحیح مسلم

کے راوی ہیں۔ امام بخاری نے آپ سے 169 جبکہ امام مسلم نے 340 احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی احادیث:

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نماز میں رکوع سے قبل وبعد رفع یدین سے متعلق تین احادیث اپنی صحیح میں روایت کی ہیں۔ رفع یدین کرنے سے متعلق مذکورہ احادیث دیگر متعدد صحیح احادیث سے منسوخ ہوگئیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ (م ۲۵۶ھ) کے استاد، نامور محدث امام عبداللہ بن زبیر الحمیدی رحمہ اللہ (م ۲۱۹ھ) نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع سے قبل وبعد رفع یدین نہ کرنا روایت کیا ہے۔

82- حدثنا الحمیدی قال ثنا سفیان قال ثنا الزهری قال اخبرنی سالم بن عبدالله عن ابیه قال رأیت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوة رفع یدیه حذو منکبیه واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسه من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سالم بن عبداللہ نے بیان کیا کہ میرے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے۔ جب رکوع میں جانے کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے اور نہ ہی دونوں سجدوں کے درمیان کرتے۔ (مسند حمیدی ج ۲: ۲۷۷ مطبوعہ بیروت، قلمی نسخہ: ۷۶)

مذہب حنفی کی مؤید احادیث کا علمی طور پر جواب دینے کی سکت نہ ہونے پر غیر مقلدین نے ان احادیث میں تحریف کر کے ان کتب کو شائع کرنا شروع کر دیا۔ سنن ابوداؤد میں سے نام نہاد اہلحدیث حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث کو نکال دیا، مصنف ابن ابی شیبہ سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث سے تَحتَ السُّرَّةِ کے الفاظ نکال دیے۔

ایسے ہی مصنف عبدالرزاق میں سے حدیثِ نور والا جزء نکال دیا، اسی طرح مسند حمیدی کی مذکورہ حدیث میں سے فَلَا یَرفَع کے الفاظ نکال دیے تا کہ مضمون بدل جائے۔ اور الزام احناف پر لگا دیا کہ انہوں نے فلا یرفع کے الفاظ بڑھا دیے ہیں۔

اسی طرح صحیح ابی عوانہ کی درج ذیل حدیث جو کہ رفع یدین کے ترک پر واضح دلیل ہے اس حدیث میں بھی غیر مقلدین نے لا یرفعهما سے قبل واؤ لگا کر تحریف کر دی اور چور مچائے شور کے مصداق احناف پر واؤ نکالنے کا الزام لگا دیا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

غیر مقلدین کے بہتان کے جواب میں ہم مسند حمیدی اور صحیح ابی عوانہ کے قلمی نسخوں کا عکس پیش کر رہے ہیں۔ آپ ملاحظہ فرمائیے کہ مذکورہ الفاظ ان قلمی نسخوں میں ہیں یا نہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ دونوں قلمی نسخے غیر مقلد علماء سے تعلق رکھتے ہیں۔

مسند حمیدی کا قلمی نسخہ میاں نذیر حسین دہلوی کے دو غیر مقلد شاگردوں حافظ نذیر حسین عرف زین العابدین اور محی الدین زینبی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جبکہ صحیح ابی عوانہ کا قلمی نسخہ پیر محب اللہ شاہ راشدی پیر جو گوٹھ سندھ کا ہے جس کا عکس غیر مقلدین کے جماعتی آرگن الاعتصام، شمارہ ۲۷ میں شائع ہوا ہے۔ یہ دونوں عکس ہم نے کتاب "حدیث اور اہلحدیث" سے لیے ہیں۔

فقیر نے کمپیوٹر سوفٹویئر "الفیہ" دیکھا۔ اس میں تفسیر وحدیث اور دیگر فنون کی ایک ہزار کتب موجود ہیں۔ اس میں مسند ابی عوانہ کتاب الصلوٰۃ میں مذکورہ حدیث تلاش کی تو جزء ا صفحہ ۴۲۳ پر مل گئی۔ اس میں بھی واؤ کے بغیر صرف لا یرفعهما کے الفاظ موجود ہیں۔ مذکورہ حدیث ہم نے دار الکتب العلمیۃ، بیروت سے شائع شدہ ۱۹۷۱ء کے ایڈیشن سے لی ہے جس کا عکس یہاں شائع کیا جا رہا ہے۔

جب فقیر نے مسند ابی عوانہ کا ایمن بن عارف الدمشقی کا تحقیق کردہ دار المعرفۃ، بیروت کا مطبوعہ نسخہ دیکھا تو اس کے جزء اول کے صفحہ ۴۲۳ پر انہی الفاظ کو مذکورہ حدیث میں موجود پایا۔ والحمد للہ حمداً کثیراً۔

جلیل القدر محدث، امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۳۱۶ھ) نے درج ذیل حدیث روایت کی ہے۔

83- حدثنا عبدالله بن ایوب المخرمی وسعدان بن نصر و شعیب بن عمرو فی آخرین قالوا ثنا سفیان بن عیینة عن الزهری عن سالم عن ابیه قال رأیت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوة رفع یدیه حتی یحاذی بهما وقال بعضهم حذو منکبیه واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسه من الرکوع لا یرفعهما وقال بعضهم ولا یرفع بین السجدتین والمعنی واحد۔

امام سفیان بن عیینہ امام زہری سے، وہ حضرت سالم سے اور وہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے اور جب آپ رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے۔اور بعض راویوں نے کہا کہ آپ دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے۔سب راویوں کی روایت کا ایک ہی مطلب ہے۔

(المسند الصحیح لابی عوانہ ج۱:۳۳۴،مطبوعہ بیروت)

84- عن عبداللہ بن عون الخزاز ثنا مالک عن الزھری عن سالم عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ ثم لا یعود۔

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتے پھر دوبارہ ایسا نہ کرتے۔

(نصب الرایہ ج۱:۴۰۴،بحوالہ خلافیات بیہقی)

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔بعض حضرات کا اس روایت کو محض حضرت ابن عمر کی بخاری والی روایت کے خلاف ہونے کی وجہ سے "باطل موضوع" قرار دینا محض مذہبی تعصب اور بے دلیل بات ہے۔تحقیق یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔اس حدیث کے متعلق مکۃ المکرمہ کے عظیم محدث علامہ علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

وحدیث اوردہ البیھقی فی الخلافیات من روایۃ عبد اللہ بن عون الخزاز حدثنا مالک عن الزھری عن سالم عن ابیہ ان النبی ﷺ کان یرفع یدیہ الخ ثم لا یعود. قلت وقد صح عنہ خلاف ذلک فیحمل علی نسخ الاول فتامل فقول ابن القیم من شم روائح الحدیث علی بعد شھد باللہ انہ موضوع، مدفوع۔

امام بیہقی نے خلافیات میں عبداللہ بن عون الخزاز سے بیان کیا ہے (بحذف اسناد)،حضرت سالم اپنے والد حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے، پھر دوبارہ رفع یدین نہ کرتے۔

محدث علی قاری فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے صحیح طور پر اس کے خلاف (رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرنا) بھی مروی ہے تو پہلی حدیث کو اس حدیث سے منسوخ سمجھا جائے۔غور کریں کہ ابن قیم کا اس حدیث کے متعلق یہ کہنا کہ "جس نے حدیث کی بو سونگھی ہے وہ اس حدیث کے موضوع ہونے کی گواہی دے گا"، یہ اعتراض دور ہوگیا۔(موضوعات کبیر:۱۷۵)

غیر مقلدوں کے امام ابن قیم نے اس حدیث پر موضوع ہونے کا اعتراض کیا تھا،محدث علی قاری نے اس اعتراض کو غلط قرار دیا اور بتایا کہ نماز میں عند الرکوع رفع یدین پہلے کا عمل ہے اور یہ بعد میں متروک ہوگیا۔لہٰذا رفع یدین کرنے والی حدیث کو رفع یدین نہ کرنے والی حدیث سے منسوخ مانا جائے گا۔

اختلافی رفع یدین کی احادیث کے مرکزی راوی حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ کے اقوال بیان ہوئے،اب ان کا عمل بھی ملاحظہ فرمائیں۔

امام طحاوی رقمطراز ہیں، واما حدیث ابن عمر فانہ قد روی عنہ ما ذکرنا عنہ عن النبی ﷺ ثم روی عنہ من فعلہ بعد النبی ﷺ خلاف ذالک۔

جہاں تک حضرت ابن عمر ﷺ کی روایت کا تعلق ہے تو ان سے (اختلافی رفع یدین) بھی مروی ہے جو ہم نے ان کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا لیکن سرکار دوعالم ﷺ کے بعد ان کا اس کے خلاف عمل بھی مروی ہے۔

85- حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال ثنا ابو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاھد قال صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیہ الا فی التکبیرۃ الاولیٰ من الصلوٰۃ۔

حضرت مجاھد رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے نماز میں صرف پہلی بار تکبیر میں ہاتھ اٹھائے۔

(شرح معانی الآثار ج۱:۱۶۳)

یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے اکثر راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔امام طحاوی ثقہ، ثبت اور بڑے حفاظ حدیث میں سے ہیں۔انکا ذکر پہلے ہو چکا۔ دوسرے راوی ابن ابی داؤد کے متعلق شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی نے گواہی دی ہے، کان من الحفاظ مکثرین۔آپ حفاظ حدیث میں

سے ہیں اور کثرت سے روایت کرنے والے ہیں۔(لسان المیز ان ج۱:۲۷۶)

اس حدیث کے دیگر راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ جب صحیح بخاری میں یہ ثقہ ہیں تو یہاں بھی ثقہ ہیں۔امام طحاوی فرماتے ہیں،

فھذا ابن عمر قد رایٰ النبی ﷺ یرفع ثم ترک ھو الرفع بعد النبی ﷺ فلا یکون ذلک الا وقد ثبت عندہ نسخ ما قد رای النبی ﷺ فعلہ وقامت الحجۃ علیہ بذلک۔

یہ وہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جنھوں نے نبی کریم ﷺ کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا لیکن آپ کے بعد ہاتھ اٹھانا چھوڑ دیا۔یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب آپ کے نزدیک نبی کریم کا وہ عمل منسوخ ہو چکا ہو جو آپ نے دیکھا تھا اور اس کے خلاف دلیل ثابت ہوگئی ہو۔

اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت طاؤس نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے حضرت ابن عمرؓ کو اس کے موافق عمل (یعنی رفع یدین) کرتے ہوئے دیکھا جو انھوں نے اس سلسلے میں نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔تو اسے کہا جائے گا کہ حضرت طاؤس نے ذکر کیا ہے لیکن حضرت مجاھد نے اس کے خلاف کہا ہے۔تو ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے وہ عمل جسے طاؤس نے دیکھا،اس وقت کیا ہو جب آپ کے نزدیک اس کے منسوخ ہونے کی دلیل ثابت نہیں ہوئی تھی پھر ان کے نزدیک منسوخ ہونے کی دلیل ثابت ہوگئی تو چھوڑ دیا اور وہ عمل کیا جسے حضرت مجاھد نے دیکھا۔

(شرح معانی الآثار ج۱:۴۶۳)

امام بخاری ومسلم کے استاد امام ابوبکر بن ابی شیبہ صحیح سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں،

86- حدثنا ابوبکر بن عیاش عن حصین عن مجاھد قال ما رأیت ابن عمر یرفع یدیہ الا فی اول ما یفتتح۔

ہم سے ابوبکر بن عیاش نے بیان کیا،انھوں نے حصین سے،انھوں نے مجاہد سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا، میں نے حضرت ابن عمرؓ کو نماز کے آغاز کے سوا کبھی رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱:۲۳۷)

اس حدیث کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ جو اس حدیث کی سند کو صحیح نہیں مانتا وہ درحقیقت صحیح بخاری کی ان تمام احادیث کا منکر ہے جن کی اسناد میں یہ راوی ہیں۔متعصب غیر مقلد محقق علیزئی نے ’’سیدنا ابن عمر سے منسوب اثر‘‘ کے عنوان سے امام طحاوی کی روایت کردہ حدیث کو بغیر کسی معقول دلیل کے باطل ومردود کہا جبکہ اسی صفحہ پر اس حدیث کے راوی ابوبکر بن عیاش کو صدوق وموثق راوی کہا اور پچیس محدثین سے اسکا صحیح وحسن الحدیث ہونا ذکر کیا۔(نور العینین:۱۶۸)

تعجب ہے غیر مقلدوں پر،جس کو صدوق وحسن الحدیث کہتے ہیں اس کی حدیث کو باطل ومردود بھی قرار دیتے ہیں صرف اس بناء پر کہ وہ انکے خود ساختہ مذھب کے خلاف ہے۔ابوبکر بن عیاش سے امام بخاری اور امام نسائی نے 18,18 احادیث جبکہ امام ترمذی نے 31 احادیث روایت کیں ہیں۔

اس غیر مقلد محقق نے مذکورہ عنوان کے تحت امام ابن ابی شیبہ کی روایت کردہ مذکورہ بالا صحیح حدیث کا ذکر تک نہ کیا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مذکورہ حدیث اسکے نزدیک بھی صحیح ہے جس سے حضرت ابن عمرؓ کا اختلافی رفع یدین ترک کرنا ثابت ہے۔

محدث امام ابن ترکمانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

(جوہر النقی علی البیہقی ج۲:۷۴)

قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو کہ صحیح بخاری کی رفع یدین والی حدیث کے راوی ہیں،ان کا بعد کا عمل یہ تھا کہ وہ رکوع سے قبل وبعد رفع یدین کیے بغیر نماز پڑھتے تھے۔یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اختلافی رفع یدین منسوخ ہوجانے کی وجہ سے انھوں نے اسے ترک فرمادیا تھا۔

حضرت ابن عمرؓ کے ایک اور شاگرد عبدالعزیز بن حکیم نے بھی آپ سے ترکِ رفع یدین کا عمل روایت کیا ہے۔امام محمد بن الحسن روایت کرتے ہیں،

87- اخبرنا محمد بن ابان بن صالح عن عبدالعزیز بن حکیم قال رأیت ابن عمر یرفع یدیہ حذاء اذنیہ فی اول تکبیرۃ افتتاح الصلوۃ ولم یرفعھما فیما سوی ذلک۔

ہمیں محمد بن ابان بن صالح نے خبر دی،وہ عبدالعزیز بن حکیم سے راوی کہ انھوں نے کہا،میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ پہلی تکبیر کے وقت اپنے ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھاتے پھر کسی جگہ نہیں اٹھاتے تھے۔(موطا امام محمد:۹۱)

ان دلائل سے ثابت ہوگیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پہلے رفع یدین کرتے تھے، جب انکے نزدیک رفع یدین کا منسوخ ہونا ثابت ہوگیا تو انہوں نے رفع یدین ترک کر دیا۔ ایک آدھ بار کبھی آقا و مولیٰ ﷺ کی اس ادا کو یاد کر کے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا تو دیکھنے والوں نے اس پر تعجب کیا اور رفع یدین کے متعلق فوراً سوال کر دیا کہ یہ کیا ہے؟ امام بخاری وامام مسلم کے استاد امام احمد بن حنبل کی روایت کردہ حدیث ملاحظہ فرمائیے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

88- عن جابر سمعت سالم بن عبدالله يحدث انه رأى اباه يرفع يديه اذا كبر و اذا اراد ان يركع واذا رفع راسه من الركوع فسألته عن ذلك فزعم انه رأى رسول الله ﷺ يصنعه۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ میں نے سالم بن عبداللہ سے سنا کہ انہوں نے اپنے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے رفع یدین کیا جب نماز کے شروع میں، رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت۔ وہ کہتے ہیں، میں نے اپنے والد سے اس کے متعلق سوال کر دیا۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (مسند احمد ج ۲: ۶۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو خود بھی رفع یدین کا علم نہیں تھا ورنہ وہ اسکے متعلق سوال نہ کرتے۔ دوم یہ کہ مدینہ منورہ میں صحابہ کرام رفع یدین نہیں کرتے تھے ورنہ انہیں اس پر تعجب نہ ہوتا۔

ایسے ہی کوفے کے قاضی حضرت محارب بن دثار نے جب ایک بار حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو رفع یدین کرتے دیکھا تو انہوں نے بھی تعجب سے سوال کر دیا۔

89- عن محارب بن دثار قال رأيت ابن عمر يرفع يديه كلما ركع وكلما رفع رأسه من الركوع قال فقلت له ما هذا قال كان النبي ﷺ اذا قام في الركعتين كبر ورفع يديه۔

حضرت محارب بن دثار کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا، یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا، نبی کریم ﷺ جب دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے تھے۔

(مسند احمد ج ۲: ۱۴۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱: ۲۳۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دورِ تابعین میں رفع یدین کا کوئی رواج نہ تھا اور لوگ اس سے آگاہ نہ تھے، اس لیے اگر کوئی کبھی کبھار رفع یدین کر لیتا تو دیکھنے والے تعجب سے پوچھتے، یہ کیا ہے؟ یہ تعجب اور حیرانی کا اظہار اس بات کی دلیل ہے کہ تابعین کرام کے دور میں رفع یدین ترک ہو چکا تھا۔

کنکر مارنے والی روایت:

غیر مقلدین رفع یدین کی اہمیت جتانے کے لیے یہ روایت بھی پیش کرتے ہیں،

90- ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین نہ کرنے والوں کو کنکریاں مارا کرتے تھے''۔ (جزء رفع یدین)

احناف کی پیش کردہ احادیث کے اکثر راویوں کو ضعیف کہنے والوں کو اپنی آنکھ کا شہتیر نہ جانے کیوں نظر نہیں آتا۔ یہ روایت سخت مجروح، ضعیف اور ناقابلِ احتجاج ہے۔ اسکی سند میں ایک راوی ولید بن مسلم ہے جس پر محدثین نے جرح کی ہے۔

امام احمد نے فرمایا، کان الولید کثیر الخطاء۔ ولید بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے۔ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے کہا، میں نے ابو مسہر رحمہ اللہ سے سنا کہ ولید ابوالسفر سے روایت کرتا ہے اور ابوالسفر کذاب ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے کہا، ولید نے امام مالک کی طرف دس ایسی حدیثیں منسوب کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا، ولید نے سنی اور ان سنی حدیثیں باہم خلط ملط کر دیتا تھا اس لیے اسکی کئی روایات منکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب، ملخصاً)

امام ذہبی فرماتے ہیں، امام ابو مسہر نے فرمایا، ولید مدلس ہے اور اکثر جھوٹے راویوں سے انکی نشاندہی کیے بغیر روایت کرتا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۴: ۳۴۷)

ایسے سخت مجروح وضعیف راوی کی روایت کیونکر حجت ہو سکتی ہے؟

پھر ذرا سوچیے تو سہی کہ وہ شخص جو خود رفع یدین کے بغیر نماز پڑھتا ہو جیسا کہ اوپر احادیث میں مذکور ہوا، وہ اپنی ہی طرح یعنی رفع یدین کے بغیر نماز پڑھنے والے کو کنکریاں کیوں مارے گا، یہ عقل کے خلاف ہے۔ مزید یہ کہ مدینہ منورہ میں تو لوگ رفع یدین کرنے پر تعجب کرتے اور حیران ہوتے تھے جیسا کہ اوپر احادیث تحریر ہوئیں، مطلب یہ کہ وہاں ہر شخص رفع یدین کے بغیر نماز پڑھتا تھا۔ نتیجتاً اتنے سارے لوگوں کو مارنے کے لیے کثیر کنکریاں درکار ہوتی ہونگی۔ پھر تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ عبادت کرنے کی بجائے لوگوں کو مارنے کے لیے اکثر وقت کنکریاں ڈھونڈتے رہتے ہونگے یا پھر وہ اس کام کے لیے روزانہ دوسروں سے کنکریاں جمع کرواتے ہونگے! کیا عجیب و غریب روایت ہے۔ استغفر اللہ العظیم۔

سوال یہ ہے کہ انکے کنکریاں مارنے کا شرعی جواز کیا تھا؟ کیا کسی نمازی کو نماز کے دوران مارنے کا قرآن میں حکم ہے یا پھر رسول کریم ﷺ کی کسی حدیث میں یہ حکم آیا ہے؟ قرآن حکیم میں تو یہ ہے، ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ۔ حدیثِ بخاری میں یہ ہے، ان الدین یسر۔ بیشک دین آسان ہے۔

حق یہ ہے کہ کسی کی اصلاح کا یہ طریقہ کسی صحابی کی شان کے لائق نہیں۔

غیر مقلدین کے امام محدث ابن حزم نے اس روایت کا انکار کیا ہے۔ لکھا ہے، ماکان ابن عمر یحصب من ترک مالہ ترکہ۔ "حضرت ابن عمر ایسے نہ تھے کہ (رفع یدین) ترک کرنے والے کو کنکر مارتے کیونکہ اگر کسی نے ترک کیا ہے تو آپ کو کیا؟"

(المحلی ج ۲: ۲۶۵ مطبوعہ بیروت)

غیر مقلدین کے امام ابن حزم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے کنکریاں مارنے کا ہی انکار کر دیا ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ یہ روایت ضعیف و ناقابلِ استدلال ہے۔ امام ابن عبدالبر مالکی کے مندرجہ ذیل قول سے بھی اس روایت کا سخت مخدوش ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان من رفع منھم لم یعب علی من ترکہ۔ بلاشبہ جو رفع یدین کرتے وہ ان پر کوئی اعتراض نہ کرتے جنہوں نے رفع یدین ترک کر دیا تھا۔ (التمہید ج ۹: ۲۲۶)

امام مالک اور المدونۃ الکبریٰ:

عموماً غیر مقلدین مسلمانوں کو بہکانے کے لیے یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ سوائے امام ابوحنیفہ کے ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نماز میں رکوع والی رفع یدین کے قائل ہیں۔ (صلوٰۃ الرسول: ۱۹۷) یہ بات سراسر غلط اور جھوٹ ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جن کا سنِ پیدائش ۸۰ھ ہے اور امام مالک رضی اللہ عنہ جن کا سنِ پیدائش ۹۳ھ ہے، دونوں رفع یدین کے قائل نہیں تھے۔ ان دونوں اماموں کو ثقہ راویوں سے ترکِ رفع یدین کی احادیث مل گئیں اس لیے انہوں نے رفع یدین ترک کرنے کا قول کیا۔

امام شافعی، امام اعظم کے وصال کے سال یعنی ۱۵۰ھ میں اور امام احمد بن حنبل ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ بعد کے راویوں پر انہیں اعتماد نہیں ہوا اس لیے انہوں نے رفع یدین کرنے کو اختیار کیا۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اگر کوئی حدیث امام اعظم نے مذہبِ حنفی کی دلیل کے طور پر اختیار کی اور بعد کے کسی ضعیف راوی کی وجہ سے امام شافعی یا امام بخاری وغیرہ نے اس حدیث کو ضعیف کہہ دیا تو اس ضعیف کہنے سے امام اعظم کی دلیل پر کوئی اثر نہیں ہوگا کیونکہ انہیں تو وہ حدیث قوی راویوں سے اس وقت مل گئی تھی جبکہ وہ ضعیف راوی پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔

امام مالک کے مذہب کی سب سے بڑی کتاب "المدونۃ الکبریٰ" ہے جو امام مالک کے شاگردِ رشید، مجتہد و فقیہ امام ابوالقاسم کی کتاب ہے۔ حاجی خلیفہ لکھتے ہیں،

ھی من اجل الکتب من مذھب مالک۔ (کشف الظنون ج ۲: ۱۶۵۵)

یہ امام مالک کے مذہب کی سب سے بڑی کتاب ہے۔

غیر مقلد عالم عبدالرحمٰن مبارکپوری نے ابن حجر کے حوالے سے لکھا ہے کہ مالکی حضرات کا اعتماد احکام اور فتاویٰ میں مدونۃ الکبریٰ پر ہے۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۲۱۵)

امام ابو عبداللہ عبدالرحمٰن بن قاسم فقہ مالکی کے بڑے امام اور ثقہ محدث ہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں،

ابوعبدالله المصری الفقیه روی عن مالک الحدیث والمسائل .قال ابوزرعة مصری ثقه رجل صالح. قال النسائی ثقه مامون احد الفقهاء. قال الحاکم ثقه مامون. وقال الخطیب ثقه. قال یحییٰ بن معین ثقه ثقه.

امام ابوعبداللہ ابن القاسم مصری فقیہ ہیں۔آپ امام مالک سے حدیث اور مسائل دونوں روایت کرتے ہیں۔امام ابوزرعہ نے کہا، آپ ثقہ راوی اور صالح شخص ہیں۔امام نسائی نے کہا، ثقہ مامون راوی اور فقہاء میں سے ایک ہیں۔

امام حاکم، خطیب بغدادی اور امام یحییٰ بن معین نے آپ کو ثقہ مامون قرار دیا ہے۔(تہذیب التہذیب ج۳:۴۰۹، ملخصاً) رحمہم اللہ تعالیٰ

امام مالک سے انکے ایک اور نامور شاگرد محدث وامام ابن وہب اور امام ابن القاسم دونوں نے روایت کیا ہے،

91- ابن وهب و ابن القاسم عن مالک بن انس عن ابن شهاب عن سالم بن عبدالله عن ابیه ان رسول الله ﷺ کان یرفع یدیه حذو منکبیه اذا افتتح التکبیر للصلاة۔

امام ابن وہب اور امام ابن القاسم دونوں امام مالک سے روایت کرتے ہیں، وہ ابن شہاب زہری سے، وہ سالم بن عبداللہ سے اور وہ اپنے والد سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک رسول کریم ﷺ رفع یدین کرتے تھے شانوں تک جب نماز کے لیے شروع کی تکبیر کہتے۔(المدونۃ الکبریٰ ج۱:۶۹)

یہ حدیث صحیح ہے۔امام ابن القاسم نے اس حدیث کو ترک رفع یدین کے دلائل میں پیش کیا ہے کیونکہ اس میں صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کا ذکر ہے، اختلافی رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں۔امام مالک کے ایک اور شاگرد نے امام مالک ہی کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین مرفوعاً روایت کیا ہے۔یہ حدیث خلافیات بیہقی کے حوالے سے اوپر مذکور ہوئی۔دیکھیے حدیث نمبر 84۔

اسی کتاب میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترکِ رفع یدین کی حدیث بھی صحیح سند سے مذکور ہے۔

92- عن وکیع عن سفیان عن عاصم عن عبدالرحمن بن الاسود عن الاسود وعلقمة قالا قال عبدالله بن مسعود الا اصلی بکم صلاة رسول الله ﷺ قال فصلی فلم یرفع یدیه الا مرة۔

امام ابن القاسم امام وکیع سے وہ سفیان ثوری سے وہ عاصم بن کلیب سے وہ عبدالرحمٰن بن الاسود سے وہ اسود اور علقمہ دونوں سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھی تو صرف ایک ہی بار رفع یدین کیا۔(المدونۃ الکبریٰ ج۱:۶۹)

امام مالک رحمہ اللہ خود بھی رفع یدین کے قائل نہیں تھے۔اسکا اظہار آپ نے واشگاف لفظوں میں فرمایا،

93- قال مالک لا اعرف رفع الیدین فی شیء من تکبیر الصلوة لا فی خفض ولا فی رفع الا فی افتتاح الصلوة۔(المدونۃ الکبریٰ ج۱:۶۸)

''امام مالک فرماتے ہیں، میں نہیں جانتا کہ نماز کی ابتدا کے سوا نماز کی تکبیروں میں کہیں بھی رفع یدین ہو، نہ جھکتے ہوئے اور نہ اٹھتے ہوئے''۔

امام ابن القاسم نے فرمایا، کان رفع الیدین عند مالک ضعیفاً الا فی تکبیرة الاحرام۔(ایضاً)

یعنی امام مالک کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین ضعیف ہے۔

المالکیة قالوا رفع الیدین حذو المنکبین عند تکبیرة الاحرام مندوب وفیما عدا ذلک مکروه ۔مالکیہ کہتے ہیں کہ رفع یدین کندھوں تک تکبیر تحریمہ کے وقت مستحب ہے اس کے علاوہ مکروہ ہے۔(الفقہ علیٰ مذاہب الاربعہ ج۱:۲۵۰)

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے بھی لکھا ہے، فروی ابن القاسم وغیره عن مالک انه کان یری رفع الیدین فی الصلوة ضعیفاً الا فی تکبیرة الاحرام وحدها وتعلق بهذه الروایة عن مالک اکثر المالکین۔

ابن القاسم اور دوسروں نے بھی امام مالک سے روایت کیا ہے کہ بیشک وہ نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے سوا رفع یدین کرنے کو ضعیف سمجھتے تھے۔اکثر مالکی حضرات نے امام مالک سے یہی بات روایت کی ہے۔(التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید ج۹:۲۱۲)

الحمدللہ! مالکی مذہب کے جید محدثین کرام کی مذکورہ بالا گواہیوں سے غیر مقلدین کے فریب کا پردہ چاک ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ امام مالک کا مذہب

ترکِ رفع یدین ہے۔
شارح مسلم، امام نووی کے حوالے سے غیر مقلدوں کے امام شوکانی نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے کہ امام مالک کا مذہب ترکِ رفع یدین ہے۔ وہ رقمطراز ہیں،
وقال ابوحنیفة واصحابه وجماعة من اهل الکوفة لا یستحب فی غیر تکبیرة الاحرام. قال النووی، وهو اشهر الروایات عن مالک۔
''امام ابوحنیفہ اور آپ کے ساتھی اور جماعتِ اہلِ کوفہ سوائے تکبیرِ تحریمہ کے کسی رفع یدین کو مستحب نہیں سمجھتے۔ امام نووی فرماتے ہیں، امام مالک سے مشہور روایت بھی یہی ہے''۔ (نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ج ۲:۱۸۶)
یہ بھی ذہن نشین رہے کہ رفع یدین کا ترک صرف اہلِ کوفہ کا مذہب نہیں، اہلِ مدینہ کا بھی یہی عمل تھا۔ کیونکہ امام مالک کا اہلِ مدینہ کی اتباع کرنا معروف ہے۔ یہ بات غیر مقلدین کے پیشوا ابن قیم نے لکھی ہے۔
قال ابن القیم، من اصول مالک اتباع عمل اهل المدینة وان خالف الحدیث۔ ''ابن قیم نے کہا، امام مالک کے اصول میں سے ہے کہ وہ اہل مدینہ کے عمل کی اتباع کرتے ہیں اگرچہ وہ عمل بظاہر حدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہو''۔
(بدائع الفوائد ج ۴:۳۲)
مزید تائید کے لیے مالکی مذہب کے جید عالم ابن رشد مالکی کا قول بھی ملاحظہ کیجیے۔ وہ فرماتے ہیں،
فمنهم من اقتصر به علی الاحرام فقط ترجیحا لحدیث عبدالله بن مسعود وحدیث البراء بن عازب وهو مذهب مالک لموافقة العمل به۔ ''کچھ فقہاء نے رفع یدین کرنے کو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت مخصوص کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی احادیث کو ترجیح دیتے ہوئے، اور یہی امام مالک کا مذہب ہے کیونکہ اہلِ مدینہ کا عمل اسی کے موافق ہے''۔ (بدایۃ المجتہد ج ۱:۹۷)
الحمدللہ! ان دلائل سے واضح ہوگیا کہ امام مالک اور اہلِ مدینہ کا مذہب صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین ہے۔ اختلافی رفع یدین کو وہ ترک کر چکے تھے۔ یہی بات تواتر سے ثابت ہے۔

اہلِ مدینہ اور ترکِ رفع یدین:

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے بھی جب رسولِ خدا ﷺ کی نماز کا طریقہ بتایا تو اہلِ مدینہ کا عمل ترکِ رفع یدین بیان کیا۔
94- حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا، اے اشعری قوم! جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کرلو تاکہ میں تمہیں رسول خدا ﷺ کی نماز سکھاؤں جو آپ ہمیں مدینہ منورہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ پس آپ نے وضو کیا اور انہیں دکھایا کہ وضو کیسے کیا جاتا ہے۔ آپ نے اچھی طرح اعضائے وضو تک پانی پہنچایا۔ پھر جب سایہ ظاہر ہوگیا تو آپ نے کھڑے ہوکر اذان دی۔
پس مردوں نے انکے نزدیک صف باندھی اور بچوں نے انکے پیچھے صف بنائی پھر عورتوں نے انکے پیچھے صف باندھی۔ پھر کسی نے اقامت کہی تو آپ نماز پڑھانے کے لیے آگے ہوگئے۔ آپ نے رفع یدین کیا اور تکبیر تحریمہ کہی۔ پھر سورت فاتحہ اور کوئی سورت خاموشی سے پڑھی۔ پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا اور تین بار تسبیح پڑھی۔
پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سیدھے کھڑے ہوگئے۔ پھر تکبیر کہتے ہوئے پہلا سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ کیا۔ پھر تکبیر کہتے ہوئے کھڑے ہوگئے۔ اس طرح پہلی رکعت میں چھ تکبیریں ہوئیں۔
پس جس وقت نماز پڑھا چکے تو اپنی قوم کی طرف منہ کر کے فرمایا،
احفظوا تکبیری وتعلموا رکوعی وسجودی فانها صلاة رسول الله ﷺ التی کان یصلی لنا کذا الساعة من النهار۔
''میری تکبیروں کو یاد کرلو اور میرے رکوع و سجود سیکھ لو کیونکہ یہ رسول خدا ﷺ کی وہ نماز ہے جو آپ ہمیں دن کے اس حصہ میں پڑھایا کرتے تھے''۔
(مسند امام احمد ج ۵:۳۴۳)
اس حدیث شریف میں بھی جلیل القدر صحابی نے آقا و مولیٰ ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کیا اور فرمایا، یہ مدینے والی نماز ہے۔ اس میں رفع یدین کا کہیں

ذکر نہیں کیا جس سے ثابت ہوا کہ رفع یدین منسوخ ہو چکا تھا۔

مدینے والی نماز کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی گواہی بھی ملاحظہ کیجیے جسے امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن حارث الخشنی القیروانی رحمہ اللہ (م ۳۶۱ھ) نے روایت کیا جن کا ذکر امام ذہبی رحمہ اللہ نے حافظِ حدیث اور امام کے القاب سے تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ صفحہ ۱۳۸ اور سیر اعلام النبلاء جلد ۱۶ صفحہ ۱۶۵ پر کیا ہے۔

95- حدثنی عثمان بن محمد قال قال لی عبید الله بن یحییٰ حدثنی عثمان بن سوادة ابن عباد عن حفص بن میسرة عن زید بن اسلم عن عبدالله بن عمر قال کنا مع رسول الله ﷺ بمکة نرفع ایدینا فی بدء الصلاة وفی داخل الصلاة عند الرکوع فلما هاجر النبی ﷺ الی المدینة ترک رفع الیدین فی داخل الصلاة عند الرکوع وثبت علی رفع الیدین فی بدء الصلاة. توفی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، جب ہم آقا و مولیٰ ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھے تو ہم نماز کی ابتدا اور رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ پھر جب حضور ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو آپ نے نماز کے اندر رکوع والا رفع یدین چھوڑ دیا اور نماز کی ابتدا کے رفع یدین پر قائم رہے، حتیٰ کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔

(اخبار الفقہاء والمحدثین: ۲۱۴ مطبوعہ بیروت) یہ حدیث صحیح ہے۔

سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی احادیث:

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے بھی نماز میں رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے۔

امام ابویعلیٰ احمد بن علی الموصلی رحمہ اللہ (م ۳۰۷ھ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

96- صلیت مع رسول الله ﷺ وابی بکر وعمر رضی الله عنهما فلم یرفعوا ایدیهم الا عند افتتاح الصلوة وقد قال محمد فلم یرفعوا ایدیهم بعد التکبیرة الاولیٰ۔

میں نے آقا و مولیٰ ﷺ اور سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نمازیں پڑھیں تو وہ سوائے نماز کے شروع کے رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ پہلی تکبیر کے بعد پھر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ (مسند ابویعلیٰ ج ۵: ۳۶)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی اپنی سند سے یہی حدیث روایت کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

97- صلیت مع النبی ﷺ و مع ابی بکر ومع عمر رضی الله عنهما فلم یرفعوا ایدیهم الا عند التکبیرة الاولی فی افتتاح الصلوة۔

میں نے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نمازیں پڑھیں۔ یہ حضرات نماز کے شروع میں پہلی تکبیر کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (سنن الدارقطنی ج ۱: ۲۹۵)

98- امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو سنن الکبریٰ میں روایت کیا ہے۔

(سنن الکبریٰ جلد ۲: ۷۹)

امام بیہقی نے اس حدیث کو روایت کر کے اس کے راوی محمد بن جابر رحمہ اللہ کو ضعیف کہا ہے۔ اس ضعف کی وجہ یہ ہے کہ آخر عمر میں ان کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا اس لیے وہ یاد دلانے پر یاد کر لیتے تھے۔ اس کے باوجود ان کی علمی جلالت وعظمت کی وجہ سے کئی اکابر محدثین نے انہیں صدوق اور ثقہ کہا ہے لہٰذا ان کی حدیث کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں، پھر یہ حدیث تو بطور متابع پیش کی ہے۔

حافظ الحدیث امام ابن ترکمانی فرماتے ہیں، ''امام ابن عدی نے لکھا ہے کہ محدث اسحاق اپنے سے افضل اور ثقہ شیوخ کی جماعت پر محمد بن جابر کو ترجیح دیتے تھے۔ ان سے اکابر ائمہ محدثین نے احادیث روایت کی ہیں جن میں ایوب، ابن عون، ہشام بن حسان، سفیان ثوری اور امام شعبہ وغیرہ شامل ہیں۔

امام فلاس نے کہا، وہ صدوق یعنی سچے ہیں۔ امام ابن حبان اور حماد بن ابی سلیمان نے انہیں ثقات میں داخل کیا ہے۔ امام بخاری کے سوا محدثین کی ایک جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

یحییٰ بن سعید قطان اور احمد بن عبداللہ بجلی نے ان کو ثقہ قرار دیا اور امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ نے کہا، وہ صدوق ہیں"۔ (الجوہر النقی علی البیہقی ج ۲:۷۸)

امام ذہبی فرماتے ہیں، قد روی عن محمد بن جابر ائمة وحفاظ۔ محمد بن جابر سے بڑے بڑے ائمہ وحفاظ نے حدیثیں روایت کیں۔ (میزان الاعتدال)

امام ذھلی نے محمد بن جابر کے متعلق فرمایا، لا باس بہ۔ اسکی حدیث قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ امام دارقطنی نے کہا، یعتبر ھما۔ (وہ اور اسکا بھائی) دونوں معتبر ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۵:۶۰) رحمہم اللہ تعالیٰ

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ امام ابوحاتم نے محمد بن جابر کو ابن لھیعہ پر ترجیح دی ہے۔ (تقریب التہذیب ج ۲:۶۱، تہذیب التہذیب ج ۵:۵۹)

جبکہ غیر مقلد محقق احمد شاکر مصری نے ابن لھیعہ کو ثقہ اور صحیح الحدیث قرار دیا ہے۔ (جامع ترمذی تحقیق وشرح احمد شاکر ج ۱:۱۶)

پس جب محمد بن جابر کو ابن لھیعہ پر فوقیت ہے اور ابن لھیعہ ثقہ اور صحیح الحدیث ہے تو محمد بن جابر رحمہ اللہ زیادہ ثقہ اور صحیح الحدیث قرار پائے۔ یہی سبب ہے کہ امام بخاری نے محمد بن جابر کی سند سے مذکورہ حدیث جزء رفع الیدین صفحہ ۱۱۱ پر روایت کی مگر اس حدیث پر کوئی جرح نہ فرمائی۔

اب وہ احادیث ملاحظہ فرمائیں جن کی سند بخاری ومسلم کی مانند ہے اور ان سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اختلافی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

امام بخاری وامام مسلم کے استاد امام ابن ابی شیبہ رحمہم اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں،

99- عن زبیر ابن عدی عن ابراھیم عن الاسود قال صلیت مع عمر فلم یرفع یدیہ فی شیٔ من صلوۃ الا حین افتتح الصلوۃ۔

حضرت اسود فرماتے ہیں، میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا سوائے نماز کے آغاز کے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱:۲۳۶)

امام طحاوی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نماز کے شروع کے علاوہ رفع یدین نہ کرنے کی حدیث بیان کر کے فرماتے ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

100- حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا الحمانی قال ثنا یحییٰ بن ادم عن الحسن ابن عیاش عن عبدالملک بن ابحر عن الزبیر ابن عدی عن ابراھیم عن الاسود قال رایت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود۔

حضرت ابراھیم، حضرت اسود سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے، پھر دوبارہ نہیں اٹھاتے تھے۔

قال ابو جعفر فھذا عمر لم یکن یرفع یدیہ ایضاً الا فی التکبیرۃ الاولیٰ فی ھذا الحدیث وھو حدیث صحیح لان الحسن ابن عیاش وان کان ھذا الحدیث انما دار علیہ فانہ ثقۃ حجۃ فذکر ذلک یحییٰ ابن معین وغیرہ افتریٰ عمر ابن الخطاب خفی علیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ فی الرکوع والسجود وعلم ذلک من دونہ ومن ھو معہ یراہ یفعل غیرما رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل ثم لاینکر ذلک علیہ ھذا عندنا محال وفعل عمر ھذا وترک اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاہ علیٰ ذلک دلیل صحیح ان ذلک ھوالحق الذی لا ینبغی لاحد خلافہٗ۔

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے مطابق صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے ہیں اور یہ صحیح حدیث ہے کیونکہ اس حدیث کا دارومدار حضرت حسن بن عیاش پر ہے اور وہ ثقہ حجت ہیں جیسا کہ یحییٰ بن معین وغیرہ نے ذکر کیا۔ تمھارا کیا خیال ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر یہ بات مخفی رہی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدے میں ہاتھ اٹھاتے تھے اور دوسروں کو یہ معلوم ہوگیا؟ اور کیا یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کے ساتھیوں نے آپ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف کرتے دیکھا اور اعتراض نہ کیا؟ ہمارے نزدیک یہ بات محال ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل کرنا اور صحابہ کرام کا اس پر اعتراض نہ کرنا اس بات کی صحیح دلیل ہے کہ یہی بات حق ہے اور کسی کو اس کے خلاف کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔

(شرح معانی الآثار ج۱:۴۶۵)

حضرت علی ؓ کی احادیث:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی پہلی تکبیر کے سوا نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ امام محمد بن حسن، محمد بن ابان بن صالح سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں عاصم بن کلیب نے خبر دی کہ میرے والد نے کہا،

101- رأيت علی ابن ابی طالب رفع يديه فی التكبيرة الاولی من الصلوة المكتوبة ولم يرفعهما فيما سوی ذلک۔

میں نے حضرت علی بن ابی طالب ؓ کو دیکھا کہ وہ فرض نمازوں میں تکبیرِ اولیٰ کے وقت ہاتھ اٹھاتے اور پھر کسی جگہ رفع یدین نہیں کرتے۔ (مؤطا امام محمد:۹۰)

امام محمد نے فرمایا، ہمیں ابوبکر بن عبداللہ النہشلی نے عاصم بن کلیب سے خبر دی کہ:

102- عن ابيه وكان من اصحاب علی ان علی بن ابی طالب كرم الله وجهه كان يرفع يديه فی التكبيرة الاولی التی يفتتح بها الصلوة ثم لا يرفعهما فی شئ من الصلوة۔

وہ اپنے والد سے جو حضرت علی ؓ کے رفقاء میں سے تھے، روایت کرتے ہیں، بیشک حضرت علی ؓ نماز کے شروع میں تکبیر اولیٰ میں رفع یدین کرتے پھر نماز میں کسی بھی جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (مؤطا امام محمد:۹۱)

103- محدثِ جلیل امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

جاء الثبت عن علی بن ابی طالب وعبدالله بن مسعود انهما كانا لايرفعان فی شئ من ذلک الا فی تكبيرة الافتتاح۔

حضرت علی بن ابی طالب ؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ، دونوں سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ سوائے تکبیرِ افتتاح کے، رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(کتاب الحجہ علی اہل المدینہ ج۱:۹۴)

دارقطنی نے ترک رفع یدین کی حدیث کو سیدنا علی ؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

104- عن عبدالرحيم بن سليمان عن ابی بكر النهشلی عن عاصم بن كليب عن ابيه عن علی عن النبی ﷺ انه كان يرفع يديه فی اول الصلوة ثم لا يعود۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز کے شروع میں اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (دارقطنی ج۴:۱۰۶)

جلیل القدر محدث وفقیہ امام طحاوی فرماتے ہیں،

105- فان ابا بكرة قد حدثنا قال ثنا ابو احمد قال ثنا ابو بكر النّشهلی قال ثنا عاصم بن كليب عن ابيه ان عليًا رضی الله عنه كان يرفع يديه فی اول تكبيرة من الصلوة ثم لا يرفع بعد۔

حضرت ابوبکرہ نے (اپنی سند کے ساتھ) ہم سے بیان کیا کہ حضرت علی ؓ نماز میں پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے پھر اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

امام بخاری وامام مسلم کے استاد، امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے یہی حدیث روایت کی ہے اور محدثین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

106- حدثنا وكيع عن ابی بكر بن عبدالله بن قطاف النهشلی عن عاصم بن كليب عن ابيه ان عليًا رضی الله عنه كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة ثم لا يعود۔

حضرت عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی ؓ نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر ایسا نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱:۲۳۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے اس حدیث کے متعلق فرمایا، ورجالہ ثقات ۔اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔(الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ ج۱:۱۵۲)

شارح بخاری امام عینی فرماتے ہیں، یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔(عمدۃ القاری ج۵:۲۷۴)

جلیل القدر محدث امام ابن ترکمانی نے بھی اس حدیث کے تمام راویوں کو ثقہ فرمایا ہے۔(الجوہر النقی علی البیہقی ج۲:۷۸) رحمہم اللہ تعالیٰ

عظیم محدث وفقیہ امام طحاوی ان روایات کا تجزیہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں،

107- حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنااحمد بن یونس قال ثنا ابوبکر النھشلی عن عاصم عن ابیہ وکان من اصحاب علی رضی اللہ عنہ عن علی مثلہ ۔ فحدیث عاصم بن کلیب ھذا قد دلّ ان حدیث ابی الزناد علیٰ احد وجھین امّا ان یکون فی نفسہ سقیما اولا یکون فیہ ذکر الرفع اصلا کما رواہ غیرہ ۔

حضرت عاصم اپنے والد سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھے، روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس کی مثل روایت کرتے ہیں۔عاصم بن کلیب کی روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ابوالزناد کی روایت (جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رفع یدین مذکور ہے) کی دوصورتیں ہوسکتی ہیں۔یا تو وہ روایت بذاتِ خود کمزور ہو یا اس میں ہاتھ اٹھانے کا بالکل ذکر نہ ہو جیسا کہ ان کے علاوہ دوسرے حضرات نے روایت کیا۔

108- فان ابن خزیمۃ حدثنا قال ثنا عبداللہ بن رجآء ح ۔

109- وحدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا عبداللہ بن صالح و الوھبی قالوا انا عبدالعزیز بن ابی سلمۃ عن عبداللہ بن الفضل فذکروا مثل حدیث ابن ابی الزناد فی اسنادہ و متنہ ولم یذکروا الرفع فی شیء من ذلک فان کان ھذا ھو المحفوظ وحدیث بن ابی الزناد خطاء.

فقد ارتفع بذلک ان یجب لکم بحدیث خطاء حجۃ و ان کان ماروی ابن الزناد صحیحا لانّہ زاد علیٰ ماروی غیرہ فان علیّا لم یکن لیری النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع ثم یترک ھو الرفع بعدہ الا وقد ثبت عندہ نسخ الرفع فحدیث علی اذا صح ففیہ اکثر الحجۃ لقول من لا یری الرفع ۔

عبداللہ بن رجاء، عبداللہ بن صالح اور وہبی (تینوں) کہتے ہیں، ہمیں عبدالعزیز ابن سلمہ نے عبداللہ بن فضل سے روایت کرتے ہوئے خبر دی۔ان سب نے سند اور متن کے لحاظ سے ابن ابی الزناد کی حدیث کی طرح روایت کیا لیکن ان سب نے کہیں بھی رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔اگر یہ حدیث محفوظ اور ابن ابی الزناد کی روایت خطاء ہو تو حدیثِ خطاء حجت نہیں ہوسکتی۔رحمہم اللہ تعالیٰ

اگر ابن ابی الزناد کی روایت صحیح ہو کیونکہ اس میں دوسروں کی روایت سے زائد ہے، اس لئے یہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا ہو پھر انھوں نے خود سے ہاتھ اٹھانا چھوڑ دیا ہو۔

یہ تو اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ آپ کے نزدیک ہاتھ اٹھانے کا حکم منسوخ ہو گیا ہو۔پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح ہونے کی صورت میں ان لوگوں (یعنی احناف) کی دلیل زیادہ ہے جو ہاتھ اٹھانا، ناجائز سمجھتے ہیں۔

ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے رفع یدین کرتے تھے اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔جب آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین منسوخ فرمادیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی رفع یدین ترک کر دیا۔یہی احناف کَثَّرَ ھُمُ اللہُ تعالیٰ کا مذہب ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ترکِ رفع یدین:

امام بخاری و امام مسلم کے استاد امام ابوبکر ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں،

110- عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن اذا قام الی الصلوۃ واذا رأی البیت وعلی الصفا والمروۃ وفی عرفات وفی جمع وعند الجمار ۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج:۲۳۷)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا،

اپنے ہاتھوں کو سوائے سات مقامات کے مت اٹھاؤ۔

جب نماز کے لیے کھڑے ہو، جب بیت اللہ کو دیکھو، صفا پر، مروہ پر، عرفات میں، مزدلفہ میں اور جمرات (یعنی شیطانوں) کو کنکریاں مارتے وقت۔

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔امام بخاری نے بھی یہی مضمون حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے مرفوع حدیث میں بیان کیا ہے۔

111- قال وکیع عن ابن ابی لیلیٰ عن ناف عن ابن عمر.

112- وعن ابن ابی لیلیٰ عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس عن النبی ﷺ لاترفع الایدی الا فی سبع مواطن فی افتتاح الصلوة واستقبال الکعبة وعلی الصفا و المروة وبعرفات وبجمع وفی المقامین وعند الجمرتین۔

امام وکیع ،ابن ابی لیلیٰ سے وہ نافع سے وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں اور ابن ابی لیلیٰ ،حَکَم سے وہ مقسم سے وہ ابن عباس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا،صرف سات جگہوں پر ہاتھ اٹھائے جائیں:-

نماز کے شروع میں،خانۂ کعبہ دیکھتے وقت،صفا پر،مروہ پر،عرفات اور مزدلفہ میں دونوں مقاموں پر اور جمرات کو کنکریاں مارتے وقت۔(جزء رفع الیدین:۸۹)

غیر مقلدین کا اس حدیث کے راوی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو ضعیف کہنا باطل ہے،اسکی توثیق وتائید پہلے بیان ہوچکی ہے۔امام ذہبی نے ابن ابی لیلیٰ کی حدیث کو درجہ حسن کی حدیث قرار دیا ہے۔(تذکرۃ الحفاظ ج۱:۱۲۹،مطبوعہ بیروت)

امام طبرانی نے بھی حدیثِ ابن عباس ﷺ کو روایت کیا ہے۔

113- عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال لاترفع الایدی الا فی سبع مواطن حین یفتتح الصلوة وحین یدخل المسجد الحرام فینظر الی البیت وحین یقوم علی الصفا وحین یقوم علی المروة وحین یقف مع الناس عشیة عرفة وبجمع والمقامین حین یرمی الجمرة۔(معجم الکبیر للطبرانی ج۱۱:۶۰۶)

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ آقا ومولیٰ ﷺ نے فرمایا،
صرف سات جگہوں پر ہاتھ اٹھائے جائیں:-

نماز شروع کرتے وقت،مسجد حرام میں داخل ہوکر خانۂ کعبہ دیکھتے وقت،جب صفا پر اور جب مروہ پر کھڑا ہو،جب لوگوں کے ساتھ عرفات میں وقوف کرے اور مزدلفہ میں وقوف کے وقت،اور جمرات کو کنکریاں مارتے وقت۔

یہ حدیث بھی صحیح ہے۔غیر مقلدوں کے پیشوا نواب صدیق حسن بھوپالی نے اس کی سند کے متعلق لکھا، من حدیث ابن عباس بسند جید۔ابن عباس ﷺ کی اس حدیث کی سند بہت عمدہ ہے۔(نزل الابرار:۴۴)

114- عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ یرفع یدیہ کلما رکع، وکلما رفع، ثم صار الی افتتاح الصلاة، وترک ماسوی ذلک۔ (نصب الرایہ ج۱:۷۱ ۴)

حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نماز میں جھکتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے،پھر صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرنے لگے اور اس کے سوا ہر رفع یدین ترک کردیا۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ مذکورہ سات مواقع جن میں نماز کی تکبیرِ اُولیٰ شامل ہے،ان کے علاوہ کہیں رفع یدین نہ کیا جائے۔نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ بھی حدیث نبوی سنا کر اختلافی رفع یدین سے منع فرماتے تھے۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت ابن عباس ﷺ سے جن روایات میں رفع یدین کرنا بیان ہوا ہے وہ صحیح نہیں۔اگر وہ روایات ثابت ہوں تو ان سے مراد آپ کا اس وقت کا عمل ہوگا جب رفع یدین منسوخ نہیں ہوا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ اور ترک رفع یدین:

امام بخاری کے شاگردِ رشید،امام ابوداؤد صحیح سند سے روایت کرتے ہیں،

115- حدثنا مسدد نا یحییٰ عن ابن ابی ذئب عن سعید بن سمعان عن ابی ھریرة قال کان رسول اللہ ﷺ اذا دخل فی الصلوة رفع یدیہ مداً۔

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ رسولِ معظم ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو اپنے ہاتھ دراز کر کے رفع یدین کرتے۔

(سنن ابوداؤد باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع)

اس حدیث پاک میں سیدنا ابوہریرہ ﷺ نے صرف نماز کی ابتدا میں رفع یدین کا ذکر کیا۔ اگر رکوع سے قبل و بعد اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین ہوتا تو اس کا بھی ذکر فرماتے۔ غیر مقلد کہتے ہیں، اس حدیث میں اختلافی رفع یدین کا ذکر نہیں تو کیا ہوا، اس کی نفی بھی تو نہیں۔

ہم کہتے ہیں، امام ابوداؤد نے اس سے پہلے باب میں رفع یدین کے اثبات میں حدیثیں بیان کیں پھر رفع یدین نہ کرنے کا باب تحریر کیا۔ اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت براء بن عازب اور حضرت ابوہریرہ ﷺ سے احادیث بیان کیں۔

امام ابوداؤد نے اس حدیث کو رفع یدین نہ کرنے کی دلیل کے طور پر ذکر کر کے یہ ثابت کیا کہ انکے نزدیک بھی سیدنا ابوہریرہ ﷺ اختلافی رفع یدین نہ کرنے والے صحابہ میں سے ہیں اور انکی یہ حدیث رکوع کے وقت رفع یدین نہ کرنے کی دلیل ہے۔

امام شافعی کے استاد، جلیل القدر محدث وفقیہ امام محمد بن حسن، امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کی سند سے روایت کرتے ہیں،

116- اخبرنا مالک اخبرنی نعیم ن المجمر وابو جعفر ن القاری ان اباھریرۃ کان یصلی بھم فکبر کلما خفض ورفع قال ابو جعفر و کان یرفع یدیہ حین یکبر ویفتح الصلوۃ۔

امام مالک نے ہمیں خبر دی کہ ان سے نعیم مجمر اور ابوجعفر قاری نے بیان کیا، حضرت ابوہریرہ ﷺ ان کے ساتھ نماز پڑھتے تو اٹھتے اور جھکتے ہوئے تکبیر کہتے۔ ابوجعفر نے کہا، وہ دونوں ہاتھ صرف اس وقت اٹھاتے جب تکبیر کہتے ہوئے نماز شروع فرماتے۔ (مؤطا امام محمد باب افتتاح الصلوۃ:۸۹) رحمہ اللہ تعالیٰ

117- امام محمد نے یہ حدیث روایت کر کے اہلِ مدینہ سے فرمایا، فھذا حدثکم موافق لعلی وابن مسعود رضی اللہ عنھما۔ امام مالک کی یہ حدیث حضرت علی ﷺ اور حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ کی حدیث کے موافق ہے۔

(کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ج۱:۹۵)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضرت علی ﷺ اور حضرت ابن مسعود ﷺ کی حدیثیں تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین کے ترک پر دلیل ہیں اسی طرح حضرت ابوہریرہ ﷺ کی یہ حدیث بھی ترکِ رفع یدین کی واضح دلیل ہے۔

مالکی مذہب کے امام محدث ابن عبدالبر اندلسی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو احناف کی دلیل کے طور پر روایت کیا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں،

118- وحجتھم ایضاً ما رواہ نعیم المجمر وابو جعفر القاری عن ابی ھریرۃ انہ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلاۃ ویکبر کلما خفض ورفع ویقول انا اشبھکم صلاۃ برسول اللہ ﷺ۔

اور ان (احناف) کی ایک دلیل یہ حدیث ہے جسے نعیم مجمر اور ابوجعفر قاری نے سیدنا ابوہریرہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ بیشک حضرت ابوہریرہ ﷺ رفع یدین تو اسوقت کرتے جب نماز شروع فرماتے، اور تکبیر ہر اونچ نیچ میں کہتے۔ اور وہ فرماتے تھے، بیشک میں تم میں سے رسول کریم ﷺ کی نماز کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔

(التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید ج۹:۲۱۵)

119- اخبرنا مالک عن ابن شھاب عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ انہ کان یصلی بھم فیکبر کلما خفض ورفع فاذا انصرف قال انی لاشبھکم صلاۃ برسول اللہ ﷺ۔ (صحیح بخاری باب اتمام التکبیر فی الرکوع)

ابوسلمہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ جب وہ جھکتے اور اٹھتے تو تکبیر کہتے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو فرماتے، بیشک نماز پڑھنے میں تمہاری بہ نسبت میں رسول اللہ ﷺ کے زیادہ مشابہ ہوں۔

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے بخاری و مسلم میں رسول کریم ﷺ کی نماز کا جو مفصل طریقہ بیان ہوا ہے اس میں بھی اختلافی رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

120- ان اباھریرۃ کان یکبر فی کل صلوۃ من المکتوبۃ وغیرھا فی رمضان وغیرہ فیکبر حین یقوم ثم یکبر حین یرکع ثم یقول سمع

الله لمن حمده ثم يقول ربنا ولك الحمد قبل ان يسجد ثم يقول الله اكبر حين يهوى ساجداً ثم يكبر حين يرفع راسه من السجود ثم يكبر حين يسجد ثم يكبر حين يرفع راسه من السجود ثم يكبر حين يقوم من الجلوس في الاثنتين ويفعل ذلك في كل ركعة حتى يفرغ من الصلوة ثم يقول حين ينصرف والذى نفسى بيده انى لاقربكم شبها بصلوة رسول الله ﷺ ان كانت هذه لصلوته حتى فارق الدنيا۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہر نماز میں تکبیر کہتے خواہ وہ فرض ہوتی یا دوسری، ماہ رمضان میں ہوتی یا اس کے علاوہ۔ جب آپ کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے، اور جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے۔ پھر سجدہ کرنے سے قبل ربنا ولک الحمد کہتے۔ جب سجدہ کے لیے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب دوسرا سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت بھی تکبیر کہتے۔ پھر جب دوسری رکعت کے قعدہ سے اٹھتے تو تکبیر کہتے اور ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے یہانتک کہ نماز سے فارغ ہوجاتے۔ نماز سے فارغ ہونے پر فرماتے، اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! بلاشبہ میری نماز تم سب سے زیادہ رسول کریم ﷺ کی نماز سے مشابہت رکھتی ہے۔ آپ کی نماز بالکل اسی طرح تھی یہانتک کہ آپ اس دنیا سے وصال فرماگئے۔ (صحیح بخاری جلداول باب یھوی بالتکبیر حین یسجد)

محدثِ جلیل فقیہِ کبیر امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

واما رواه عن ابى هريرة من ذلك فانما هو من حديث اسمٰعيل بن عياش عن صالح بن كيسان و هم لا يجعلون اسمٰعيل فيما روىٰ من غير الشاميين حجة فكيف يحتجون علىٰ خصيمهم بما لو احتج بمثله عليهم لم يسوغوه اياه۔

واما حديث عبدالحميد بن جعفر فانهم يضعفون عبدالحميد فلا يقيمون به حجة فكيف يحتجون به في مثله هذا ومع ذالك فان محمد بن عمرو بن عطآء لم يسمع ذال نك الحديث من ابى حميد ولا ممن ذكر معه في ذالك الحديث بينهما رجل مجهول قد ذكر ذالك العطاف بن الخالد عنه عن رجل. جہاں تک ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی (رفع یدین والی) روایت کا تعلق ہے تو وہ بواسطہ اسماعیل بن عیاش، صالح بن کیسان سے مروی ہے اور مخالفین کے نزدیک اسماعیل کی غیر شامیوں سے روایت حجت نہیں تو وہ اپنے مخالف کے خلاف ایسی روایات سے کس طرح استدلال کرسکتے ہیں کہ اگر اس سے ان کے خلاف استدلال کیا جائے تو وہ اسے قبول نہیں کرتے۔

عبدالحمید بن جعفر کی روایت کا مسئلہ یہ کہ وہ عبدالحمید کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور اسے حجت نہیں ٹھہراتے، اس قسم کے مسئلے میں ان سے کیسے استدلال کرسکتے ہیں؟ علاوہ ازیں محمد بن عمرو بن عطاء نے یہ حدیث نہ تو ابوحمید سے اور نہ ہی ان حضرات سے جن کا ان کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان ایک مجہول شخص ہے عطاف بن خالد نے ان کے واسطے سے ایک مجہول شخص سے روایت کیا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

فما نرىٰ كشف هذه الآثار يوجب لمّا وقف علىٰ حقائقها و كشف مخارجها الا ترك الرفع في الركوع فهذا وجه هذا الباب من طريق الآثار۔

ان روایات کی تحقیق وتفتیش کے بعد ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ رکوع میں ہاتھوں کو نہ اٹھایا جائے۔ روایات کے طریقے پر اس مسئلے کی وضاحت اسی طرح ہے۔

قال ابو جعفر قد اردت بشىءٍ من ذلك تضعيف احد من اهل العلم وما هكذا مذهبى ولكنى اردت بيان ظلم الخصم لنا۔

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے کسی اہل علم کی کمزوری بتانا میرا مقصد نہیں اور نہ ہی یہ میرا مذہب ہے بلکہ میرا مقصد اس ظلم کو واضح کرنا ہے جو کہ ہمارے مخالف نے ہم پر کیا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱: ۴۶۷)

عشرہ مبشرہ اور ترک رفع یدین:

121- عن ابن عباس انه قال العشرة الذين شهد لهم رسول الله ﷺ بالجنة ما كانوا يرفعون ايديهم الا في افتتاح الصلوة۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، وہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں آقا ومولیٰ رسول کریم ﷺ نے جنت کی بشارت دی یعنی عشرہ مبشرہ میں سے کوئی بھی تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہیں کرتا تھا۔

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج۱:۴۸۵، عمدۃ القاری شرح بخاری ج۵:۲۷۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس گواہی سے ثابت ہوگیا کہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے سوا رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے۔ الحمدللہ!

صحابہ کرام وتابعین رضی اللہ عنہم کا عمل:

اب ہم بعض صحابہ کرام اور تابعین عظام کے حوالے سے احادیث وآثار پیش کرتے ہیں جن سے احناف (نوّرَ الله وجوههم يوم القيامة) کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔

122- ان عبدالله بن الزبير راى رجلا رافعا يديه يدعوا قبل ان يفرغ من صلاته فلما فرغ منها قال ان رسول الله ﷺ لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلاته. رواه الطبراني ورجاله ثقات۔ (المعجم الكبير ج۱۳:۱۰۲)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز سے فارغ ہونے سے قبل رفع یدین کر کے دعا کر رہا تھا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ نے اس سے فرمایا، بیشک رسول اللہ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے حتی کہ آپ نماز سے فارغ ہو جاتے۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اس حدیث کو غیر مقلد عالم عبدالرحمٰن مبارکپوری نے روایت کر کے اسکے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ج۲:۱۲۳، مطبوعہ بیروت)

123- عن عباد بن الزبير ان رسول الله ﷺ كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه في اول الصلوة ثم لم يرفعهما في شئ حتىٰ يفرغ۔

حضرت عباد بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا ومولیٰ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے پھر نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہ کرتے حتیٰ کہ آپ نماز سے فارغ ہو جاتے۔ (خلافیات بیہقی بحوالہ نصب الرایہ ج۱:۴۰۴)

شارح بخاری امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

124- والذى يحتج به الخصم من الرفع محمول على انه كان في الابتداء الاسلام ثم نسخ والدليل عليه ان عبدالله بن الزبير رأى رجلا يرفع يديه في الصلوة عند الركوع وعند رفع راسه من الركوع فقال لاتفعل، فان هذا شئ فعله رسول الله ﷺ ثم تركه۔

رفع یدین کے قائلین جس رفع یدین کے متعلق دلیل لاتے ہیں وہ اس بات پر محمول ہے کہ وہ ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہوگیا۔ اس کے منسوخ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کر رہا ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا، ایسا (اختلافی رفع یدین) نہ کرو، یہ وہ چیز ہے جسے رسول کریم ﷺ پہلے کیا کرتے تھے اور پھر آپ نے اسے ترک فرما دیا۔

(زجاجۃ المصابیح باب صفۃ الصلوۃ، عمدۃ القاری شرح بخاری ج۵:۲۷۳)

اب امام بخاری وامام مسلم کے استاد امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی کتاب ''مصنف'' سے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

125- حدثنا ابوبكر بن عياش عن حصين ومغيرة عن ابرهيم قال لاترفع يديک في شئ من الصلاة الا في الافتتاحة الاولىٰ۔

حضرت حصین ومغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا، نماز کے شروع کے سوا نماز میں کہیں بھی اپنے ہاتھ نہیں اٹھاؤ۔

126- حدثنا ابن مبارک عن اشعث عن الشعبى انه كان يرفع يديه في اول التكبير ثم لايرفعهما۔

حضرت اشعث فرماتے ہیں کہ حضرت امام شعبی نماز کی پہلی تکبیر کے وقت اپنے ہاتھ اٹھاتے پھر اس کے بعد ہاتھ نہیں اٹھاتے۔

127- حدثنا هشيم قال اخبرنا حصين ومغيرة عن ابراهيم انه كان يقول اذا كبرت في فاتحة الصلاة فارفع يديک ثم لا ترفعهما فيما بقى۔

حضرت حصین اور حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی کا ارشاد ہے، تم نماز کے شروع کی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاؤ پھر باقی نماز میں کہیں بھی ہاتھ نہ اٹھاؤ۔

128- حدثنا ابوبکر عن الحجاج عن طلحة عن خثیمة و ابراھیم قال کانا لا یرفعان ایدیھما الا فی بدء الصلاۃ۔

حضرت طلحہ فرماتے ہیں کہ حضرت خثیمہ اور حضرت ابراہیم نخعی دونوں نماز کی ابتدا کے سوا کہیں بھی اپنے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

129- حدثنا یحییٰ بن سعیدعن اسماعیل قال کان قیس یرفع یدیه اول مایدخل فی الصلاۃ ثم لا یرفعھما۔

حضرت اسماعیل کہتے ہیں، حضرت قیس جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے پھر کہیں بھی رفع یدین نہ کرتے۔

130- حدثنا معاویة بن ھشیم عن سفیان بن مسلم الجھنی قال کان ابن ابی لیلی یرفع یدیه اول شی اذا کبر۔

حضرت سفیان بن مسلم کہتے ہیں کہ حضرت ابن ابی لیلیٰ صرف پہلی تکبیر کے رفع یدین کرتے تھے۔

131- حدثنا وکیع عن شریک عن جابر عن الاسود و علقمة انھما کانا یرفعان ایدیھما اذا افتتحا ثم لا یعودان۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضرت اسود اور حضرت علقمہ دونوں اپنے ہاتھ صرف نماز کے شروع میں اٹھاتے پھر دوبارہ نہیں اٹھاتے تھے۔

132- قال عبدالملک ورأیت الشعبی و ابراھیم و ابا اسحاق لا یرفعون ایدیھم الا حین یفتتحون الصلاۃ۔

حضرت عبدالملک نے فرمایا، میں نے امام شعبی، حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت ابواسحاق کو دیکھا ہے۔وہ نماز کے شروع کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ باب من کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود)

133- عن الزبیر ابن عدی قال ورایت ابراھیم والشعبی یفعلان ذلک۔

حضرت زبیر بن عدی فرماتے ہیں، میں نے حضرت ابراہیم اور حضرت شعبی کو بھی اسی طرح کرتے (یعنی صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے) دیکھا۔رحمہم اللہ تعالیٰ

(شرح معانی الآثار ج۱:۴۶۵)

اصحابِ عبداللہ وعلی رضی اللہ عنہم اور ترکِ رفع یدین:

134- حدثنا وکیع وأبوأسامة عن شعبة عن ابی اسحاق قال کان اصحاب عبدالله واصحاب علی لا یرفعون ایدیھم الا فی افتتاح الصلاۃ قال وکیع ثم لایعودون۔(ایضاً)

حضرت شعبہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابواسحاق نے فرمایا، حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب رضی اللہ عنہم اور حضرت علی کے اصحاب رضی اللہ عنہم، نماز کے شروع کے سوا کہیں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔حضرت وکیع نے (مزید وضاحت سے) کہا، پھر وہ رفع یدین دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث کے تمام راوی بخاری ومسلم کے راوی ہیں اور حضرت شعبہ کو امیر المومنین فی الحدیث کہا جاتا ہے۔الحمدللہ! ان احادیث سے تکبیر تحریمہ کے سوا عام نماز میں رفع یدین کا منسوخ ہونا ثابت ہوگیا جیسا کہ احناف، کثَّرَھُمُ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے۔

ترکِ رفع یدین پر فقہاء کا اجماع:

امام سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک اور امام احمد بن حنبل کے استاد اور بخاری ومسلم کے راوی، حضرت ابوبکر بن عیاش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

135- حدثنی ابن ابی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال ثنا ابوبکر بن عیاش قال ما رایت فقیھا قط یفعله یرفع یدیه فی غیر التکبیرۃ الاولیٰ۔

حضرت ابوبکر بن عیاش فرماتے ہیں کہ میں نے کسی فقیہ کو کبھی بھی تکبیر اولیٰ کے علاوہ ہاتھ اٹھاتے نہیں دیکھا۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج۱:۴۶۸)

یہ بات قابلِ غور ہے کہ حضرت ابوبکر بن عیاش ۱۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳ھ میں وصال فرمایا۔اس خیر القرون میں آپ نے کسی عالم وفقیہ کو پہلی تکبیر کے سوا رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔یہ ترکِ رفع یدین کے متواتر ہونے کی دلیل ہے۔

محدثین اور ترکِ رفع یدین:

اکثر محدثین کرام کا طریقہ یہ ہے کہ وہ احادیث کی کتب میں پہلے وہ باب ذکر کرتے ہیں جس میں رفع یدین کا ذکر ہے اور پھر وہ باب لاتے ہیں جس میں رفع یدین کی ممانعت ہے۔ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ اس ترتیب سے ثابت ہوتا ہے کہ رفع یدین پہلے تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی ترتیب دیکھئے۔ پہلے باب ہے، **من کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰۃ**۔ نماز کے شروع میں رفع یدین کرنے کا باب۔

اس کے بعد یہ باب ہے۔ **باب من کان یرفع یدیه فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود**۔ باب جنہوں نے صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کیا اور پھر دوبارہ نہ کیا۔

سنن ابوداؤد ملاحظہ فرمائیے۔ پہلے ذکر ہوا، **باب رفع الیدین**۔ رفع یدین کا باب۔ اس کے بعد ذکر کیا گیا، **باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع**۔ رفع یدین کے رکوع میں ذکر نہ ہونے کا باب۔

اس کے بعد ترمذی کی ترتیب کو دیکھئے۔ انہوں نے بھی رفع یدین والی حدیثوں کو پہلے ذکر کیا اور رفع یدین کے ترک کرنے کو بعد میں ذکر کیا ہے۔

خصوصاً سنن نسائی میں عنوانات کی اتنی پیاری ترتیب رکھی گئی جس سے معمولی علم رکھنے والا بھی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ ہاں واقعی رفع یدین کا حکم منسوخ ہے۔ عنوانات کی ترتیب دیکھیے۔ **باب رفع الیدین عند الرفع من الرکوع** رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کا ذکر۔ اس کے بعد ذکر کیا، **باب رفع الیدین حذو فروع الاذنین عند الرفع من الرکوع**۔ رکوع سے سر اٹھاتے وقت کانوں کے اوپری حصہ تک ہاتھوں کے اٹھانے کا ذکر۔ اس کے بعد **باب رفع الیدین حذو المنکبین عند الرفع من الرکوع**۔ رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھانے کے بیان میں۔

آخر میں ذکر کیا ہے، **الرخصۃ فی ترک ذلک**۔ رفع یدین کو چھوڑنے کی رخصت کا بیان۔ یہاں سے بھی واضح ہوا کہ رفع یدین منسوخ ہو چکا ہے۔

اسی طرح نسائی میں سجود کے وقت رفع یدین کا عنوان ان الفاظ سے قائم کیا گیا ہے، **باب رفع الیدین للسجود**۔ سجدوں کے لئے رفع یدین کا بیان۔ اس کے بعد عنوان قائم کیا، **ترک رفع الیدین للسجود**۔ سجدوں میں رفع یدین کو چھوڑنے کا بیان۔ اس سے بھی واضح ہوا کہ سجدوں کے وقت رفع یدین منسوخ ہے۔

پھر یہ ذکر کیا، **باب رفع الیدین عند الرفع من السجدۃ الاولی**۔ پہلے سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کا بیان۔ پھر بیان کیا، **ترک ذلک بین السجدتین**۔ دو سجدوں کے درمیان رفع یدین کے ترک کرنے کا بیان۔

امام نسائی کی شاندار ترتیب کو دیکھ کر بھی کسی کو رفع یدین کا منسوخ ہونا سمجھ نہ آئے تو اسے اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمائے کہ اسے سمجھ آ جائے۔

(نمازِ حبیب کبریا: ۱۴۱، ۱۴۲ ملخصاً)

مفسرِ قرآن، شیخ الحدیث مفتی عبدالرزاق بھترالوی مدظلہ العالی رقمطراز ہیں،

ایک خاص بات ذہن میں رکھیں کہ رکوع کی دونوں حالتوں میں رفع یدین پر فعلی احادیث پائی جاتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایسے کیا ہے، مگر کوئی قولی حدیث موجود نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہو کہ رفع یدین کرو، ایسی کوئی حدیث کوئی شخص نہیں دکھا سکے گا۔ لیکن رفع یدین کی ممانعت پر فعلی حدیثیں بھی موجود ہیں اور قولی بھی یعنی یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رفع یدین نہیں کیا بلکہ چھوڑ دیا تھا اور یہ بھی احادیث میں مذکور ہے کہ آپ نے رفع یدین سے منع کیا۔ اور قولی احادیث کو فعلی احادیث پر ترجیح دی جاتی ہے۔

منسوخ آیات قرآن پاک میں موجود ہونے کے باوجود قابل عمل نہیں تو منسوخ احادیث کتب احادیث میں موجود ہونے کی وجہ سے عمل کے لئے لازم ہونے پر دلیل کیسے قائم کی جا سکتی ہے؟

یاد رہے! دلائل کی کثرت کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ دلائل کی پختگی کا اعتبار ہوتا ہے، غیر عادل بیس گواہ بھی دو عادل گواہوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کئی

احادیث ضعیفہ، ایک حدیث صحیح کا مقابلہ نہیں کرسکتیں، ایک صحیح حدیث کئی ضعیفوں پر بھاری ہوگی ۔

سینکڑوں کی تعداد میں احادیث کو ایک حدیث سے منسوخ کیا جاسکتا ہے جیسا کہ جہاد نہ کرنے والی ایک سو چوبیس آیات مبارکہ، ایک آیت مبارکہ سے منسوخ ہیں جس میں جہاد کرنے کا ذکر ہے ۔

جو احادیث منسوخ ہوں ان کو کتابوں سے نکال نہیں دیا جاتا۔ وہ منسوخ احادیث بھی کتب میں ذکر کر دی جاتی ہیں اور ناسخ بھی، مقصد صرف احادیث کو جمع کرنا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا یہ فعل بھی رہا اور یہ بھی ۔(نمازِ حبیبِ کبریا:۱۱۴)

عورتوں کی نماز:

غیر مقلد مصنف لکھتا ہے، بخاری و مسلم میں حضور انور ﷺ فرماتے ہیں، لا یبسط احدکم ذراعیه انبساط الکلب ۔یعنی نہ بچھائے کوئی تمہارا (مرد ہو یا عورت) دونوں بازو اپنے (سجدے میں) جس طرح کتا بچھاتا ہے۔

حضور ﷺ کے اس فرمان سے صاف عیاں ہے کہ نمازی (مرد یا عورت) کو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر دونوں کہنیاں یعنی بازو زمین سے اٹھا کر رکھنے چاہئیں۔اور پیٹ بھی رانوں سے جدا رہے اور سینہ زمین سے اونچا ہو۔(صلوٰۃ الرسول:۲۱۶)

واضح رہے کہ بریکٹ میں لکھے گئے الفاظ حدیث مبارکہ کے نہیں بلکہ غیر مقلد ذہن کی اپنی اختراع ہیں۔ چونکہ غیر مقلدوں کا مذہب ہی اہلسنت احناف کی مخالفت کرنا ہے اس لیے اس حدیث کو انہوں نے مرد و عورت کے ایک جیسے طریقۂ نماز کی دلیل بنالیا۔ حالانکہ کتبِ حدیث میں مرد و عورت کے جدا جدا طریقۂ نماز پر متعدد صحیح احادیث موجود ہیں۔ غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں نے اپنی کتاب میں حنفی مذہب ہی کے مطابق عورتوں کی نماز کا طریقہ لکھا ہے۔(کنز الحقائق:۲۲)

امام بخاری و امام مسلم کے استاد امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب المصنف (مطبوعہ بیروت) میں عورتوں کی نماز کے حوالے سے مندرجہ ذیل ابواب قائم کیے اور ان میں کئی احادیث روایت کیں۔

باب فی المرأة اذا افتتحت الصلاة الی أین ترفع یدیها......صفحہ ۲۷۰

باب المرأة کیف تکون فی سجودها..................صفحہ ۳۰۲

باب فی المرأة کیف تجلس فی الصلاة..............صفحہ ۳۰۳

ان ابواب سے عورتوں کی نماز سے متعلق چند احادیث پیشِ خدمت ہیں۔

136- حدثنا هشیم قال أنا شیخ لنا قال سمعت عطاء سئل عن المرأة کیف ترفع یدیها فی الصلاة قال حذو ثدییها۔

حضرت عطاء سے جب سوال ہوا کہ عورت نماز میں اپنے ہاتھوں کو کہاں تک اٹھائے؟ تو میں نے انہیں فرماتے ہوئے سنا، چھاتی یعنی سینہ کے برابر۔

137- عن حماد أنه کان یقول فی المرأة اذا افتتحت الصلاة ترفع یدیها الی ثدییها ۔ حضرت حماد فرماتے ہیں کہ عورت جب نماز شروع کرے تو اپنے ہاتھوں کو چھاتیوں تک اٹھائے۔

عورت کا سجدہ کرنا:

138- عن الحارث عن علی قال اذا سجدت المرأة فلتحتفر ولتضم فخذیها۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عورت جب سجدہ کرے تو سمٹ جائے اور اپنی رانوں کو ملالے۔

139- عن بکیر بن عبدالله عن ابن عباس انه سئل عن صلاة المرأة فقال تجتمع وتحتفر ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عورت کی نماز کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا، اکٹھی ہو کر اور سکڑ کر نماز ادا کرے۔

140- عن لیث عن مجاهد انه کان یکره أن یضع الرجل بطنه علی فخذیه اذا سجد کما تضع المرأة۔

حضرت لیث کہتے ہیں کہ حضرت مجاہد ناپسند فرماتے تھے کہ مرد سجدہ کرتے ہوئے عورت کی طرح اپنے پیٹ کو اپنی رانوں پر رکھ دے۔

141- عن هشام عن الحسن قال المرأة تضطم فی السجود۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ عورت سجدوں کی حالت میں سکڑ کر رہے۔

142- عن ابراهیم قال اذا سجدت المرأة فلتلزق بطنها بفخذیها و لا ترفع عجیزتها و لا تجا فی کما یجا فی الرجل۔

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں، عورت جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے اور اپنی پشت کو نہ اٹھائے اور اپنے اعضاء کو ایک دوسرے سے اس طرح دور نہ کرے، جس طرح مرد، دُور رکھتا ہے۔

143- ان النبی ﷺ مر علی امرء تین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرء ة لیست فی ذلک کالرجل۔

نبی کریم ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، جب تم سجدہ کرنے لگو تو اپنے جسم کا بعض حصہ (یعنی پیٹ رانوں کے ساتھ اور بازو) زمین کے ساتھ لگا لیا کرو۔ کیونکہ عورت (کے سجدے) کا طریقہ مرد کی طرح نہیں ہے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲: ۲۲۳، مراسیل ابوداود، کنز العمال)

عورت کا نماز میں بیٹھنا:

144- عن ابن جریج قال قلت لعطاء تجلس المرأة فی مثنا علی شقها الأیسر قال نعم قلت هو أحب الیک من الأیمن قال نعم تجتمع جالسة ما استطاعت۔

ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا، کیا عورت اپنی سرین کی بائیں جانب پر بیٹھ سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔ میں نے پوچھا، کیا وہ آپ کو دائیں جانب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ فرمایا، ہاں۔ عورت جتنا ممکن ہو، سمٹ کر بیٹھے۔

145- عن ابراهیم عن خالد بن اللجلاج قال کن النساء یؤمرن أن یتربعن اذا جلسن فی الصلاة و لا یجلسن جلوس الرجال علی أوراکهن یتقی ذلک علی المرأة مخافة أن یکون منها الشیء۔

حضرت خالد بن لجلاج فرماتے ہیں، عورتوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ نماز میں ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر (ایک جانب ہو کر) بیٹھیں اور مردوں کی طرح سرین کو پاؤں پر رکھ کر نہ بیٹھیں۔ عورت کو مردوں کی طرح بیٹھنے سے روکنے کی وجہ یہ تھی کہ عورت کا کوئی مقام ظاہر نہ ہو۔

146- عن منصور عن ابراهیم قال تجلس المرأة من جانب فی الصلاة۔

(صحیح بخاری کے راوی) حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں، عورت نماز میں ایک جانب ہو کر بیٹھے۔ یعنی قعدہ میں پاؤں کو ایک طرف نکال کر زمین سے سُرین ملا کر بیٹھے کہ اس میں زیادہ پردہ ہے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

(مصنف ابن ابی شیبہ باب فی المرأة کیف تجلس فی الصلاة)

غیر مقلدین کے جھوٹ اور فریب:

1--- کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' کے مصنف غیر مقلد حکیم صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں، سرتاجِ احناف حضرت امام محمد کا نعرۂ حق، رفع الیدین برحق:
حضرت امام محمد جو احناف کے مسلمہ امام ہیں۔ سارا ذخیرہ حنفی مذہب کا ان ہی کی محنتِ شاقہ اور مساعی کا نتیجہ ہے، آپ حضرت امام ابوحنیفہ کے قابلِ فخر شاگرد ہیں۔ آپ اپنی مشہور کتاب موطا امام محمد میں رفع الیدین کی صحیح حدیث لائے ہیں۔............

پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث لکھ کر لکھا ہے، ''دیکھا آپ نے کہ حضرت امام ابوحنیفہ کے مایہ ناز شاگرد حضرت امام محمد نے حضور ﷺ کی صحیح حدیث اپنی کتاب موطا میں لا کر تسلیم کر لیا کہ رفع الیدین ان کے نزدیک سنتِ صحیحہ ثابتہ ہے۔ اب تو برادرانِ احناف کو بھی یہ سنت اپنا لینی چاہیے''۔ (صلوٰۃ الرسول: ۲۰۳، ۲۰۴)

غیر مقلدین کے اس فریب اور دھوکے کی حقیقت کیا ہے؟ نیز سرتاجِ احناف امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا نعرۂ حق کیا ہے؟ ملاحظہ فرمائیے۔

امام محمد بن حسن شیبانی نے موطا کے باب افتتاح الصلوٰۃ میں محدثین کرام کے طریق پر پہلے رفع یدین کے اثبات پر دو حدیثیں روایت کیں پھر دس

احادیث روایت کیں جن میں اختلافی رفع یدین کا ذکر نہیں یا اس کی ممانعت ہے۔ پھر امام محمد نے رفع یدین کے اثبات والی حدیثوں کو منسوخ بتانے کے لیے اپنی تحقیق کا خلاصہ یہ تحریر فرمایا۔

قال محمد السنة ان یکبر الرجل فی صلاته کلما خفض و کلما رفع واذا انحط للسجود کبر واذا انحط للسجود الثانی کبر۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''سنت یہ ہے کہ آدمی نماز میں (رکوع کے لیے) جھکے اور (سجود وقعدہ سے) اٹھے تو تکبیر کہے۔ اور جب سجدہ کرے تو تکبیر کہے اور جب دوسرے سجدے کے لیے جھکے تو بھی تکبیر کہے۔

فاما رفع الیدین فی الصلوة فانه یرفع الیدین حذو الاذنین فی ابتداء الصلوة مرة واحدة ثم لا یرفع فی شیٔ من الصلوة بعد ذلک. وهذا کله قول ابی حنیفة رحمه الله وفی ذلک اثار کثیرة.

نماز میں رفع یدین کا مسئلہ یوں ہے کہ صرف نماز کے شروع میں ایک ہی بار کانوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھائے جائیں اور پھر پوری نماز میں کسی بھی جگہ رفع یدین نہ کیا جائے۔ یہ سب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور اس کی تائید میں بکثرت احادیث وارد ہیں''۔ (مؤطا امام محمد باب افتتاح الصلوٰۃ:۸۹)

ملاحظہ کیا آپ نے! امام محمد فرمارہے ہیں کہ انکے نزدیک سنتِ صحیحہ ثابتہ صرف نماز کے شروع میں ایک بار کانوں کے برابر رفع یدین کرنا ہے۔ جبکہ نام نہاد اہلحدیث عالم کس قدر ڈھٹائی سے جھوٹ بول کر مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ ایسی بددیانتی عالم تو کیا، کسی جاہل کو بھی زیب نہیں دیتی۔

اب عدل وانصاف اور شرم وحیا کا تقاضا یہ ہے کہ غیر مقلدین، حضرت امام ابوحنیفہ کے مایہ ناز شاگرد اور سرتاجِ احناف حضرت امام محمد کے نعرۂ حق، ''ترکِ رفع یدین برحق'' کو دل سے مان لیں۔

2--- غیر مقلد کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا تاحیات رفع یدین کرنا ثابت ہے۔ اس دعویٰ پر انہوں نے یہ حدیث پیش کی ہے:

عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ کان اذا افتتح الصلوة رفع یدیه واذا رکع واذا رفع رأسه من الرکوع وکان لا یفعل ذلک فی السجود فما زالت تلک صلوته حتی لقی الله تعالیٰ۔ (تلخیص الحبیر للعسقلانی)

رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع الیدین کرتے، اور جب رکوع کرتے اور جب اٹھاتے سر اپنا رکوع سے، اور سجدوں میں رفع الیدین نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ سے ملتے دَم تک آپ کی نماز اسی طرح رہی۔ (یعنی وفات تک حضور ﷺ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے رہے)۔

(صلوٰۃ الرسول:۱۹۵، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور)

اس کے جواب میں شیخ الحدیث والتفسیر علامہ مفتی عبدالرزاق بھترالوی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں، ''سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم جب کوئی حدیث پیش کریں تو اس کے جواب میں تم یہ کہتے ہو کہ حدیث صرف صحاح ستہ سے دکھائیں۔

وہ کون سا صحیفۂ آسمانی ہے جس نے صحاح ستہ میں صحیح حدیثوں کے بند ہونے کا حکم دیا ہے۔ لیکن افسوس کہ جب تمہیں اپنا دعویٰ ثابت کرنے میں مشکل پیش آئے تو کبھی اسماء الرجال کی کتابوں کا سہارا لیتے ہو، وہ بھی صرف وہاں تک جہاں تک تم اپنی بات پر ثبوت پیش کر سکو، اور کبھی بیہقی کی حدیث کا سہارا لیتے نظر آتے ہو۔ ذرا بتاؤ تو سہی کہ کس منہ سے یہ حدیث پیش کر رہے ہو؟ کیا تمہارا یہ حدیث پیش کرنا تمہارے اپنے دعویٰ کے مطابق ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ ہم تمہاری طرح ضدی نہیں، ہم یہ کبھی نہیں کہیں گے کہ صحاح ستہ سے ہی حدیث پیش کرو، ہم صرف عالمانہ گفتگو کریں گے۔ یہ کہیں گے کہ تم نے بیہقی سے حدیث پیش کی۔ بیہقی کی ہر حدیث پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں اور نہ ہی ہم ہر حدیث کو بلا چون وچرا مان لیں گے۔ ہم صرف یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ حدیث صحیح یا حسن پیش کرو، ضعیف نہ پیش کرو۔ ضعیف حدیث سے احکام ثابت نہیں ہوتے۔

موضوع حدیث نہ پیش کرو۔ موضوع حدیث دراصل حدیث ہی نہیں ہوتی، وہ تو صرف من گھڑت قول ہوتا ہے۔

اب ذرا اپنی پیش کردہ حدیث کا حال دیکھیں! علامہ نیموی فرماتے ہیں،

'' وهو حدیث ضعیف بل موضوع ''۔ (آثار سنن ص۲۰۱)

یہ حدیث ضعیف ہے بلکہ موضوع ہے۔

حدیث کی وجہِ ضعف کیا ہے؟ اس کو سمجھنے سے پہلے یہ ذہن میں رکھیں کہ اس حدیث کی سند کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے ایک سند یہ ہے:

عن الحسن بن عبد اللہ حمدان الرقی ثنا عصمته بن محمد الانصاری ثنا موسی بن عقبة عن نافع عن ابن عمر۔

آگے بیان کیا گیا :وروا ه عن ابی عبد اللہ الحافظ عن جعفر عن محمد بن نصر عن عبد الرحمن ابن قریش بن خزیمة الهروی عن عبد اللہ بن احمد الامجی عن الحسن ....الخ۔

یعنی حقیقت میں ایک ہی سند ہے کہ ابتداء ابو عبداللہ حافظ سے ہو رہی ہے اور انتہاء حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر ہو رہی ہے۔ اس سند میں ایک راوی ہے عبدالرحمٰن بن قریش، اس کے متعلق ذہبی نے میزان میں ذکر کیا ہے:

''عبد الرحمن بن قريش بن خزيمة هروی سكن بغداد اتهمه السليمانی بوضع الحديث ''۔(میزان الاعتدال ج۲:۱۱۴، لسان المیزان ج۳:۴۲۵)

عبدالرحمٰن بن قریش بن خزیمہ ہروی بغداد میں رہا ہے، اس کو محدث سلیمانی نے موضوع حدیث بیان کرنے کی تہمت لگائی۔

ایک اور راوی ہے عصمہ بن محمد انصاری، اس کے متعلق ابو حاتم نے کہا ہے، لیس بقوی ۔''یہ راوی قوی نہیں''۔ یحییٰ (بن معین) نے کہا ہے، كذاب يضع الحديث۔ ''یہ شخص جھوٹا ہے۔ موضوع حدیثیں بیان کرتا ہے''۔ عقیلی نے کہا، یحدث بالبواطیل عن الثقات ۔''باطل حدیثیں بیان کرتا ہے اور ان کو ثقہ راویوں کی طرف منسوب کرتا ہے''۔ دار قطنی نے اور اسی طرح کچھ حضرات نے کہا، متروک۔ ''یہ راوی متروک (چھوڑا ہوا، غیر معتبر) ہے''۔(ایضاً)

اب آپ خود ہی انصاف سے بتائیں جس حدیث کے راویوں کا یہ حال ہو، کیا وہ دلیل بنانے کے قابل ہے؟ (نمازِ حبیبِ کبریا:۱۵۷تا۱۵۹)

3--- مذکورہ من گھڑت روایت کے حاشیے میں غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے، اس روایت کے بہت سے صحیح شواہد موجود ہیں۔ پھر اس نے لکھا، ''المعجم لابن الاعرابی میں ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب ابوہریرہ نے رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر بتائی جس میں رکوع سے پہلے کا رفع یدین مذکور ہے اور آخر میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہا کہ رسول اللہ کی یہی نماز تھی حتی کہ آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ (ج۱ص۲۲۶ح۱۴۲)

اس کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں سوائے محمد بن عصمہ الرملی القاضی کے، اس کے حالات مجھے نہیں ملے''۔ (صلوٰۃ الرسول:۱۹۵)

آپ خود ہی انصاف کیجیے کہ اس ''صحیح حدیث'' کا ایک راوی ایسا ہے جس کے بارے میں یہ علم ہی نہیں کہ اسکا حافظہ کیسا تھا؟ اسکا کردار کیسا تھا؟ غالب امکان یہی ہے کہ کذاب اور وضاع ہوگا جس نے یہ حدیث گھڑ کر دوسرے راویوں کی طرف منسوب کر دی اسی لیے اس کی توثیق غیر مقلد محقق، دنیا کی کسی کتاب سے ثابت نہیں کر سکا۔

کیا عدل اور انصاف اسی کا نام ہے کہ بخاری و مسلم کے راویوں حضرت ابراہیم نخعی جیسے جلیل القدر تابعی کی مرسل احادیث کو اور تدلیس کی وجہ سے محدث کبیر امام سفیان ثوری کی احادیث کو غیر مقلد علیزئی ''باطل و مردود'' قرار دیدے اور ایک نامعلوم راوی کی روایت جو کہ معروف کتب حدیث میں بھی نہیں، اسی غیر مقلد علیزئی کے نزدیک ''صحیح'' قرار پائے ؟؟؟ کیا اہلحدیث محقق کی یہی علمی دیانت ہے کہ من گھڑت روایت کی توثیق کے لیے ایک اور من گھڑت روایت۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔

اب مذکورہ من گھڑت روایت کے متن کو دیکھیے۔ فابتدأ فكبر ورفع يديه ثم ركع فكبر ورفع يديه ثم سجد ثم كبر ثم سجد و كبر ۔پس انہوں نے نماز کی ابتدا کی۔ اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ پھر رکوع کیا۔ پس آپ نے اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ پھر سجدہ کیا پھر اللہ اکبر کہا۔ پھر سجدہ کیا اور اللہ اکبر کہا۔

(نور العینین:۳۳۶)

ہم نے متن اور ترجمہ اسی کی کتاب سے نقل کیا ہے۔ متن میں رکوع سے پہلے تکبیر اور رفع یدین کا ذکر نہیں ہے جبکہ غیر مقلدین اس کے قائل ہیں۔ دوم یہ کہ رکوع کے بعد اللہ اکبر کہنے اور رفع یدین کا ذکر ہے جبکہ تمام مسلمان رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد کہتے ہیں اور خود غیر مقلدین بھی

اللہ اکبر کے بجائے یہی کہتے ہیں۔ یہ روایت متن کے لحاظ سے بھی امت کے عملی تواتر کے خلاف ہے اور باطل ومردود ہے۔

4--- غیر مقلد علیزئی اسی من گھڑت روایت کو صحیح ثابت کرنے کے لیے شاہد نمبر۲ کے تحت لکھتا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رفع یدین باسندِ صحیح ثابت ہے۔........حضرت ابوہریرہ سے یہ ثابت ہے کہ آپ اپنی نماز کو رسول اللہ ﷺ کے مشابہ قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ: ''ما زالت هذه صلاته حتی فارق الدنیا''۔ آپ کی یہی نماز تھی حتی کہ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ (نسائی شریف واصلہ فی صحیح البخاری وغیرہ)

(صلوٰۃ الرسول: ۱۹۶ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رفع یدین کا ترک کرنا بھی سندِ صحیح سے ثابت ہے۔ جیسا کہ اوپر حدیث نمبر 115 تا 118 میں مذکور ہوا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ترکِ رفع یدین کے عنوان کے تحت حدیث نمبر 120 ملاحظہ کیجیے جو صحیح بخاری جلد اول ''باب یهوی بالتکبیر حین یسجد'' میں موجود ہے اور وہی حدیث سنن نسائی میں ''باب التکبیر للرکوع'' میں موجود ہے۔ لیکن ان دونوں حدیثوں میں رکوع کی رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

ہم غیر مقلدین کو دعوت دیتے ہیں کہ ان کا کوئی بھی محقق حتیٰ فارق الدنیا والی اس حدیث میں اختلافی رفع یدین کا ایک لفظ دکھادے یا رفع یدین کے اثبات والی کسی صحیح حدیث میں حتیٰ فارق الدنیا والا جملہ دکھادے۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة اعدت للکفرین.

''پھر اگر نہ کرسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ کرسکو گے تو ڈرو اُس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، تیار رکھی ہے کافروں کے لیے''۔ (البقرۃ: ۲۴)

5--- غیر مقلد علیزئی نے شاہد نمبر۳ میں لکھا کہ ۹ ہجری کے بعد ترکِ رفع یدین کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ شاہد نمبر۴ میں لکھا، وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ۱۰ ہجری کو دوبارہ تشریف لائے اور اسی رفع یدین کا مشاہدہ کیا۔ (صلوٰۃ الرسول: ۱۹۶)

حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی دوسری بار موسم سرما میں بارگاہِ نبوی میں حاضری کا ذکر سنن ابوداؤد میں تین احادیث میں ہے جن میں سے کسی میں بھی نماز میں رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ اسی کتاب میں حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی احادیث کے تحت حدیث 64 تا 66 ملاحظہ فرمائیں۔ حدیث 66 میں واضح طور پر مذکور ہے کہ صحابہ کرام کا موسمِ سرما میں کپڑوں کے اندر ہاتھوں کو حرکت دینا صرف تکبیرِ اولیٰ کے وقت تھا۔ یعنی اس وقت رکوع اور سجدوں کا رفع یدین منسوخ ہوچکا تھا۔

یہ ذہن نشین رہے کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی پہلی بار آمد کے وقت سجدوں کا رفع یدین بھی جاری تھا جس کا ذکر حضرت وائل کی حدیث میں ابوداؤد شریف کے حوالے سے اس کتاب کے آغاز میں نمبر 8 پر مذکور ہے۔ اگر علیزئی کے بقول ۹ھ کے بعد رفع یدین کے ترک کا کوئی ثبوت نہیں تو پھر غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ سجدوں کا رفع یدین بھی کیا کریں یا اس کے ترک پر کوئی صحیح صریح حدیث پیش کریں جس میں یہ واضح ہو کہ ۹ھ کے بعد سجدوں کا رفع یدین ترک کردیا گیا۔

6--- غیر مقلد علیزئی نے شاہد نمبر۵ کے تحت لکھا، رسول اللہ ﷺ سے ساری زندگی میں ایک دن بھی کسی ایک نماز یا کسی ایک رکعت میں ترکِ رفع یدین ثابت نہیں ہے۔ اس قدر ڈھٹائی سے اتنا بڑا جھوٹ بول کر علیزئی نے اپنے تمام اکابرین کے ریکارڈ توڑ دیے ہیں۔ لعنة الله علی الکاذبین۔

اس کتاب ہی میں ایک سو سے زائد احادیث بیان ہوئی ہیں جن میں رسول کریم ﷺ، صحابہ کرام وتابعین سے ترکِ رفع یدین مذکور ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی تقریباً چالیس احادیث میں آقا ومولیٰ ﷺ سے رفع یدین ترک کرنا ثابت کیا ہے۔ نیز غیر مقلدوں کے محقق علماء کی کتب سے دس گواہیاں پیش کردی ہیں کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحیح وثابت ہے۔

علیزئی کی ہدایت کے لیے اسی کا ترجمہ کردہ امام بخاری کا ارشاد پیش کیے دیتے ہیں،

یعنی أن الانسان ینبغی أن یلقی رأیه لحدیث النبی ﷺ حیث ثبت الحدیث ولا یعتل بعلل لاتصح۔

یعنی انسان کو نبی ﷺ کی حدیث کے مقابلے میں اپنی رائے کو پھینک دینا چاہیے جب حدیث صحیح ثابت ہوجائے۔ اور حدیث کو غلط علتوں (اور

ہتھکنڈوں) سے رد نہیں کرنا چاہیے۔ (جزء رفع الیدین:۹۹ طبع مکتبہ اسلامیہ لاہور)

غیر مقلدوں کے اکابرین ہمیشہ یہ تسلیم کرتے رہے ہیں کہ رفع کرنا بھی ثابت ہے اور نہ کرنا بھی۔ اتمامِ حجت کے لیے چند حوالے ملاحظہ ہوں:
مشہور غیر مقلد عالم نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں،"علمائے حقانی پر پوشیدہ نہیں کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرف دلائل موجود ہیں۔......
(بعض دلائل کا ذکر کر کے کہتے ہیں) قصہ مختصر یہ کہ رفع یدین کا ثبوت اور عدم ثبوت دونوں مروی ہیں"۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ا:۱۴۱،۱۴۳)

غیر مقلد محقق عطاء اللہ حنیف سنن نسائی کی ایک حدیث کے تحت رقمطراز ہیں،"اس حدیث سے فی الحقیقت یہی بات ثابت اور واضح ہے کہ حضور ﷺ ہمیشہ رفع یدین کیے بغیر نماز پڑھتے تھے۔ لیکن ہم (غیر مقلدین) بہرحال اسکی یہی تاویل کریں گے کہ آپ کبھی کبھی رفع یدین کیے بغیر نماز پڑھتے تھے تاکہ دونوں طرح کی احادیث میں تعارض نہ رہے۔ لہٰذا صحیح یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے رکوع کے لیے جاتے اور اٹھتے ہوئے رفع یدین نہیں فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں سنت ہیں یا یہ بتانے کے لیے کہ رفع یدین نہ کرنا بھی جائز ہے۔
اور انصاف کی بات یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث اور انکے عمل کی وجہ سے رفع یدین والی روایات کو رد نہیں کیا جاسکتا اور یہ بھی انصاف ہی کی بات ہے کہ رفع یدین نہ کرنے والی روایات کو بھی رد نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ رفع یدین نہ کرنا کہیں ثابت نہیں"۔ (التعلیقات السلفیہ علی النسائی:۱۲۳،۱۲۶)

یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ زبیر علیزئی نے عطاء اللہ حنیف کا ذکر اپنے اساتذہ میں کیا ہے۔ علیزئی کسی اور کی مانے یا نہ مانے، کم از کم اپنے استاد کی تو ضرور مان لے۔
مشہور غیر مقلد محقق احمد شاکر اور غیر مقلد محدث ناصر الدین البانی دونوں کا حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح قرار دینا پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ پس غیر مقلدین کے اکابرین کی کتب سے ثابت ہو گیا کہ رسول کریم ﷺ سے رفع یدین ترک کرنا ثابت و صحیح ہے۔

7--- غیر مقلدین کہتے ہیں، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد تینوں کے نزدیک رفع الیدین کرنا سنت ہے گویا مذاہبِ اربعہ میں سے تین مذہب رفع الیدین کے حامی ہیں۔ (صلوٰۃ الرسول:۱۹۷)
یہ بات قطعاً غلط اور جھوٹ ہے۔ امام مالک کے نزدیک رفع یدین نہیں ہے۔ اس حوالے سے تفصیلی گفتگو "امام مالک اور المدونۃ الکبریٰ" کے عنوان کے تحت ہو چکی ہے۔ وہاں دلائل ملاحظہ فرمائیں۔ اس عبارت میں حکیم صاحب نے یہ تسلیم کر کے کہ "مذاہب چار ہیں"، غیر مقلدوں کے لا مذہب ہونے کا اعتراف بھی کر لیا ہے۔
تبع تابعین کے زمانہ سے اب تک ساری امت ائمہ اربعہ کی تقلید کر رہی ہے اور اجماعِ امت پر عمل کرنا قرآن و حدیث سے ثابت اور ضروری ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے،
" اور جو رسول کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے، ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے۔ اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی" ۔ (النساء:۱۱۵، کنز الایمان)
اس سے معلوم ہوا کہ جو راستہ مسلمانوں کا ہو، اس کو اختیار کرنا فرض ہے اور تقلید پر مسلمانوں کا اجماع ہے لہٰذا تقلید اختیار کرنا لازم ہے۔

8--- حکیم صاحب نے غیر مقلد علامہ مجد الدین فیروز آبادی کی کتاب سفر السعادت کے حوالے سے لکھا ہے،"کثرت ایں معنی بہ تواتر ماندہ است و چہار صد اثر و خبر دریں باب صحیح شدہ"۔ کثرت روایات کی وجہ سے (تین مواقع پر ثابت شدہ رفع الیدین) متواتر حدیث کے مشابہ ہے۔ اس مسئلہ میں چار سو حدیثیں اور آثار آئے ہیں۔

(صلوٰۃ الرسول:۱۹۸، طبع نعمانی کتب خانہ)

اس کے جواب میں شیخ الحدیث والتفسیر مفتی عبدالرزاق بھترالوی مدظلہ العالی رقمطراز ہیں، ''غیر مقلدین کی ٹیڑھی سوچ کا اندازہ تو کریں۔ کبھی یہ کہنا ہم تو صرف صحاح ستہ (بلکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہی) سے حدیث مانیں گے اور کبھی اپنے دلائل میں فیروز آبادی کی ''سفر السعادۃ'' کو پیش کرنا۔ قارئین کرام! خدارا انصاف تو کریں، کیا یہی علم ہے؟ کیا یہی عقل و دانش ہے؟

علامہ ابن ہمام صاحبِ فتح القدیر، علامہ بدرالدین عینی، محدث علی قاری جیسے جلیل القدر علماء کے اقوال کو بغیر تحقیق کے چشم زدن میں رد کر دینا لیکن اپنے مطلب کی بات اپنے علامہ کی تسلیم کر لینا بلکہ دوسروں کو بھی منوانے کی کوشش کرنا یہ جہالت و حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

صادق سیالکوٹی غیر مقلد کی ''سفر السعادۃ'' سے نقل کردہ اس عبارت کا حال دیکھیے اور اندازہ کیجئے کہ مبالغہ کہاں تک کیا گیا ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں مل سکتا۔

''اس مسئلہ میں چار سو حدیثیں اور آثار آئے ہیں''۔

دو روایتوں کو چار سو بنانا یہ صرف تمہاری ہی شان ہو سکتی ہے۔ اگر خدا کا خوف نہ ہوتا، جھوٹ لعنت نہ ہوتا، جھوٹ ایمان کی قینچی نہ ہوتا، جھوٹ گناہ کبیرہ نہ ہوتا، جھوٹ کو جائز سمجھ کر بولنا کفر نہ ہوتا، تو راقم بھی عربی یا فارسی میں یہ عبارت پیش کر دیتا کہ رفع یدین کی ممانعت میں چار لاکھ حدیثیں آئی ہیں۔ صرف زبانی دعویٰ تو کافی نہیں۔ ذرا وہ چار سو روایات ثابت کر کے تو دکھائیں؟ تمہاری کتاب کو پڑھنے والے جہلاء تو تمہارے دامِ فریب میں آ سکتے ہیں، اہل علم پر دھوکہ کا جال کام نہیں کر سکتا۔

(نماز حبیب کبریاء:۱۶۴)

9--- ایک غیر مقلد مولوی خالد گرجاکھی نے اثباتِ رفع الیدین پر کتاب لکھی اور اس میں بخاری و مسلم کی احادیث کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھا، ''اب اگر آپ نے دلائل پیش کرنے ہوں تو صحاح ستہ یا بقول بعض بشمولیت مسند احمد، صحاح سبعہ سے پیش کریں''۔ (صفحہ ۲۳ مطبوعہ گرجاکھ) آپ مذکورہ کتاب پڑھیں گے تو سر پکڑ لیں گے کہ صحاح ستہ کے حوالے مانگنے والے نے خود کن کتابوں سے حوالے پیش کیے ہیں۔ جو راوی ترکِ رفع یدین کی روایات میں انکے نزدیک ضعیف و کذاب تھے، وہی رفع یدین کے اثبات کی روایات میں قوی اور ثقہ ہو گئے۔ تلخیص الحبیر والی مذکورہ بالا موضوع روایت گرجاکھی نے صحیح ثابت کرنے کی ناپاک سعی کی نیز کئی موضوع روایات کا اضافہ بھی کیا۔ مثلاً صفحہ ۲۰۹ پر عنوان قائم کیا، ''فرشتوں کا رفع الیدین کرنا''۔ اسکے تحت لکھا، ''حضرت علی کہتے ہیں کہ جب سورہ کوثر اتری تو آپ نے جبرئیل سے پوچھا کہ وانحر سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا، اللہ تعالیٰ تمہیں حکم فرماتے ہیں کہ جب تو نماز شروع کرے تو رفع الیدین کر اور جب رکوع کرے تو بھی اور جب رکوع سے اٹھے تو بھی۔ یہی ہماری نماز ہے اور ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کی بھی یہی نماز ہے''۔

محدثین کے نزدیک یہ روایت جھوٹی ہے۔ امام ذہبی نے اس کے راوی اسرائیل بن حاتم کا من گھڑت حدیثیں بیان کرنے کا ذکر کر کے مذکورہ روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ (میزان الاعتدال ج۱:۲۰۸)

علماءِ حق کی گرفت پر اس روایت کے جھوٹ ہونے کا اقرار غیر مقلدوں کو بھی کرنا پڑا۔ چنانچہ صلوٰۃ الرسول کے پہلے ایڈیشنوں میں یہ روایت درج تھی۔ نظرِ ثانی شدہ ایڈیشن میں اسے نکال دیا گیا جبکہ دیگر غیر مقلد اب بھی اس پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

10--- حکیم سیالکوٹی صاحب رفع یدین کی حدیث کو نقل کرنے کے بعد ایک علمی نکتہ بیان کرتے ہیں:- ''کان یصلی'' استمرار کے لئے آتا ہے جس کے معنی ہیں کہ حضور ہمیشہ کرتے تھے۔ ''کان یرفع'' کے الفاظ میں بھی استمرار یعنی ہمیشگی پائی جاتی ہے کہ حضور ﷺ ساری عمر رفع الیدین کرتے رہے۔ زاد المعاد اور تلخیص میں ہے 'فما زالت تلک صلوته حتی لقی اللہ تعالیٰ'' کہ حضور ﷺ تا وفات رفع الیدین کرتے رہے۔ (صلوٰۃ الرسول :۲۰۲) علیزئی نے حاشیہ میں اس علمی نکتہ کی تائید کی ہے۔

جواب میں عرض ہے کہ ماضی استمراری محض مطلق فعل پر دلیل ہے۔ اسے دوام کی دلیل بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس فعل پر علیحدہ سے دوام کی کوئی دلیل ہو۔ مفسرِ قرآن شیخ الحدیث علامہ مفتی عبدالرزاق بھترالوی حفظہ اللہ اسکے متعلق فرماتے ہیں،

''آیئے علامہ صاحب کے علمی کمال کو دیکھئے، آپ کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ کَانَ جب مضارع پر داخل ہوتو ماضی استمراری بن جاتا ہے۔ ماضی استمراری زمانہ ماضی میں کسی کام کے جاری رکھنے پر دلالت کرتی ہے، دوام پر نہیں۔

جیسے میں کہوں کنت اتعلم، میں تعلیم حاصل کرتا رہا۔ میں طالب علم رہا۔ کیا اس کا یہ معنی ہے کہ میں عمر بھر دینی مدارس میں متعلم ہی رہا، جب کہ تعلیم بحثیت متعلم ہونے کے آٹھ سالوں پر مشتمل ہے۔ علامہ صاحب کے متعلق میں کہوں،'' کان یصنف صلوٰۃ الرسول ''۔ وہ اپنی کتاب صلوٰۃ الرسول تصنیف کرتے رہے۔ کیا اس کا یہ معنی ہے کہ وہ عمر بھر یہی کرتے رہے۔ نبی کریم ﷺ کی نماز کا بھی یہی مقصد ہے کہ آپ اس طرح نماز پڑھتے رہے ۔آپ نماز میں ہاتھ اٹھاتے رہے۔ عمر بھر کی قید جناب کی اپنی ہے۔ کوئی صاحبِ علم اسے ماننے کے لئے تیار نہیں۔

خصوصاً اگر ماضی استمراری کے متعلق یہ قانون ذہن میں ہو کہ ماضی استمراری کا ترجمہ کرتے وقت ''تا تھا'' یا'' رہا تھا'' آتا ہے تو خود ہی واضح ہو جائے گا کہ حضور ایسا کرتے تھے، کرتے رہے تھے۔ جو بعد میں منسوخ ہو گیا۔ (نماز حبیب کبریاء:۱۷۳)

اگر اب بھی کوئی نہ مانے تو مزید سمجھانے کے لیے عرض ہے، بخاری و مسلم میں ہے، کان یصلی وھو حامل امامۃ ۔یعنی حضور ﷺ اپنی نواسی حضرت امامہ کو اٹھا کر نماز پڑھتے تھے۔ اگر کَانَ استمرار و دوام کی دلیل ہے تو اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا؟ نیز کتنے اہلحدیث حضرات اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے نمازیں ادا کرتے ہیں؟؟؟

امام بخاری کی ایک روایت ملاحظہ فرمائیے۔ قال الحسن کان القوم یسجدون علی العمامۃ و القلنسوہ ویداہ فی کمہ ۔(صحیح بخاری باب السجود علی الثوب)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں، صحابہ پگڑی اور ٹوپی پر سجدہ کرتے تھے اور انکے ہاتھ ان کی آستین میں ہوتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عمامہ اور ٹوپی پہن کر نماز پڑھتے تھے۔ نیز اس میں کَانَ بھی موجود ہے جو استمرار کی دلیل ہے۔ بخاری کی اس کَانَ والی حدیث پر ''اہلحدیث'' ہونے کے دعویدار غیر مقلدین عمل نہیں کرتے اور اکثر وہ آپ کو ننگے سر نماز پڑھتے نظر آئیں گے۔

دوسرا جھوٹ جو مذکورہ عبارت میں کہا گیا، وہ اسی موضوع و من گھڑت روایت کا حوالہ ہے جس کا باطل و مردود ہونا ثابت کیا جا چکا۔ اس روایت کا حوالہ تلخیص الحبیر کتاب سے ہے۔ غیر مقلد اکثر اس کتاب کے حوالے دیا کرتے ہیں جبکہ اس کتاب کا علمی مقام یہ ہے کہ خود اس کتاب کے مصنف اپنی اس کتاب سے راضی نہیں تھے۔

چنانچہ ہدی الساری مقدمہ فتح الباری کے پہلے صفحہ پر تحریر ہے،

''امام سخاوی نے اپنی کتاب ''الضوء الامع'' میں حافظ ابن حجر کے ترجمہ میں یہ الفاظ لکھے ہیں، وسمعتہ یقول لست راضیا عن شیٔ من تصانیفی لانی عملتھا فی ابتداء الامر ثم لم یتھیا لی من تحریرھا سوی شرح البخاری ومقدمتہ ومشتبہ و التھذیب ولسان المیزان الخ.

میں نے امام ابن حجر کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں شرح بخاری، مقدمہ، مشتبہ، تہذیب التہذیب اور لسان المیز ان کے سوا اپنی کسی تصنیف سے راضی نہیں ہوں کیونکہ وہ میں نے اپنے ابتدائی دور میں لکھیں اور پھر مجھے ان پر نظر ثانی کر کے انہیں دوبارہ لکھنے کا موقع نہیں ملا''۔

پس ثابت ہوا کہ مصنف کے نزدیک بھی تلخیص الحبیر کوئی مستند کتاب نہیں اس لیے اسکا حوالہ صحیح دلیل نہیں ہوسکتا۔ ثانیاً عدل کا تقاضا تو یہ ہے کہ غیر مقلد جیسے ہم سے بخاری و مسلم کے حوالے مانگتے ہیں ایسے ہی وہ خود بھی صرف صحیحین ہی سے حوالہ دیا کریں۔

11---اب دل تھام کر ایک بھیانک قسم کا جھوٹ اور بدترین بددیانتی ملاحظہ کیجیے جس کا ارتکاب غیر مقلد مولوی نور حسین گرجاکھی نے کیا ہے۔ انہوں نے تلخیص الحبیر والی من گھڑت روایت کو صحیح حدیث ثابت کرنے کے لیے اس سے کذاب راویوں والی سند ہٹا کر وہاں بخاری و مسلم کی سند لگا دی۔ اس طرح موصوف جعلسازی اور تحریف میں یہودیوں سے بھی آگے نکل گئے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

مولوی نور حسین گرجاکھی نے وہی موضوع روایت نقل کر کے لکھا،

''سبحان اللہ! یہ کیسی پیاری اور عمدہ حدیث (جس کو چھپالیس) ائمہ نے نقل کیا ہے اور اس کا اسناد کتنا عمدہ ہے۔ (۱) امام مالک تو وہ تمام عالموں اور محدثوں کے پیشوا ہیں اور وہ اس کو (۲) ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں جو اہلِ مدینہ کے بڑے مشہور عالم اور امام تھے اور امام زہری (۳)

سالم بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں جو بڑے تابعی اور فقیہ ہیں اور سالم (۴) حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں جو بڑے قدیم الاسلام متبع سنت اور عالم اور بڑے درجے والے ہیں جو کانَ (کان یرفع یدیہ) سے حدیث نقل کررہے ہیں اور آخر میں (فما زالت تلک صلاته حتی لقی اللہ تعالیٰ) لا کر ثابت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اپنی عمر کی آخری نماز تک رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کرتے رہے"۔

(قرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین:۹،۸)

یہی بات مولوی خالد گرجاکھی نے بھی لکھی ہے۔ہم اس پر مزید تبصرہ کیے بغیر صرف غیب بتانے والے آقا و مولیٰ ﷺ کی یہ حدیث پاک سنائیں گے،

147- من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار ۔جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے،وہ اپنا ٹھکانا جہنم کی آگ میں بنالے۔(صحیح بخاری کتاب العلم)

12---اسی موضوع روایت کے متعلق غیر مقلد مولوی یوسف جے پوری کا جھوٹ بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔وہ فقہ حنفی کی اہم کتاب ہدایہ کے حوالے سے لکھتا ہے،

"بیہقی کی روایت میں ابن عمر ﷺ سے جس کے آخر میں ہے کہ یہی آپ کی نماز رہی یہانتک کہ آپ اللہ سے ملاقی ہوئے۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ہدایہ ج اص ۳۸۶" (حقیقت الفقہ:۱۹۴)

اس حوالے کی تلاش میں ہم نے ہدایہ کی پہلی جلد شروع سے آخر تک دیکھ لی مگر وہاں ایسی کسی عبارت کا نام ونشان تک نہیں۔افسوس صد افسوس! اہلحدیث کہلوانے والوں کو ایک جھوٹی روایت کو صحیح حدیث ثابت کرنے کے لیے کس قدر پاپڑ بیلنے پڑ رہے ہیں۔

مولوی یوسف جے پوری کا ایک اور جھوٹ دیکھیے۔لکھا ہے،"رفع الیدین نہ کرنے کی حدیث ضعیف ہے۔شرح وقایہ ص ۱۰۲"۔ (حقیقت الفقہ:۱۹۴)

ہدایہ کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے،"ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین ضعیف ہے"۔یہ حوالے بھی صریحاً جھوٹ ہیں۔ لعنة اللہ علی الکاذبین۔

مفتی جلال الدین امجدی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "غیر مقلدوں کے فریب" میں مولوی یوسف جے پوری کی کتاب حقیقت الفقہ سے بطور نمونہ ایسے چالیس جھوٹ پیش کیے ہیں جن میں ائمہ احناف کی معتبر کتب کی طرف جلد وصفحہ نمبر لکھ کر من گھڑت عبارات منسوب کی گئی ہیں۔لعنة اللہ علی الکاذبین۔

ایسا لگتا ہے کہ اس فرقہ کی بنیاد ہی جھوٹ اور دھوکے پر ہے۔صادق سیالکوٹی ہوں یا زبیر علیزئی،مولوی گرجاکھی ہوں یا مولوی یوسف جے پوری، سبھی جھوٹ بولنے اور دھوکہ دینے میں ایک دوسرے سے بڑھ کر نظر آتے ہیں۔

قارئین کرام! اب آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہونگے کہ اس فرقہ کا طریقۂ واردات یہی ہے کہ جھوٹ اور فریب کے ذریعے ائمہ احناف کی طرف من گھڑت عبارات منسوب کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کیا جائے۔انہوں نے سوچا ہوگا کہ لوگ اصل کتب کو دیکھیں گے نہیں اور اس طرح حنفی مذہب اور سُنی علماء سے بدظن ہوجائیں گے۔کاش کہ انہوں نے خوفِ خدا کا پاس رکھا ہوتا اور محبوبِ کبریاء ﷺ سے شرم کی ہوتی!

سچ فرمایا ربِ ذوالجلال نے،آپ بھی نورِ قرآن سے اپنے قلوب کو منور فرمائیے۔

یخدعون اللہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون O

فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبونO

"فریب دیا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو،اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو،اور اُنہیں شعور نہیں۔اُن کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے اُن کی بیماری اور بڑھائی اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے،بدلہ اُن کے جھوٹ کا"۔

(البقرۃ:۹،۱۰،کنزالایمان از امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ)

غیر مقلدوں کی تاریخ:

فقیہِ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمہ اللہ کی کتاب ''غیر مقلدوں کے فریب'' سے چند اقتباسات پیشِ خدمت ہیں۔

148- حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور سید عالم ﷺ نے شام اور یمن کے لیے اس طرح دعا فرمائی۔

اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا وفی نجدنا ۔قال اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوایا رسول اللہ وفی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثۃ ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان۔

اے اللہ! ہمارے لیے شام اور یمن میں برکت نازل فرما۔(دعا کے وقت نجد کے کچھ لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے)انہوں نے عرض کیا، اور ہمارے نجد میں بھی (برکت کی دعا فرمائیں)۔اس پر حضور ﷺ نے پھر وہی پہلی دعا کی۔اے اللہ! ہمارے لیے شام اور یمن میں برکت نازل فرما۔تو پھر دوبارہ نجد کے لوگوں نے عرض کیا، اور ہمارے نجد میں یا رسول اللہ ﷺ! راوی کا بیان ہے کہ تیسری مرتبہ میں حضور ﷺ نے فرمایا، وہ زلزلوں اور فتنوں کی جگہ ہے اور وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا''۔

(بخاری شریف ج۲:۱۰۵۱، کتاب الفتن باب الفتنۃ من قبل المشرق)

149- اور حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ ذوالخویصرہ جو قبیلہ بنو تمیم کا رہنے والا تھا جب اس نے حضور سید عالم ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور حضرت عمر ﷺ نے اس کی گردن مارنے کی اجازت چاہی تو حضور ﷺ نے فرمایا، اسے چھوڑ دو، اس کے بہت سے ساتھی ہیں جن کی نمازوں اور روزوں کو دیکھ کر تم اپنی نمازوں اور روزوں کو حقیر سمجھو گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن انکے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔(ان سب ظاہری خوبیوں کے باوجود) وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

(بخاری شریف ج۲:۱۰۲۴، مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۵)

150- اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ذوالخویصرہ کی گستاخی پر حضور ﷺ نے اسکے متعلق ارشاد فرمایا، اس کی نسل سے ایک جماعت پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی لیکن قرآن اس کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پوجنے والوں کو چھوڑ دیں گے۔(مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۵)

اوپر کی حدیثوں میں حضور سید عالم ﷺ نے بہت پہلے جو نجد سے فتنوں کے اٹھنے اور گستاخ رسول ذوالخویصرہ کی نسل سے ایک ایسی جماعت کے پیدا ہونے کی خبر دی تھی کہ جو مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔تو حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق اسی کے خاندان سے محمد بن عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا جس کی ذات سے نجدی فتنہ ظاہر ہوا اور حضور ﷺ کی پیشین گوئی حرف بحرف صحیح ہوئی کہ اس نے مسلمانوں کا قتلِ عام کیا اور بت پرستوں کو چھوڑ دیا۔

[فقیر کہتا ہے، اگر نجد کے علاقے سے ایک سے زائد فرقے نکلتے تو لوگوں میں اختلاف ہو جاتا کہ مذکورہ حدیثوں کا مصداق کون سا فرقہ ہے؟ لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ نجد کے علاقے سے صرف ابن عبدالوہاب نجدی کا فرقہ ظاہر ہوا۔]

اس کی صورت یہ ہوئی کہ محمد بن عبدالوہاب نے مسلمانوں کی دو قسمیں ٹھہرائیں۔ایک موحد مسلمان اور دوسرے مشرک مسلمان۔ جو اسکی من گھڑت توحید کو مانتا اسے وہ موحد مسلمان قرار دیتا اور باقی مسلمانوں کو مشرک ٹھہرا کر ان کی جان و مال کے حلال ہونے کا فتویٰ دیتا، انہیں قتل کرتا اور انکے گھروں کو لوٹتا۔اس لیے شروع میں زیادہ تر لوٹ مار کے شوقین اور لالچی اسکی جماعت میں شامل ہوئے۔ پھر آہستہ آہستہ دوسرے، بہت سے لوگ اس کے ساتھ ہو گئے جن کے ہاتھوں ہزاروں بے گناہ مسلمان قتل ہوئے اور لاکھوں گھر تباہ و برباد ہو گئے۔

حضرت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں،

عبدالوہاب کے ماننے والے نجد سے نکلے اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ وہ لوگ اپنا مذہب حنبلی بتاتے ہیں لیکن انکا عقیدہ یہ ہے کہ صرف وہی لوگ مسلمان ہیں اور جو ان کے اعتقاد کی مخالفت کریں وہ کافر و مشرک ہیں۔ اسی لیے ان لوگوں نے اہلسنت و جماعت اور انکے عالموں کے قتل کو جائز ٹھہرایا۔ (ردالمحتار ج۳:۳۰۹)

مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں،

151- ان النبی ﷺ قال لعیینة بن حصین ای الرجال خیر؟ قال اهل نجد. قال کذبت بل هم اهل الیمن۔(فتح الباری پ ۷ اص ۸۰)
حضور ﷺ نے عیینہ بن حصین ؓ سے دریافت فرمایا، کہ کون لوگ بہتر ہیں؟ اس نے عرض کیا، اہلِ نجد۔ آپ نے فرمایا، تم نے جھوٹ کہا، وہ اہلِ یمن ہیں۔

مزید لکھتے ہیں، آج بھی جو لوگ نجدیوں کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں ہم انہیں بھی کہیں گے، تم جھوٹ کہتے ہو کیونکہ جنہیں رسولِ خدا ﷺ فرمائیں کہ بہتر نہیں، وہ لوگ کس طرح بہتر ہو سکتے ہیں۔ (دلائل المسائل: ۳۰۱)

دیوبندی مسلک کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی سابق صدر المدرسین دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں، محمد بن عبد الوہاب نجدی تیرھویں صدی کی ابتداء میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ یہ خیالاتِ باطلہ اور عقائدِ فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہلسنت وجماعت سے قتل وقتال کیا، انکو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا۔ انکے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھتا رہا، انکے قتل کرنے کو باعثِ ثواب ورحمت شمار کرتا رہا۔ اہلِ حرمین کو خصوصاً اور اہلِ حجاز کو عموماً اس نے تکالیفِ شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اسکی تکالیفِ شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اسکی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اور الحاصل وہ ایک ظالم اور باغی، خونخوار اور فاسق شخص تھا۔ (شہاب ثاقب ص ۴۲)

اور لکھتے ہیں، محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہلِ عالم اور تمام مسلمانانِ دیار مشرک و کافر ہیں۔ اور ان سے قتل وقتال کرنا اور انکے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں (غیر مقلد) نے خود اسکے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔ (شہاب ثاقب ص ۴۳)

اور دیوبندی مسلک کے ایک دوسرے مشہور مولانا خلیل احمد انبیٹھی لکھتے ہیں، محمد بن عبد الوہاب کے چیلے امت کی تکفیر کیا کرتے تھے۔ (المہند ص ۳۷)

دیوبند کے مشہور محدث انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے،

محمد بن عبد الوہاب نجدی نہایت بیوقوف اور کم علم شخص تھا اور وہ مسلمانوں پر کفر کا حکم لگانے میں بہت تیز تھا۔ (فیض الباری: ۱۷۱)

اور مولانا محمد علی جوہر لکھتے ہیں کہ نجد اور نجدیوں کا یہی کارنامہ ہے کہ مسلمانوں کے خون میں ان کے ہاتھ رنگے ہیں۔ (مقالات محمد علی حصہ اول ص ۳۷)

شیخ ابن عبد الوہاب نجدی کے بعض کفریہ عقائد ملاحظہ ہوں۔

شیخ نجدی سرکارِ دوعالم ﷺ کو ڈاکیہ یا ایلچی کہا کرتا تھا۔ اسکے سامنے اسکے متبعین کہتے، میری لاٹھی محمد (ﷺ) سے بہتر ہے کیونکہ یہ سانپ وغیرہ کو مارنے میں کام آسکتی ہے جبکہ محمد (ﷺ) فوت ہو چکے اور اب ان سے کوئی نفع باقی نہیں رہا۔ العیاذ باللہ

شیخ نجدی حضور ﷺ پر درود شریف پڑھنے کو ناپسند کرتا تھا اور درود شریف سننے سے اسے تکلیف ہوتی تھی۔ ...... اس نے ایک صالح نابینا مؤذن کو درود شریف پڑھنے کے جرم میں قتل کرا دیا۔ ...... اس نے تفسیر، حدیث، فقہ اور درود شریف کی کتابیں جلوا دیں۔

شیخ نجدی کہتا تھا، مسجد کے میناروں میں حضور ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا گناہ کسی فاحشہ زانیہ کے کوٹھے پر ساز بجانے سے زیادہ ہے۔ معاذ اللہ (تاریخ نجد وحجاز: ۱۴۲)

ہندوستان میں فتنہ وہابیت:

ہندوستان میں عام مسلمان اور بادشاہ ہمیشہ سنی حنفی مقلد رہے۔ .... چونکہ اس ملک میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان کا کافی اثر تھا اور مسلمان اس سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ اس لیے مولوی اسماعیل دہلوی جو اسی خاندان کے ایک فرد تھے، انہوں نے سوچا کہ ابن عبد الوہاب نجدی کی پالیسی پر عمل کر کے ہم بھی اپنے ماننے والوں کا ایک لشکر تیار کر سکتے ہیں جس سے ہندوستان کے تاج وتخت پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا۔

اس خیال کے پیشِ نظر مولوی اسماعیل دہلوی نے شیخ نجدی کی کتاب التوحید عربی کا اردو میں چربہ اتارا اور اس کا نام تقویۃ الایمان رکھا۔اس کے علاوہ اور بھی کچھ کتابیں لکھیں جن میں من گھڑت توحید تحریر کی۔حضور ﷺ اور دوسرے انبیاء واولیاء کی شان میں گستاخی کی۔(تقویۃ الایمان:۳۸،۳۹) رسول ﷺ کے لیے قوم کے چوہدری کا درجہ بتایا۔(ایضا:۴۴) نماز میں حضور ﷺ کے خیال کو گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر قرار دیا۔(صراط مستقیم فارسی:۸۶) نماز میں حضور ﷺ کی طرف خیال لے جانے والے کو مشرک ٹھہرایا۔(ایضا) جو حضور ﷺ کو قیامت کے دن اپنا وکیل اور سفارشی سمجھے،اسے ابوجہل کے برابر مشرک بتایا۔ (تقویۃ الایمان:۶)

علی بخش، حسین بخش، پیر بخش اور غلام محی الدین وغلام معین الدین نام رکھنے کو شرک ٹھہرایا۔(ایضا:۳) کسی نبی یا ولی کے مزارات کی زیارت کے لیے سفر کرنا، انکے مزار پر شامیانہ کھڑا کرنا، روشنی کرنا، فرش بچھانا، جھاڑو دینا، لوگوں کو پانی پلانا اور انکے لیے وضو وغسل کا انتظام کرنا، ان ساری چیزوں کو شرک قرار دیا۔(ایضا:۷،۸)

اسی تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۰ پر لکھا،''یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے''۔(العیاذ باللہ) ہم کہتے ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ خدائے تعالیٰ کی ساری مخلوقات میں سب سے بڑے ہیں۔جو حضور ﷺ کو سب سے بڑا مخلوق نہ مانے وہ مسلمان نہیں۔اور دوسرے انبیاء واولیاء وغیرہ حضور ﷺ سے چھوٹے مخلوق ہیں۔

تو تقویۃ الایمان جو انبیاء اور اولیاء کی شان گھٹانے کے لیے لکھی گئی، اسکی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ انبیاء اور اولیاء میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے یعنی چمار کی بھی کچھ نہ کچھ تھوڑی بہت عزت اللہ کی شان کے آگے ہے لیکن حضور سید عالم ﷺ اور دوسرے انبیاء واولیاء کی اللہ کی شان کے آگے اتنی بھی عزت ووقعت نہیں جتنی کہ ایک چمار کی عزت ووقعت ہے۔العیاذ باللہ

اور اسی کتاب کے صفحہ ۳۸ پر تو صاف لفظوں میں لکھ دیا کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔(العیاذ باللہ تعالیٰ)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۴۲ پر ایک حدیث لکھنے کے بعد فتنہ وفساد کی ف تحریر کی اور حضور ﷺ کی طرف سے افتراء کر کے یہ لکھ دیا کہ''میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں''۔تقویۃ الایمان کی اسی تحریر کی بنیاد پر حضور ﷺ کے بارے میں غیر مقلدین یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ معاذ اللہ وہ مر کر مٹی میں مل گئے۔ان کے یہ سب عقیدے حضور ﷺ اور صحابہ کرام کے عقیدے کے خلاف ہیں اور یہی ان کے جہنمی فرقہ ہونے کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔اہلسنت کے عقیدہ کی تائید میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

152- قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشھود تشھدہ الملائکۃ لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان قلنا وبعد وفاتک قال وبعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔

آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو۔ہم نے عرض کی، کیا آپ کے وصال کے بعد بھی؟ فرمایا، میرے وصال کے بعد بھی۔بیشک اللہ نے انبیاء کے اجسام کو کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے۔(جلاء الافہام لابن قیم :۶۳ مطبوعہ مدینہ منورہ)

153- ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق۔

''بیشک اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام فرما دیا ہے۔پس اللہ کے نبی (بعد وصال) زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے''۔(ابن ماجہ، مشکوٰۃ باب الجمعہ)

154- صلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم۔

''مجھ پر درود پڑھا کرو کیونکہ تم جہاں بھی ہو، تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے''۔

(سنن نسائی، مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی)

155- ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام۔

''جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ میری روح کی توجہ واپس فرما دیتا ہے یہاںتک کہ میں اسکے سلام کا جواب دیتا ہوں''۔

(ابوداؤد، مسند احمد، بیہقی فی الدعوات الکبیر، مشکوٰۃ باب ایضاً)

غرض کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے مسلمانوں کو مشرک ٹھہرانے میں شیخ نجدی کی پوری پیروی کی۔ البتہ وہ حنبلی ہونے کا دعوی کرتا تھا مگر دہلوی نے اس بات پر زور دیا کہ قرآن وحدیث ہر شخص سمجھ سکتا ہے لہٰذا تقلید کی ضرورت نہیں کہ وہ بدعت و گمراہی ہے۔ اس طرح بقول اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۳۲ھ میں وہابی غیر مقلد، ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ (اظہار الحق الجلی: ۹)

156- امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، وکان ابن عمر یراھم شرار خلق اللہ وقال انھم انطلقوا الیٰ ایات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ خارجیوں کو بدترین مخلوق سمجھتے تھے، آپ نے فرمایا کہ انہوں نے جو آیتیں کافروں کے بارے میں نازل ہوئی تھیں، انہیں مسلمانوں پر چسپاں کردیا۔

(صحیح بخاری باب قتل الخوارج والملحدین)

یہی علامت دورِ حاضر کے غیر مقلدین میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ وہ مسلمانوں کو بات بات پر مشرک قرار دیتے ہیں اور بت پرستوں سے متعلق آیات مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ یہ کام انہوں نے ابن تیمیہ اور شیخ نجدی سے سیکھا ہے۔ غیر مقلدوں کا امام ابن تیمیہ ۶۶۱ھ میں پیدا ہوا اور ۷۲۸ھ میں فوت ہوا۔ اس نے بہت سے مسائل میں علمائے حق کی مخالفت کی۔ یہاںتک کہ حضور ﷺ کی زیارت کے لیے مدینہ طیبہ کے سفر کو گناہ قرار دیا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی مرتبہ نہیں۔ العیاذ باللہ۔

امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ نے ابن تیمیہ کے چند گمراہ عقائد لکھے ہیں،

" حالتِ حیض میں اور جس طہر میں ہمبستری کی ہے طلاق نہیں ہوتی۔ اگر قصداً نماز چھوڑی جائے تو اس کی قضا واجب نہیں۔ حالتِ حیض میں بیت اللہ کا طواف جائز ہے اور کوئی کفارہ نہیں۔ تین طلاق سے ایک ہی طلاق پڑتی ہے۔ تیل وغیرہ پتلی چیزیں چوہا وغیرہ کے مرنے سے نجس نہیں ہوتیں۔ ہمبستری کے بعد غسل کرنے سے پہلے رات میں نفل پڑھنا جائز ہے اگرچہ شہر ہی میں ہو۔ جو شخص اجماعِ امت کی مخالفت کرے اسے کافر و فاسق نہیں قرار دیا جائے گا۔

خدا تعالیٰ کی ذات میں تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ وہ (ابن تیمیہ) اللہ تعالیٰ کے جسم ہونے اور اسکے لیے جہت اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا قائل ہے۔ اور کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ بالکل عرش کے برابر ہے نہ اس سے چھوٹا ہے نہ بڑا۔ اور کہتا ہے کہ جہنم فنا ہو جائے گی۔

اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم نہیں ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کا کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ ان کو وسیلہ نہ بنایا جائے اور حضور ﷺ کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا گناہ ہے۔ ایسے سفر میں نماز کی قصر جائز نہیں۔ جو شخص ایسا کرے گا وہ حضور ﷺ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔ نعوذ باللہ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۱۶)

امام ابن حجر نے یہ بھی لکھا، ابن تیمیہ کے اعتراضات صرف متاخرین صوفیہ ہی پر نہیں بلکہ وہ تو اسقدر حد سے بڑھ گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسی مقدس ذاتوں کو بھی اپنے اعتراضات کا نشانہ بنا ڈالا۔ خلاصہ یہ کہ ابن تیمیہ کی بکواسوں کا کوئی وزن نہیں بلکہ وہ اس قابل ہیں کہ گڑھوں اور کنوؤں میں پھینک دی جائیں۔ اور ابن تیمیہ کے بارے میں یہی عقیدہ رکھا جائے کہ وہ بدمذہب، گمراہ، دوسروں کو گمراہ کرنے والا جاہل اور حد سے بڑھنے والا ہے۔ خدا تعالیٰ اس سے انتقام لے اور ہم سب کو اس کی راہ اور اس کے عقیدوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین (فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۱۴)

مفتی جلال الدین امجدی ایک مرتبہ میں دی ہوئی تین طلاقوں کے تین ہونے پر کئی احادیث پیش کر کے فرماتے ہیں، شارح مسلم امام نووی شافعی اس حدیث شریف کی شرح میں لکھتے ہیں، جس نے اپنی بیوی سے کہا، تجھے تین طلاق۔ تو امام شافعی، امام مالک، امام اعظم ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور سلف وخلف کے جمہور عالموں نے فرمایا کہ تینوں طلاقیں پڑجائیں گی۔ (مسلم شریف ج ۱: ۴۷۸)

لیکن غیر مقلدوں کے نزدیک قرآن مجید کی تفسیر غلط، بیہقی، ابن ماجہ اور ابوداؤد شریف کی اوپر والی ساری حدیثیں غلط، چاروں ائمہ مجتہدین اور سلف وخلف کے جمہور علمائے دین کا مذہب غلط، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فیصلہ کہ ایک مجلس کی دی ہوئی تین طلاقیں سب پڑجائیں گی جس پر بہت

سے بڑے بڑے محدثین گواہ ہیں وہ بھی غلط، اس بارے میں نواسۂ رسول حضرت امام حسن ؓ کی روایت کردہ حدیث غلط، یہانتک کہ صحابہ کرام کی موجودگی میں حضرت عمر فاروق ؓ کا یہ قانون بنانا کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی ہونگی وہ بھی غلط، اور صحابہ کرام کا اس قانون کو مان لینا اور اس پر عمل درآمد ہونا سب غلط۔ البتہ ابن تیمیہ جو کئی صدی بعد پیدا ہوا صرف وہ صحیح ہے۔ یعنی غیر مقلدوں کے نزدیک حضرت عمر ؓ اور دیگر صحابہ کرام وغیرہ نے نبوت اور شریعت کے مزاج کو نہیں سمجھا، صرف ابن تیمیہ نے سمجھا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

غیر مقلدین کو محمد بن عبدالوہاب نجدی کی پیروی ہی کے سبب وہابی کہا جاتا ہے۔ لیکن اس نام کو ناپسند کرتے ہوئے مشہور غیر مقلد مولوی محمد حسین بٹالوی نے انگریز گورنمنٹ سے بڑی کوششوں کے بعد وہابی نام کی جگہ اہلِ حدیث منظور کرایا۔ (دیکھئے مقدمہ حیات سید احمد شہید: ۲۶، سیرتِ ثنائی: ۳۷۲) مگر اب نجدی ریالوں کی چمک دمک نے غیر مقلدوں کو پورے طور پر اپنی طرف کھینچ لیا اور وہ بڑے فخر سے اپنا تعلق وہابیت اور محمد بن عبدالوہاب نجدی سے جوڑ کر خوب خوب فائدے اٹھا رہے ہیں۔

غیر مقلدین، علماءِ دیوبند کی نظر میں:

اب ملاحظہ کیجئے کہ دیوبندی علماء کی نظر میں غیر مقلدین کیا ہیں؟

مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں، مولانا اشرف علی تھانوی محمد حسین بٹالوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ مولانا موصوف غیر مقلد تھے مگر منصف مزاج۔ میں نے خود ان کے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں انکا یہ مضمون دیکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پچیس سال کے تجربے سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدی بے دینی کا دروازہ ہے۔ (مجالس حکیم الامت: ۲۴۲)

تھانوی صاحب نے اور کہا، غیر مقلد ہونا تو بہت آسان ہے۔ البتہ مقلد ہونا مشکل ہے۔ کیونکہ غیر مقلدی میں تو یہ ہے کہ جو جی میں آیا کرلیا۔ جسے چاہا بدعت کہہ دیا۔ جسے چاہا سنت کہہ دیا۔ کوئی معیار ہی نہیں۔ مگر مقلد ایسا نہیں نہیں کرسکتا۔ اسکو قدم قدم پر دیکھ بھال کرنے کی ضرورت ہے۔ بعضے آزاد غیر مقلدوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے سانڈ ہوتے ہیں، اِس کھیت میں منہ مارا، اُس کھیت میں منہ مارا۔ نہ کوئی کھونٹا ہے نہ تھان ہے۔ (افاضات یومیہ ج ۴ ص ۲۹۴)

مزید لکھتے ہیں، آج کل کے اکثر غیر مقلدوں میں تو سوءِ ظن (بدگمانی) کا خاص مرض ہے۔ کسی کے ساتھ بھی حسنِ ظن نہیں رکھتے۔ بڑے ہی جری ہوتے ہیں جو جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں جو چاہیں کہہ ڈالتے ہیں۔ ایک سنت کی حمایت میں دوسری سنت کا ابطال کرنے لگتے ہیں۔ (افاضات یومیہ ج ۲ ص ۳۲۲)

مولوی بشیر احمد دیوبندی مدرس مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی (پنجاب) لکھتے ہیں،

ہندوستان میں اس (غیر مقلد) فرقے کا ظہور و وجود انگریز کی نظرِ کرم اور چشمِ التفات کا رہینِ منت ہے۔ ہندوستان میں جب انگریز نے اپنے منحوس قدم جمائے تو اس نے مسلمانوں میں انتشار و خلفشار، اختلاف و افتراق اور تشتت و لامرکزیت پیدا کرنے کے لیے "لڑاؤ اور حکومت کرو" کے شاطرانہ اصول کے تحت یہاں کے باشندگان کو مذہبی آزادی دی۔ .... کیونکہ وہ ابلیسِ سیاست تھا۔ بنابریں وہ بخوبی جانتا تھا کہ مذہبی آزاد خیالی ہی تمام فتنوں کا منبع، مصدر اور سرچشمہ ہے۔ اس مذہبی آزادی کے نتیجہ میں فرقۂ غیر مقلدین ظہور پذیر ہوا۔ (اہلِ حدیث اور انگریز ص ۶)

دارالعلوم دیوبند کے مشہور مفتی مہدی حسن شاہجہاں پوری لکھتے ہیں، کچھ تجربہ اس امر کا یقین دلاتا ہے کہ انسان غیر مقلد ہو کر بدتہذیب، بدزبان بیباک بہت ہو جاتا ہے اور آنحضرت ﷺ کے عادات و اخلاق سے کوسوں دور ہو جاتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ نہ مسلمانوں کو گالیاں دینے سے کچھ باک ہوتا ہے نہ صحابی کو فاسق کہنے سے ننگ معلوم ہوتا ہے۔ نہ حدیث کے خلاف کرنے سے شرم معلوم ہوتی ہے نہ قرآن کی مخالفت کرنے سے۔ (قطع الوتین ج ۱: ۲۱)

(غیر مقلدوں کے فریب ص ۱۷ تا ۵۸، ملخصاً)

غیر مقلدین، غیر مقلد علماء کی نظر میں:

غیر مقلدین کے مشہور عالم مولوی داؤد غزنوی نے اس تلخ حقیقت کا اعتراف یوں کیا ہے، ''جماعت اہلحدیث کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بددعا لیکر بیٹھ گئی ہے، ہر شخص ابوحنیفہ ابوحنیفہ کہہ رہا ہے، کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابوحنیفہ کہہ دیتا ہے۔ پھر انکے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ۔ اگر کوئی بڑا احسان کرے تو وہ سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے۔ جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطۂ نظر رکھتے ہوں، ان میں اتحاد و یکجہتی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے؟''۔ (حضرت مولانا داؤد غزنوی:۱۳۶)

احناف کی نماز کا مذاق اڑانے والوں کی اپنی نمازوں کا حال انکے ہم مسلک مشہور قلمکار اور عالم اسحاق بھٹی صاحب کے قلم سے ملاحظہ کیجئے۔ وہ رقمطراز ہیں،

''دورِ حاضر کے (غیر مقلد) عالموں کے پاس سب کچھ موجود ہے۔ زمینیں بھی، کاروبار بھی، کوٹھیاں بھی، موٹریں بھی اور بڑی بڑی ملازمتیں بھی۔ ان کے بیٹے سمندر پار یونیورسٹیوں میں پڑھتے ہیں اور کماتے بھی ہیں۔ رہی سہی کسر جہادوں نے پوری کر دی۔ اب یہ کروڑوں میں کھیلتے اور اربوں کے خواب دیکھتے ہیں۔ انہیں کیا ضرورت ہے اللہ سے ہاتھ اٹھا کر مانگنے اور اس کے احسان مند ہونے کی۔ یہی وجہ ہے کہ اِدھر سلام پھرا، اُدھر یہ کوتل گھوڑے کی طرح اچھل کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا تو رہا ایک طرف۔ گونا گوں مصروفیتوں کی بناء پر ان بیچاروں کے لیے نماز پڑھنا مشکل ہے۔ یہ تو ان کی بہت بڑی قربانی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اپنی بے پناہ مصروفیت سے تھوڑا سا وقت نکال کر دو چار رکعت نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اور نماز میں ہی ان کو کھرکنے اور جسم کے مختلف حصوں پر ہاتھ پھیرنے کو وقت ملتا ہے اور یاد آتا ہے کہ ''کھرک فی الصلوۃ'' بھی ایک مسئلہ ہے جس پر عمل ہونا چاہیے۔

پھر یہ بات بھی ان کے نزدیک متحقق ہوگئی ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی روایت کے راوی ضعیف ہیں۔ اس تحقیق کے بارے میں اس فقیر پُرتقصیر کی مؤدبانہ گذارش ہے کہ کیا وہ راوی ہم سے بھی ضعیف ہیں جو بات بات میں غلط بیانی کرتے، قدم قدم پر جھوٹ بولتے اور ہر معاملے میں دوسروں کو دھوکا دیتے ہیں''۔

(نقوشِ عظمتِ رفتہ:۲۴)

غیر مقلدین کے چند جھوٹ اور فریب ہم نے پچھلے صفحات میں بیان کیے۔ یہ بھی آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ لوگ اپنے باطل نظریے کو صحیح ثابت کرنے کے لیے جھوٹی حدیث گھڑنے سے بھی حیا نہیں کرتے۔ احادیث کا مفہوم اپنی مرضی کے مطابق توڑ موڑ کر پیش کرنا ان کا معمول ہے۔ مزید ترقی یہ ہوئی کہ انکا ایک طبقہ کہتا ہے، ''جس طرح گائے بیل کی قربانی سات آدمی کی طرف سے جائز ہے اسی طرح بکرا بکری اور مرغا مرغی کی قربانی بھی سات آدمی کی طرف سے جائز ہے اور یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے''۔ العیاذ باللہ تعالیٰ (غیر مقلدوں کے فریب:۴۷)

157- سچ فرمایا، غیب جاننے والے آقا و مولیٰ رسولِ اکرم ﷺ نے کہ:

يكون في آخر الزمان دجالون كذابون ياتونكم من الاحاديث بما لم تسمعوا انتم ولا اباؤكم فاياكم واياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم۔

آخری زمانہ میں (ایک گروہ) دجالوں اور کذابوں یعنی فریب دینے والوں اور جھوٹ بولنے والوں کا ہوگا۔ وہ تمہارے سامنے ایسی احادیث بیان کریں گے جو نہ تم نے کبھی سنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادا نے۔ لہٰذا تم ایسے لوگوں سے بچو اور انہیں اپنے قریب نہ آنے دو تا کہ وہ تم کو گمراہ نہ کریں اور نہ ہی فتنے میں ڈالیں۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

قرآن وسنت اور تقلید:

تقلید کے لغوی معنی ہیں ''گردن میں پٹا ڈالنا'' اور اصطلاحی معنی ہیں ''دلیل جانے بغیر کسی کے قول وفعل کو صحیح سمجھتے ہوئے اسکی پیروی کرنا''۔

انسان زندگی کے ہر شعبے میں کسی نہ کسی کی پیروی کرتا ہے۔ پرائمری تعلیم کے حصول سے لے کر کسی بھی پیشہ یا ہنر کے درجۂ کمال کو پہنچنے تک ہر کوئی اپنے اساتذہ یا اس ہنر کے ماہرین کی تقلید کرنے پر مجبور ہے۔

علم دین کا معاملہ تو اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ ہر شخص یہ اہلیت نہیں رکھتا کہ وہ قرآن وحدیث سے خود مسائل اخذ کرے کیونکہ اسکے لیے صرف عربی جاننا کافی نہیں بلکہ فقیہ ومجتہد کی شرائط کا جامع ہونا ضروری ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''جس میں اجتہاد کی شرائط موجود نہ ہوں، اسے از خود کتابُ اللہ اور سنتِ رسول ﷺ سے مسئلہ اخذ کرنا جائز نہیں''۔(ابواب الجنائز، جامع ترمذی) یہی بات غیر مقلدوں کے پیشوا ابن قیم نے اعلام الموقعین میں تحریر کی ہے۔

158- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں تھے کہ پتھر لگنے سے ہمارے ایک ساتھی کا سر زخمی ہوگیا۔ رات کو اس پر غسل واجب ہوا تو اس نے اپنے دیگر ساتھیوں سے پوچھا، کیا آپ لوگ مجھے تیمّم کی رخصت دیتے ہیں؟ انہوں نے کہا، نہیں کیونکہ آپ تو پانی استعمال کرسکتے ہیں۔ اس نے غسل کیا تو اسکی موت واقع ہوگئی۔ جب ہم آقا و مولیٰ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے یہ واقعہ عرض کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، قتلوہ قتلهم الله الا سالوا اذا لم یعلموا فانما شفاء العی السوال۔ انہوں نے اسے قتل کردیا، اللہ تعالیٰ انہیں قتل کرے۔ جب وہ نہیں جانتے تھے تو پوچھ لیتے۔ بیشک سوال کرنا (لاعلمی کی) بیماری کے لیے شفاء ہے۔

(ابوداؤد، مشکوٰۃ باب التیمم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب مجتہدین صحابہ سے فتویٰ نہ لینے کی وجہ سے عام صحابہ کرام رسول کریم ﷺ کے عتاب کے ایسے مرتکب ہوئے کہ آپ نے انکے لیے قَتَلَهُمُ اللّٰهُ فرمادیا تو ایسے جاہل مولویوں کا کیا حال ہوگا جو سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ دین کے ارشادات سے منہ موڑ کر قرآن و حدیث کے من مانی معانی و مطالب بیان کرتے ہیں، خود تو گمراہ ہیں، سادہ لوح سنیوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تقلید بہت ضروری ہے۔

کسی فقیہ کے قول پر شرعی دلیل کے تحت عمل کرنا تقلید شرعی ہے جس کا فرض ہونا اس آیت کریمہ سے ثابت ہے۔ ارشاد ہوا،

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝

''اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں''۔(التوبۃ:۱۲۲، کنزالایمان)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص پر عالم و فقیہ بننا ضروری نہیں لہٰذا غیر مجتہد یا غیر عالم کو مجتہد یا عالم کی تقلید کرنی چاہیے۔

دوسری جگہ فرمایا، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور ان کی جو تم میں سے حکم والے ہوں''۔(النساء:۵۹)

دارمی باب الاقتداء بالعلماء میں ہے، ''اولی الامر سے مراد علماء اور فقہاء ہیں''۔

امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''اولی الامر'' سے مسلمان حاکم یا فقہاء یا دونوں مراد ہیں۔(احکام القرآن ج۲:۲۵۶)

امام رازی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی اس سے مراد علماء لینا اولیٰ ہے۔(تفسیر کبیر ج۳)

اس آیت کے تحت تفسیر جمل میں ہے، یہ آیت شریعت کے چاروں دلائل کی قوی دلیل ہے یعنی کتابُ اللہ، سنتِ رسول ﷺ، اجماع اور قیاس۔

اس سے ثابت ہوا کہ اس آیت میں ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا نیز ان علماء و فقہاء کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے کلام کے شارح ہیں، اسی اطاعت کا نام تقلید ہے۔

صحابہ کرام اور تقلید:

صحابہ کرام براہِ راست نبی کریم ﷺ سے دین کا علم حاصل کیا کرتے تھے اسلیے انہیں کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں تھی۔ البتہ وہ صحابہ جو مدینہ طیبہ سے دور رہتے تھے وہ حضور ﷺ کی ظاہری زندگی میں بھی اپنے علاقے کے بڑے عالم صحابی سے مسائل پوچھ کر ان کی تقلید کرتے تھے۔ آقا و مولیٰ ﷺ کے ظاہری وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے درمیان موجود زیادہ صاحبِ علم صحابی کی تقلید کیا کرتے۔

159- حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا، لا تسالونی مادام هذا الحبر فیکم۔

''جب تک یہ عالم تمہارے درمیان موجود ہیں، مجھ سے مسائل نہ پوچھا کرو''۔

(صحیح بخاری، مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الفرائض)

یہی تقلیدِ شخصی ہے جو دورِ صحابہ میں بھی موجود تھی۔فقیر نے اپنی کتاب ''امام اعظم'' میں تفصیلی گفتگو کی ہے کہ دورِ صحابہ میں فقیہ صحابہ ﷺ اجتہاد کر کے مسائل اخذ کرتے تھے اور دوسرے لوگ ان کی تقلید کیا کرتے تھے۔

صحابہ کرام ﷺ کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے جن میں سے صرف چند صحابہ یعنی چاروں خلفاء، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ وغیرہم ﷺ مجتہد تھے باقی ایک لاکھ سے زائد صحابہ ان کے مقلد ہوئے۔

الحمدللہ! حنفی مالکی شافعی اور حنبلی صحابہ کرام ﷺ ہی کے راستے پر گامزن ہو کر قرآن وحدیث سے نکالے ہوئے مسائل میں ائمہ مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں۔

بعض جہلاء اعتراض کرتے ہیں کہ آپ امام اعظم کی بجائے کسی صحابی کی تقلید کیوں نہیں کرتے۔ جواب یہ ہے کہ تبلیغِ دین، کفار و مرتدین سے جہاد، فتوحات اور انتظامی مسائل میں مصروف ہونے کی وجہ سے صحابہ کرام نے ایسے اصول وضع نہیں کیے جو تمام جزئیات، فروعی مسائل اور تفاصیل کو محیط ہوتے۔

نیز اس قدر کثیر مسائل اور نت نئی جزئیات صحابہ کے دور میں وقوع پذیر نہیں ہوئی تھیں اس لیے شریعت کو مدون کرنے کا مسئلہ ان کے دور میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ بعد ازاں جب اسلامی سلطنت پھیل گئی، ہر روز نئے نئے مسائل پیش آنے لگے۔ تو اربابِ علم ودانش شریعت کی تدوین کی طرف متوجہ ہوئے۔

تدوینِ فقہ:

فقیر نے اپنی کتاب ''امام اعظم'' میں لکھا ہے، فقہ اپنی وسعت وجامعیت کے اعتبار سے زندگی کے تمام مسائل پر حاوی ہے۔ امامِ اعظم ﷺ کے زمانے تک اگرچہ فقہ کے بعض مسائل مدون ہو چکے تھے لیکن اسے باقاعدہ ایک کامل دستور اور جامع قانون کی حیثیت حاصل نہ تھی۔ اسوقت تک نہ تو استدلال واستنباطِ مسائل کے قواعد مقرر ہوئے تھے نہ ہی ایسے اصول وضوابط طے ہوئے تھے جن کی روشنی میں احکام کی تفریع کی جاتی۔ بارہا امام اعظم ﷺ نے سرکاری قاضیوں اور حکام کو فیصلوں میں غلطیاں کرتے دیکھا، یہ بھی تدوینِ فقہ کا ایک سبب تھا۔ نیز تمدن میں وسعت کی وجہ سے روز بروز نئے مسائل پیدا ہوتے جا رہے تھے۔ اطراف وبلاد سے آنے والے سینکڑوں استفتاء امامِ اعظم ﷺ کی خدمت میں آنے لگے تو آپ نے یہ ارادہ کیا کہ احکام ومسائل کے وسیع وکثیر جزئیات کو اصولوں کے ساتھ ترتیب دیکر ایک جامع فن کی شکل دیدی جائے تاکہ آنے والی نسلوں کے لیے اسلامی دستور مشعلِ راہ بن جائے۔

چنانچہ آپ نے تدوینِ فقہ کے عظیم کام کے لیے اپنے شاگردوں میں سے چالیس نامور افراد جو اپنے اپنے فن کے ماہر تھے، انکا انتخاب کر کے ایک دستوری کمیٹی تشکیل دی۔ یہ سب حضرات درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ اس دستور ساز مجلس میں امام ابو یوسف، امام داؤد طائی، حضرت یحییٰ بن ابی زائدہ، حضرت حفص بن غیاث اور حضرت عبداللہ بن مبارک کو روایت اور حدیث وآثار میں خاص کمال حاصل تھا۔ حضرت قاسم بن معن اور امام محمد عربیت اور ادب میں مہارت رکھتے تھے جبکہ امام زفر قوتِ استنباط میں مشہور تھے۔ ﷺ

شبلی نعمانی جو کہ ایک آزاد خیال عالم ہیں، وہ بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ ''امام ابوحنیفہ نے جس قدر مسائل مدوّن کیے ان کی تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار سے کچھ زیادہ تھی۔ شمس الائمہ کردری نے لکھا ہے کہ یہ مسائل چھ لاکھ تھے۔ یہ خاص تعداد شاید صحیح نہ ہو لیکن کچھ شبہ نہیں کہ انکی تعداد لاکھوں سے کم نہ تھی۔ امام محمد کی جو کتابیں آج موجود ہیں، ان سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے''۔ (سیرۃ النعمان:۱۰۹)

حقیقت یہ ہے کہ اس دستور ساز مجلس نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی فقہی بصیرت اور مجتہدانہ راہنمائی میں فقہ حنفی کی تدوین کر کے اسے مذاہب ثلاثہ (مالکی، شافعی اور حنبلی مذاہب) کے لیے نشانِ راہ اور سنگِ میل بنا دیا۔

اس موضوع پر تفصیل جاننے کے لیے فقیر کی تصنیف 'امام اعظم' کا مطالعہ فرمائیں۔

تقلید کیوں ضروری ہے؟

قرآن حکیم میں تقلید کے وجوب کی ایک اور دلیل یہ ہے، وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ۔ ''جو معاملہ پیش آتا اگر اس کے لئے رسول اور اپنے عالموں کی طرف رجوع کرتے تو ضرور خدا کا حکم جان لیتے وہ جو اپنی فکر سے باریک حکم نکالتے ہیں۔'' (النساء:۸۳)

اس آیت مبارکہ سے واضح ہے کہ استنباط یعنی قرآن وحدیث سے قیاس کر کے مسائل نکالنے پر عالم وفقیہ ہی قدرت رکھتے ہیں اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان کی طرف رجوع کریں۔

ایک اور ارشادِ باری تعالیٰ ملاحظہ فرمایئے، فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ ''اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو''۔ (الانبیاء:۷)

صدرُ الافاضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''کیونکہ ناواقف کو اس سے چارہ ہی نہیں کہ واقف سے دریافت کرے اور مرضِ جہل کا علاج یہی ہے کہ عالم سے سوال کرے اور اسکے حکم پر عامل ہو۔ اس آیت سے تقلید کا وجوب ثابت ہوتا ہے''۔ (تفسیر خزائن العرفان)

غیر مقلدین چاروں اماموں کی تقلید سے انکار کرتے ہیں اور اسے گمراہی اور شرک قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ تمام غیر مقلد اپنے مولویوں کی تقلید ضرور کرتے ہیں۔ اگر وہ کہیں کہ ہم تو کسی کے مقلد نہیں، تو یہ غلط ہے۔

وہ خدا خوفی سے سچ بتائیں کہ کیا ہر پیش آنے والے مسئلہ کے حل کے لیے وہ قرآن وحدیث کا تمام ذخیرہ کھنگالتے ہیں یا اپنے مولویوں سے پوچھتے ہیں یا انکی کتب دیکھتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ہر کوئی اس قدر عالم نہیں کہ خود سے قرآن وحدیث کا سارا ذخیرہ دیکھ سکے۔ پس وہ فتاویٰ نذیریہ یا فتاویٰ ثنائیہ دیکھتے ہیں یا اپنے مولویوں سے پوچھ کر ان کی بات مانتے ہیں اور اس طرح کسی کی بات ماننے ہی کو تقلید کہتے ہیں۔

رہے ان کے مولوی! تو وہ بھی بلا حجت ودلیلِ شرعی اپنے بڑوں کی باتیں مانتے ہیں اور ابن تیمیہ، ابن قیم اور قاضی شوکانی کی تقلید کرتے ہیں۔ مشہور غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں اسی پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

ہمارے اہل حدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور شاہ ولی اللہ اور مولوی اسماعیل صاحب کو دین کا ٹھیکیدار بنا رکھا ہے۔ جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا، بس اس کے پیچھے پڑ گئے، برا بھلا کہنے لگے۔ بھائیو! ذرا غور تو کرو اور انصاف کرو کہ جب تم نے ابو حنیفہ اور شافعی کی تقلید چھوڑ دی تو ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی جو اُن سے بہت متاخر (بعد میں پیدا ہوئے) ہیں، ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟؟؟ (حیات وحید الزماں:۱۰۲)

نواب وحید الزماں کی اس تحریر سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ غیر مقلدین امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کی تقلید سے تو انکار کرتے ہیں مگر ابن تیمیہ، ابن قیم، قاضی شوکانی اور اپنے مولویوں کی تقلید ضرور کرتے ہیں۔ (غیر مقلدوں کے فریب:۲۰ تا ۲۲، ملخصاً)

کن امور میں تقلید نہیں:

دین کے بنیادی عقائد میں نیز قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ کے صریح احکام میں جو قطعی الدلالۃ ہیں اور جن کا کوئی معارض نہیں، کسی کی تقلید نہیں ہے۔ یونہی جو شرعی احکام تواتر اور بداہت سے ثابت ہوں ان میں کسی کی تقلید نہیں ہے۔

دراصل تقلید عموماً وہاں ضروری ہے، جب بالفرض آیاتِ قرآنی یا احادیثِ مبارکہ میں کوئی تعارض ہو تو کسی ایک آیت یا ایک حدیث کو عمل کے لیے ترجیح دینے میں اپنی عقل کی بجائے مجتہد کے فہم پر اعتبار کیا جائے۔ ایسے ہی جب کسی نئے مسئلے کا حل قرآن وحدیث میں واضح نہ ہو تو بجائے خود اس کا حل متعین کرنے کے مجتہد کے استنباط کردہ حل کو قبول کر لیا جائے۔

غیر مقلدین کی اصلاح کی غرض سے انکے امام ابن تیمیہ کی ایک عبارت ملاحظہ ہو۔

''چونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بہت سے احکام ایسے ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اس لیے لوگ ان مسائل میں ایسے عالم کی طرف

رجوع کرتے ہیں جو انہیں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے احکام بتا سکے، کیونکہ وہ عالم رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور آپ کے کلام کی منشاء و مراد کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔

لہٰذا مسلمان جن ائمہ کی پیروی کرتے ہیں وہ دراصل لوگوں اور رسول کریم ﷺ کے درمیان وسیلے اور راہنما کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ لوگوں تک رسول اللہ ﷺ کی احادیث پہنچاتے ہیں اور اپنے اجتہاد سے ان احادیث کے معانی اور احکام بیان کرتے ہیں۔ بعض اوقات رب تعالیٰ کسی خاص عالم کو ایسے علم و فہم سے نوازتا ہے جو دوسروں کے پاس نہیں ہوتا''۔ (مجموع الفتاویٰ ج ۲۰:۲۲۴)

[ان جملوں کا بہترین مصداق سیدنا امام اعظم ہیں، تفصیل کے لیے کتاب 'امام اعظم' ملاحظہ کیجئے]

ابن عبدالوہاب نجدی اور تقلید:

''اہلحدیث'' یا سلفی حضرات تقلید کو شرک کہتے ہیں اور غیر مقلد ہونے کے دعویدار ہیں حالانکہ امام الوہابیہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور انکے ہمنوا خود کو حنبلی کہلاتے تھے۔ غیر مقلدین کے ہم مسلک سلیمان بن سحمان نجدی نے اپنی کتاب الھدیۃ السنیۃ میں سعودی عرب کے شاہ عبدالعزیز آل سعود کے حکم سے اپنے امام ابن عبدالوہاب نجدی کے عقائد بیان کیے ہیں جس کا ترجمہ اہلحدیث حضرات کے مولانا اسماعیل غزنوی اور مولانا محمد داؤد غزنوی نے کیا اور اسکا اردو نام ''تحفۂ وہابیہ'' رکھا اور اسے یکم جنوری ۱۹۲۷ء کو امرتسر سے شائع کیا۔ اس کے صفحہ ۶۱ پر تحریر ہے،

''ہم (وہابی و سلفی علماء) فروعی مسائل میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ پر ہیں۔ چونکہ ائمہ اربعہ ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا طریقہ منضبط ہے اس لئے ہم ان کے کسی مقلد پر انکار نہیں کرتے (الی ان قال) ہم لوگوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ چاروں ائمہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید کریں''۔

اس سے معلوم ہوا کہ ۱۹۲۷ء تک عرب و عجم میں سب لوگ کسی نہ کسی امام کے مقلد ہوتے تھے۔ نیز عرب و عجم میں غیر مقلد یا اہلحدیث قسم کے لوگ نہیں ہوتے تھے۔

اہلحدیث کے مزعومہ پیشوا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تقلید کی اہمیت یوں بیان کرتے ہیں، اعلم ان فی الاخذ بھذہ المذاھب الاربعۃ مصلحۃ عظیمۃ وفی الاعراض عنھا کلھا مفسدۃ کبیرۃ (الیٰ ان قال) ولیس مذھب فی ھذہ الازمنۃ المتاخرۃ بھذہ الصفۃ الا ھذہ المذاھب الاربعۃ۔

جان لو کہ ان چاروں مذاہب (حنفی مالکی شافعی حنبلی) کے اختیار کرنے میں زبردست مصلحت ہے اور ان سے انحراف کرنے میں زبردست فساد ہے۔ ان آخری زمانوں میں ان چاروں مذاہب کے سوا کوئی مذہب قابلِ اعتماد نہیں ہے''۔ (عقد الجید :۵۳)

ثابت ہوا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک بھی ائمہ اربعہ کی تقلید سے انحراف کرنے میں زبردست فساد ہے۔ نیز ان کے سوا کوئی نیا مذہب گھڑنا گمراہی ہے۔

امام اعظم کے تابعی ہونے کی وجہ سے مذہب حنفی کو دیگر مذاہب پر خاص ترجیح حاصل ہے۔ اس حوالے سے غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں،

''وہ مشہور مذاہب جن کو تمام امت نے قبول کر لیا ہے اور تمام مسلمانوں کا ان کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے، چار مذاہب ہیں جو چاروں اماموں کی طرف منسوب ہیں۔ وہ چار امام یہ ہیں۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل۔ ان مذاہب میں سب سے زیادہ حق اور صحیح امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کیونکہ یہ باقی مذاہب سے کتاب وسنت کی کثیر معرفت، علم الاحکام میں رائے کی صحت، استنباطِ مسائل میں رائے کی قوت اور پختگی کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔ جو شخص کسی معین مذہب کی تقلید کرے، اس پر لازم ہے کہ یہ گمان رکھے کہ اس کا مذہب صحیح ہے لیکن خطاء کا احتمال رکھتا ہے اور دوسروں کا مذہب غلط ہے اور صحت کا احتمال رکھتا ہے۔

(ابجد العلوم ج ۲:۲۰۲، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

ائمہ ثلاثہ اور صحاح ستہ کے محدثین:

ائمہ ثلاثہ اور صحاح ستہ کے تمام محدثین براہِ راست یا بالواسطہ امام اعظم ابوحنیفہ ﷺ ہی کے شاگرد ہیں۔ مثلاً امام مالک نے امام اعظم سے استفادہ کیا ہے جبکہ امام شافعی، امام محمد بن حسن کے اور امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں جو کہ دونوں امام اعظم کے نامور شاگرد ہیں۔ اس طرح ائمہ ثلاثہ براہ راست یا بالواسطہ سیدنا امام اعظم ہی کے شاگرد ہوئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

یہ مذکور ہوا کہ امام احمد بن حنبل آپ کے شاگرد امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں اور امام احمد کے شاگردوں میں امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد شامل ہیں۔ امام ترمذی نے بخاری و مسلم سے اور امام نسائی نے امام ابوداؤد سے استفادہ کیا ہے جبکہ امام ابن ماجہ بھی اسی سلسلے کے شاگرد ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ۔ تو گویا صحاح ستہ کے تمام محدثین بالواسطہ امام اعظم ﷺ ہی کے شاگرد ہوئے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

امام اعظم کی مضبوط دلیل:

حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ، فرماتے ہیں،

160- اجتمع الامام ابوحنیفة والاوزاعی فی دار الحناطین بمکة فقال الاوزاعی لابی حنیفة مابالکم لا ترفعون ایدیکم فی الصلوة عند الرکوع و عند الرفع منه فقال ابوحنیفة لاجل انه لم یصح عن رسول الله ﷺ فیه شیٔ قال کیف لایصح وقد حدثنی الزهری عن سالم عن ابیه عن رسول الله ﷺ انه کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوة وعند الرکوع وعند الرفع منه فقال له ابوحنیفة وحدثنا حماد عن ابراهیم عن علقمة والاسود عن ابن مسعود ان رسول الله ﷺ کان لا یرفع یدیه الاعند افتتاح الصلوٰة ولایعود لشیٔ من ذلک.

فقال الاوزاعی احدثک عن الزهری عن سالم عن ابیه وتقول حدثنی حماد عن ابراهیم فقال له ابوحنیفة کان حماد افقه من الزهری و کان ابراهیم افقه من سالم وعلقمة لیس بدون ابن عمر فی الفقه وان کانت لابن عمر صحبة وله فضل صحبة فالاسود له فضل کثیر وعبد الله هو عبد الله فسکت الاوزاعی.

فرجح بفقه الرواة کما رجح الاوزاعی بعلو الاسناد وهو ای الترجیح بالفقه.

(جامع المسانید ج۱:۳۵۲، مسند امام اعظم:۵۰، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۲:۲۵۶)

امام اوزاعی اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما کی مکہ معظمہ میں دارالحناطین میں ملاقات ہوئی۔ امام اوزاعی نے امام اعظم سے کہا، کیا بات ہے کہ آپ لوگ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین نہیں کرتے؟ امام اعظم ﷺ نے فرمایا کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح روایت نہیں۔ امام اوزاعی نے کہا، کیسے نہیں حالانکہ مجھ سے زہری نے حدیث بیان کی وہ سالم سے، سالم اپنے والد ابن عمر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے، جب رکوع میں جاتے اور جب رکوع سے اٹھتے تو رفع یدین کیا کرتے تھے۔

اس کے جواب میں حضرت امام اعظم نے فرمایا، ہم سے حماد نے حدیث بیان کی، وہ ابراہیم نخعی سے وہ علقمہ سے اور وہ عبداللہ بن مسعود ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ صرف افتتاحِ نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے بعد پھر نہیں کرتے تھے۔ اس پر امام اوزاعی نے کہا، میں حدیث بیان کرتا ہوں، عن الزهری عن سالم عن ابیه۔ اور آپ کہتے ہیں، حدثنی حماد عن ابراهیم عن علقمة۔

امام اعظم نے فرمایا، حماد، زہری سے افقہ ہیں اور ابراہیم، سالم سے افقہ ہیں اور علقمہ فقہ میں ابن عمر سے کم نہیں اگرچہ صحابی ہونے کی وجہ سے وہ علقمہ سے افضل ہیں۔ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷺ کی فقہ میں برتری سب کو معلوم ہے۔ اس پر امام اوزاعی خاموش ہو گئے۔

محدث علی قاری فرماتے ہیں، امام اوزاعی نے حدیث کو علوِ سند سے ترجیح دی۔ اور امام اعظم نے راویوں کے افقہ ہونے کی بنیاد پر۔ یعنی امام اوزاعی نے یہ سمجھا کہ میری روایت دو واسطوں سے ہے اور ان کی تین واسطوں سے لہٰذا میری روایت قوی ہے لیکن امام اعظم ﷺ نے فرمایا کہ حدیث کی قوت کا دارومدار واسطوں کے کم ہونے پر نہیں بلکہ راوی کے زیادہ فقیہ ہونے پر ہے۔ جب راوی فقہ میں بلند مرتبہ رکھتے ہوں تو بیشک ایک واسطہ بڑھ بھی جائے تو وہ حدیث قوی ہوگی۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ حماد، ابراہیم نخعی، علقمہ اور اسود ﷺ سب ہی تابعین میں سے ہیں، اس وجہ سے بھی واسطوں کی زیادتی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پس ثابت ہوا کہ اگر دو متعارض باتیں دو فریق سے مروی ہوں۔ دونوں ثقہ ہوں مگر ایک فریق کے راوی زیادہ عالم، زیادہ ذہین اور دین کی زیادہ سمجھ

رکھنے والے ہوں تو ہر عاقل و دانشمند اسی بات کو ترجیح دے گا جو ایسے فقیہ راویوں سے مروی ہو۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اختلافی رفع یدین کے ثبوت پر سب سے اہم دلیل سیدنا امام اعظم ﷺ کے پاس امام بخاری و امام مسلم کی پیدائش سے درجنوں سال پہلے پیش ہوئی مگر اس سے زیادہ قوی روایت کے معارض ہونے کی وجہ سے امام اعظم نے اسے قبول نہ فرمایا۔ اس واقعہ کو غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔ (دیکھئے الروضۃ الندیہ ج۱:۹۵)

آخری بات:

الحمدللہ! ہم نے دلائل و براہین سے ثابت کر دیا ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کے سوا نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین جائز نہیں۔ جبکہ غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ ”نماز کے شروع میں، رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد نیز دو رکعت سے کھڑے ہو کر تیسری رکعت کی ابتداء میں رفع یدین کرنا لازم ہے اور اس رفع یدین کے بغیر نماز ناقص ہے۔ اسی طرح دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں نیز سجدوں سے پہلے، انکے درمیان اور سجدوں کے بعد رفع یدین نہیں ہے“۔

ہم انصاف پسند اہلِ تحقیق غیر مقلدین سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ کوئی ایک ایسی

صحیح صریح مرفوع متصل غیر معلل غیر شاذ غیر معارض حدیث

پیش کریں جو انکے اِس دعوی پر واضح دلیل ہو۔

کوئی غیر مقلد قیامت تک اپنے مذکورہ دعویٰ کی دلیل پیش نہیں کر سکتا، لہٰذا ہم امام بخاری کا قول سناتے ہیں، فلیحذر امرؤ ان یتاول او یقول علی رسول اللہ ﷺ مالم یقل، قال اللہ عزوجل: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ" اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ" اَلِيْمٌ".﴾ [النور:۶۳] (جزء رفع الیدین:۶۳)

”ان لوگوں کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ وہ نبی ﷺ پر وہ بات کہہ رہے ہیں جو آپ نے نہیں کہی۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے، ”پس ان لوگوں کو جو نبی ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں، اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ انہیں (دنیا میں) کوئی فتنہ یا (آخرت میں) دردناک عذاب پہنچے“۔ (ترجمہ از نمازِ نبوی ص ۱۶۷، مطبوعہ دارالسلام)

غیر مقلد مولوی ثناء اللہ امرتسری کے بقول، ۸۰ سال قبل یہاں سب مسلمان حنفی بریلوی خیال کے تھے۔ (شمع توحید: ۴۰ مطبوعہ ۱۹۵۶ء)

انگریز دور میں غیر مقلد فرقہ پیدا ہوا۔ انہوں نے رفع یدین کے مسئلہ پر فتنہ و فساد شروع کیا اور کئی جگہ نوبت مقدمہ بازی تک پہنچائی۔ اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مجددِ دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حوالے سے فرماتے ہیں،

ہمارے ائمہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے احادیثِ ترک پر عمل فرمایا، حنفیہ کو ان کی تقلید چاہیے۔ شافعیہ وغیرہم اپنے ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی پیروی کریں، کوئی محلِ نزاع نہیں۔ ہاں وہ حضرات جو تقلید ائمہ دین کو شرک و حرام جانتے ہیں اور با آنکہ علمائے مقلدین کا کلام سمجھنے کی لیاقت نصیب اعداء، اپنے لیے منصبِ اجتہاد مانتے اور خواہی نخواہی تفریق کلمہ مسلمین و اثارتِ فتنہ بین المومنین کرنا چاہتے ہیں بلکہ اسی کو اپنا ذریعۂ شہرت و ناموری سمجھتے ہیں، ان کے راستے سے مسلمانوں کو دور رہنا چاہیے۔

مانا کہ احادیثِ رفع ہی مرجح ہوں تاہم آخر رفع یدین کسی کے نزدیک واجب نہیں۔ غایت درجہ اگر ٹھہرے گا تو ایک امر مستحب ٹھہرے گا کہ کیا تو اچھا، نہ کیا تو کچھ برائی نہیں۔ مگر مسلمانوں میں فتنہ اٹھانا، دو گروہ کر دینا، نماز کے مقدمے انگریزی گورنمنٹ تک پہنچانا، شاید اہم واجبات سے ہوگا؟ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔ ”فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے“۔

خود ان صاحبوں میں بہت لوگ صدہا گناہِ کبیرہ کرتے ہونگے، انہیں نہ چھوڑنا، اور رفع یدین نہ کرنے پر ایسی شورشیں کرنا کچھ بھلا معلوم ہوتا ہوگا؟ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۱۵۵، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

غیر مقلدین کو چاہیے کہ فتنہ وفساد چھوڑ دیں اور اپنے امام مولوی اسماعیل دہلوی ہی کی یہ بات مان لیں کہ: ''اگر کوئی شخص ساری عمر رفع یدین نہ کرے تو اسے ملامت نہ کرنی چاہیے''۔ (تنویر العینین ص ۵ طبع مکتبۃ السلفیۃ لاہور)

امام المحدثین فی الہند شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی تحریر پر ہم اس گفتگو کا اختتام کرتے ہیں، وہ اپنی تحقیق کا خلاصہ یوں ارشاد فرماتے ہیں، ''نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین احناف اور شافعیہ کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ احادیث وآثار دونوں جانب وارد ہیں۔ اس بارے میں جو چیز پایہ ثبوت کو پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ یا تو نبی کریم ﷺ نے دونوں طریقوں سے نماز پڑھی ہے یعنی کبھی رفع یدین کیا ہے اور کبھی نہیں کیا۔ پھر صحابہ کرام میں سے جس نے جو کیفیت دیکھی وہ بیان کردی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ابتدا میں رفع یدین تھا بعد میں منسوخ ہوگیا۔

اکابر صحابہ جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو شریعت اور دینی احکام کے عالم اور رسول کریم ﷺ کے حالات جاننے کا بڑا خیال رکھنے والے تھے اور سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے، انہوں نے رفع یدین نہیں کیا۔ ان کے اس عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ احتمالِ ثانی (یعنی رفع یدین منسوخ ہونا) ظاہر ہے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی رفع یدین نہ کرنا مروی ہے۔ اگر فرضاً وتقدیراً دونوں صورتیں ہوں تو پھر بھی رفع یدین نہ کرنے کو ترجیح ہوگی کہ اس میں سکون ہے جو نماز کے خشوع وخضوع کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتا ہے''۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ)

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

حضور ﷺ کی نماز:

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے، لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ''۔

''بیشک تمہیں رسول اللہ ﷺ کی پیروی بہتر ہے، یہ اسکے لیے ہے جو اللہ اور آخرت پر یقین رکھتا ہو''۔ (الاحزاب:۲۱، کنزالایمان)

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ۔

''تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھو''۔ (بخاری)

آقا و مولیٰ ﷺ کی احادیثِ مبارکہ اور آثارِ صحابہ وتابعین سے شریعت اخذ کرکے ہم تک پہنچانے کا فریضہ ائمہ اربعہ نے انجام دیا جن میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سب سے اول ہیں کیونکہ آپ تابعی ہیں۔ یہ ذہن نشین رہے کہ احناف اور مذاہب ثلاثہ کے مقلدین کے درمیان اختلاف فروعی مسائل میں ہے۔ عقائد میں یہ سب اہلسنت ہیں جبکہ غیر مقلدین سے ہمارا اختلاف عقائد میں ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

فقیر کا ارادہ پہلے یہ تھا کہ صرف رفع یدین کے حوالے سے مذہب حنفی کے دلائل اور غیر مقلدین کے اعتراضات کے جوابات پر کتاب تحریر کی جائے لیکن اسی دوران بعض احباب ومتعلقین نے اصرار کیا کہ فاتحہ خلفُ الامام اور آمین بالجہر وغیرہ پر بھی دلائل اس کتاب میں شامل کیے جائیں۔ ان کے اصرار کے پیشِ نظر مگر کتاب کی ضخامت کا خیال رکھتے ہوئے مختصر دلائل تحریر کیے جا رہے ہیں۔

تفصیلی دلائل کے لیے مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ کی کتاب 'جاء الحق' اور مفتی عبدالرزاق بھترالوی مدظلہ العالی کی 'نمازِ حبیبِ کبریاء' کا مطالعہ فرمائیں۔

2- کانوں تک ہاتھ اٹھانا:

نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانا رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت ہے۔ اس حوالے سے کئی حدیثیں اس کتاب میں پہلے مذکور ہو چکیں۔ مزید چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

161- حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

ان رسول اللہ ﷺ کان اذا کبر رفع یدیہ حتیٰ یحاذی بھما اذنیہ۔

رسول کریم ﷺ جب تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے یہانتک کہ وہ کانوں کے برابر ہو جاتے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، نسائی ج ۱ ص ۱۰۲، ابن ماجہ ص ۶۲)

162- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

انه رای النبی ﷺ رفع یدیه حین دخل فی الصلوۃ کبر وصف ھمام حیال اذنیہ
انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے وقت تکبیر کہتے اور اپنے ہاتھوں کو بلند فرماتے۔ ہمام راوی نے کہا، آپ کانوں تک ہاتھ اُٹھاتے تھے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳، مسند امام اعظم ص ۸۶)

163- اس حدیث کو نسائی، طبرانی، دار قطنی اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ رحمہم اللہ

(زجاجۃ المصابیح باب صفۃ الصلوۃ ج ۱ ص ۵۶۹)

164- حضرت عبدالجبار بن وائل ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا، صلیت خلف رسول اللہ ﷺ فلما افتتح الصلوۃ کبر ورفع یدیہ حتی حاذتا اذنیہ۔
میں نے سرکار دو عالم ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی۔ جب آپ نے نماز شروع فرمائی تو تکبیر کہی اور اپنے دونوں ہاتھ اسقدر بلند کیے کہ آپ کے ہاتھوں کے انگوٹھے دونوں کانوں کے مقابل ہو گئے۔

(نسائی ج ۱ ص ۱۰۲، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۴، سنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۲۵)

165- حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں، کان رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصلوۃ کبر ثم رفع یدیہ حتی یحاذی ابھامیہ اذنیہ۔
حضور ﷺ جب نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کے برابر کرتے۔ (سنن دار قطنی جلد ۱ ص ۳۴۵)

166- امام حاکم نے حضرت انس ﷺ سے اسی طرح روایت کی اور فرمایا، اس حدیث کی سند صحیح ہے، یہ بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور اسمیں کوئی ضعف نہیں ہے۔

(مستدرک للحاکم ج ۱ ص ۲۲۶)

167- حضرت مالک بن حویرث ﷺ فرماتے ہیں، و کان من اصحاب النبی ﷺ ان رسول اللہ ﷺ کان اذا صلی رفع یدیہ حین یکبر حیال اذنیہ۔
نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام اس طرف تھے کہ حضور ﷺ جب نماز ادا فرماتے تو تکبیر کہتے وقت اپنے ہاتھوں کو کانوں کے برابر تک اٹھاتے۔ (نسائی جلد اول ص ۱۰۲)

168- عن البراء بن عازب قال کان النبی ﷺ اذا کبر لافتتاح الصلوۃ رفع یدیہ حتی یکون ابھاماہ قریبا من شحمتی اذنیہ۔
براء بن عازب ﷺ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ جب نماز کے شروع کرتے وقت تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ اپنے ہاتھوں کے انگوٹھوں کو کانوں کی لو کے قریب کرتے۔ (طحاوی جلد اول باب رفع الیدین الی الاذنین)
امام اعظم ابوحنیفہ ﷺ نے صرف دو واسطوں سے یہ حدیث روایت کی ہے۔
169- عن عاصم عن وائل بن حجر ان النبی ﷺ کان یرفع یدہ یحاذی ویوازی بھا شحمۃ اذنیہ۔
حضرت عاصم، حضرت وائل بن حجر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے ہاتھ کو اٹھاتے تھے اور کان کی لو کے برابر کرتے تھے۔ (مسند امام اعظم)
امام ابوالفرج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اس حدیث کی سند میں تمام راوی ثقہ ہیں۔
170- حضرت وائل بن حجر ﷺ فرماتے ہیں،
قال رسول اللہ ﷺ یا وائل بن حجر اذا صلیت فاجعل یدیک حذاء اذنیک والمرأۃ تجعل یدیھا حذاء ثدیھا۔
نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے وائل بن حجر! جب تم نماز ادا کرو تو اپنے ہاتھوں کو کانوں کے برابر کرو اور عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ہاتھوں کو سینے کے برابر

کریں۔

(نمازِ حبیب کبریا ص ۹۷ بحوالہ معجم طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۱۸)

ہمارا موقف یہ ہے کہ تمام صحیح احادیث پر عمل کرنا یعنی ان میں تطبیق دے کر عمل کرنا بہتر ہے بجائے اس کے کہ ایک حدیث کو چھوڑ دیا جائے اور دوسری پر عمل کیا جائے جیسا کہ نام نہاد اہل حدیث کا طریقہ ہے۔ پس اصل اہلِ حدیث تو اہلسنت ہی ہیں۔

وما صفة الرفع فالمشهور من مذهبنا ومذهب الجماهير انه يرفع يديه حذو منكبيه بحيث يحاذى اطراف اصابعه فروع اذنيه وابهاماه شحمتي اذنيه وراحتاه منكبيه فهذا معنى قولهم حذو منكبيه وبهذا جمع الشافعي رحمة الله بين روايات الاحاديث ۔(نووی شرح مسلم جلد اول ص ۱۸۸)

نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں کے اٹھانے میں ہمارا اور جمہور اہل علم کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ہاتھوں کو کندھوں تک اس طرح اٹھائے کہ اپنی انگلیوں کو کانوں کے اوپر حصہ کے برابر کرے اور انگوٹھوں کو کانوں کی لو تک اور ہتھیلوں کو کندھوں کے برابر کرے۔ ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھانے کا یہی مطلب ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی روایات میں اسی طرح تطبیق دی ہے ۔

3- ہاتھ باندھنے کا طریقہ:

سنت یہ ہے کہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر ناف کے نیچے باندھیں۔

171- عن علی قال من سنة الصلوة وضع الايدى على الايدى تحت السرة ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، سنت یہ ہے کہ (نمازی) اپنے ہاتھوں کو ہاتھوں پر ناف کے نیچے رکھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۲۷ باب وضع الیمین علی الشمال)

172- عن ابی جحيفة ان عليا قال من السنة وضع الكف على الكف فى الصلوة تحت السرة ۔

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، سنت یہ ہے کہ نماز میں ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

(ابوداؤد مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۴۸۰، مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۰، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۸۶،......سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۱،، زجاجۃ المصابیح ج ۱ ص ۵۸۴)

173- حضرت وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

رأيت النبى ﷺ يضع يمينه على شماله فى الصلوة تحت السرة ۔

میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱: ۴۲۷، زجاجۃ المصابیح ج ۱ ص ۵۸۴)

واسناده صحيح۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن ص ۱۴۸)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا طریقہ بیان کرتے ہیں،

174- قلت لانظرن الى صلوة رسول الله ﷺ كيف يصلى فنظرت اليه فقام فكبر ورفع يديه حتى حاذتا باذنيه ثم وضع يده اليمنى على كفه اليسرى والرسغ والساعد۔

میں نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ میں آقا و مولیٰ ﷺ کو ضرور دیکھوں گا کہ وہ کس طرح نماز ادا فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور تکبیر کہہ کر اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھایا پھر آپ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اس طرح رکھا کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کے جوڑ کو پکڑ لیا اور دائیں ہاتھ کی باقی تین انگلیاں کلائی پر تھیں۔

(سنن نسائی باب فی الامام اذا رائی رجلا، زجاجۃ المصابیح ج ۱ ص ۵۸۳)

175- حضرت وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

قال ابو هريرة رضى الله عنه اخذ الاكف على الاكف فى الصلوة تحت السرة ۔

حضرت ابوہریرہ ﷺ فرماتے ہیں، نماز میں ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔(ابوداؤد نسخہ ابن الاعرابی ج ا ص ۲۸۰)

بعض احادیث میں ناف کے اوپر یا سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر آیا ہے۔محدث وامام علامہ نیموی رحمہ اللہ ان روایات کی اسناد کا تحقیقی جائزہ لیکر فرماتے ہیں،

قال النیموی وفی الباب احادیث اخر کلها ضعیفة ۔

علامہ نیموی نے کہا اس باب میں یعنی سینے پر نماز کی حالت میں ہاتھ رکھنے کے مسئلہ میں تمام احادیث ضعیف ہیں ۔(آثار سنن ص ۱۴۵)

واضح ہوا کہ جب سینہ پر ہاتھ رکھنے والی تمام احادیث ضعیف ہیں تو ان کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا صرف وہی احادیث صحیح یا حسن ہیں جن سے یہ ثابت ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے رکھے جائیں ۔

آثار السنن میں مصنف ابن ابی شیبہ سے منقول تمام احادیث کو صحیح یا حسن کہا گیا ہے۔عن عقلمه بن وائل بن حجر عن ابیه الخ اس پر اسنادهٗ صحیح مذکور ہے، کہ اس کی سندات صحیح ہیں۔اس طرح عن الحجاج بن حسان الخ اس حدیث پر بھی اسنادهٗ صحیح مذکورہ ہے۔عن ابراهیم الخ اس پر اسنادهٗ حسن مذکورہ ہے۔یعنی یہ حدیث سند کے لحاظ پر حسن ہے ۔

اب واضح ہوا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے جن احادیث سے ثابت ہیں وہ صحیح یا حسن ہیں، جن سے اعمال واجبہ بھی ثابت ہوتے ہیں تو مستحب یا سنت کا ثبوت کیوں نہیں ہوسکتا ؟

یہ بات ذہن میں رہے کہ یہاں تینوں قسموں کی احادیث میں تطبیق دینا ممکن نہیں یقیناً یہاں دوسرا ضابطہ استعمال ہوگا کہ کون سی احادیث سند کے لحاظ پر صحیح ہیں اور کون سی ضعیف ہیں۔جو صحیح ہوں گی ان پر عمل ہوگا، ضعیف کو چھوڑ دیا جائے گا ۔

(نمازِ حبیب کبریاء:۹۷تا۱۰۲ملخصاً)

4- قرأت خلف الامام:

نماز میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ یا کوئی اور سورۃ قرأت کرنا منع اور ناجائز ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَO

''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم ہو''۔(الاعراف:۲۰۴، کنزالایمان از امام احمد رضا محدث بریلوی)

176- عن ابن عباس فی الایة قوله واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا یعنی فی الصلوٰة المفروضة۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، مذکورہ آیت فرض نمازوں کے بارے میں ہے۔(تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر)

اس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ جب نماز میں قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔جہری نمازوں میں امام آواز سے قرأت کرتا ہے اس لیے فاستمعوا له وانصتوا دونوں پر عمل کیا جائے یعنی توجہ سے سنو اور خاموش رہو۔اور جن نمازوں میں امام دل میں قرأت کرتا ہے، ان میں اس حکم پر عمل کیا جائے، انصتوا۔خاموش رہو۔

''جمہور صحابہ وتابعین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں جو حکم مذکور ہے وہ نماز سے متعلق ہے یعنی مقتدی نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرے''۔

(تفسیر مدارک التنزیل، تفسیر ابن کثیر، زجاجۃ المصابیح باب القرأۃ فی الصلوٰۃ)

177- علامہ بغوی نے فرمایا، وهذا قول الحسن والزهری والنخعی ان الآیة فی القرأة فی الصلوة خلف الامام۔

یہی قول حسن (بصری)، زہری اور (ابراہیم) نخعی رحمہم اللہ کا ہے کیونکہ آیۃ کا تعلق امام کے پیچھے نماز میں قرأت سے ہے یعنی امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

(تفسیر مظہری)

178- حضرت یسیر بن جابر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، صلی ابن مسعود فسمع ناسا یقرؤن مع الامام فلما انصرف قال اما آن لکم ان تفقھوا اما آن لکم ان تعقلوا واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا کما امرکم اللہ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی، لوگ امام کے ساتھ قرآن پڑھ رہے تھے۔ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا، کیا ابھی تک تمہارے لئے وقت نہیں آیا کہ تم (قرآن کو) سمجھو؟ کیا ابھی تک تمہیں عقل نہیں آئی؟ جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش ہو جاؤ جیسا کہ اللہ تعالٰی نے تمہیں حکم دیا ہے۔

اس حدیث کو امام ابن جریر طبری نے اپنی مایہ ناز تفسیر میں روایت کیا ہے۔ علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو اپنی تفسیر روح المعانی میں بیان کیا ہے۔

179- عن ابی موسی قال علمنا رسول اللہ ﷺ قال اذا قمتم الی الصلوۃ فلیؤمکم احدکم واذا قرأ الامام فانصتوا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول کریم ﷺ نے نماز سکھائی اور فرمایا، جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تم میں سے ایک شخص تمہاری امامت کرے اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ (صحیح مسلم باب التشہد فی الصلوۃ ج ۱ ص ۱۷۴)

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (آثار سنن: ۱۷۴)

180- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اسکی پیروی کی جائے، تو جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

(ابوداؤد باب الامام یصلی من تعود، ابن ماجہ باب اذا قرأ الامام فانصتوا، احمد ج ۲: ۳۷۶)

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (آثار سنن: ۱۷۵)

محدثین کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ (زجاجۃ المصابیح ج ۱ ص ۶۲۸)

181- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا کریم ﷺ نے فرمایا، امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اسکی پیروی کی جائے، تو جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ (نسائی باب تاویل اذا قرئ القرآن)

یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی صحیح تسلیم کیا ہے۔ اگرچہ انہوں نے اپنی صحیح میں ذکر نہیں کیا۔

رجالہ کلھم ثقات وقد صحح حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عند مسلم صاحب الصحیح حین سألہ صاحبہ ابوبکر بن اخت ابی النصر بعد ما سألہ عن حدیث ابی موسی الاشعری بقولہ فحدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ فقال ھو صحیح یعنی واذا قرأ فانصتوا فقال ھو عندی صحیح فقال لم لم تضعہ ھھنا قال لیس کل شئی عندی صحیح وضعتہ ھھنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ذکر کی گئی، اس کے راوی تمام ثقہ ہیں اور اس حدیث کو مسلم نے بھی صحیح قرار دیا ہے جب ان سے ان کے دوست ابوبکر رحمہ اللہ نے حدیث ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق اس طرح سوال کیا کہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں "واذا قرأ الامام فانصتوا" کے الفاظ صحیح ہیں تو آپ نے کہا میرے نزدیک صحیح ہیں۔ تو آپ کے دوست نے کہا کہ آپ نے اپنی صحیح (صحیح مسلم) میں اس حدیث کو کیوں نہیں ذکر کیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہر صحیح حدیث کو میں اپنی کتاب میں ضرور ہی ذکر کروں۔ (شرح آثار سنن ص ۱۷۶، نماز حبیب کبریاء: ۱۸۳)

قرأۃ خلف الامام پر تنبیہہ:

182- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

ان رسول اللہ ﷺ صلی الظھر فجعل رجل یقرأ خلفہ "سبح اسم ربک الاعلی" فلما انصرف قال ایکم قرأ اوایکم القارئ قال رجل انا

فقال قد ظننت ان بعضکم خالجنیها۔

بے شک رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی۔ ایک شخص آپ کے پیچھے سورۃ ''سبح اسم ربک الاعلی'' کی تلاوت کرر ہا تھا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا، تم میں سے کون پڑھ رہا تھا؟ تو ایک صحابی نے عرض کیا، میں پڑھ رہا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اسی لئے میں نے جانا کہ تم میں سے کوئی شخص میری قرأت میں خلل ڈال رہا ہے۔

(مسلم کتاب الصلوۃ ج اول ص ۱۷۲ باب نہی عن جہرہ بالقراء خلف امامہ)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے کیونکہ جب حضور ﷺ نے دریافت فرمایا، کون قرأت کرر ہا تھا؟ تو صرف ایک شخص نے جواب دیا اور اس کو بھی آقا و مولیٰ ﷺ نے منع فرمادیا۔ دوم یہ کہ جب سری نماز میں مقتدی کا قرأت کرنا منع ہے تو جہری نمازوں میں بدرجۂ اولیٰ منع ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ تلاوت قرآن کے وقت خاموش رہنا اور توجہ سے سننا نصِ قرآن سے فرض ہے۔

183- عن عبداللہ بن شداد بن الهاد قال امّ رسول اللہ ﷺ فی العصر قال فقرأ رجل خلفه فغمزه الذی یلیه فلما ان صلی قال لم غمزتنی قال کان رسول اللہ ﷺ قدامک فکرهت ان تقرأ خلفه فسمعه النبی ﷺ قال من کان له امام فان قرأته له قرأة۔ (مؤطا امام محمد باب القرأة فی الصلوٰۃ خلف الامام)

عبداللہ بن شداد بن ہاد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ ایک شخص آپ کے پیچھے قرأت کرنے لگا تو اس کے ساتھ والے ایک شخص نے اسے ٹھوکر لگائی۔ جب نماز پڑھ چکے تو اس شخص نے پوچھا، تم نے مجھے ٹھوکر کیوں لگائی؟

اس نے کہا، رسول اللہ ﷺ تمہیں نماز پڑھا رہے تھے، میں نے ناپسند کیا کہ تم حضور ﷺ کے پیچھے قرأت کرو۔ نبی کریم ﷺ نے جب ان کی بات سنی تو ارشاد فرمایا،

''جس شخص کا امام ہو، امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے''۔

184- اخبرنی بعض ولد سعد بن ابی وقاص انه ذکر له ان سعدا قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیه جمرة۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھے یہ پسند ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے، اس کے منہ میں چنگاری ہو۔ (مؤطا امام محمد باب ایضاً)

185- حدثنا ابراهیم النخعی عن علقمه بن قیس قال لان اعض علی جمرة احب الیّ من ان اقرأ خلف الامام۔

حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آگ کی چنگاری کا دانتوں سے کاٹنا مجھے پسند ہے بجائے اس کے کہ میں امام کے پیچھے قرآن پڑھوں ۔(ایضاً)

186- عن الاسود بن یزید انه قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام ملئی فوه ترابا۔

اسود بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھے یہ پسند ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے، اس کا منہ مٹی سے بھر جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴۱۳)

187- حدثنا وکیع عن حسن بن صالح عن عبدالملک بن ابی سلیمان عن اکیل عن ابراهیم قال الذی یقرأ خلف الامام شاق۔

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے دین کی مخالفت کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۴۱۴)

امام بخاری کے استاذ الاستاذ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (م ۲۲۱ ھ) روایت کرتے ہیں کہ:

188- اخبرنی موسی بن عقبة ان رسول اللہ ﷺ وابوبکر و عمر و عثمان کانوا ینهون عن القرأة خلف الامام۔

مجھے موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ رسول کریم ﷺ، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

(مصنف امام عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۹)

189- ان عمر بن الخطاب قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجرا ۔ حضرت عمر فاروق ﷺ فرماتے ہیں، کاش کہ اس آدمی کے منہ میں پتھر ہو جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے۔ (مؤطا امام محمد باب القرأۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام)

190- عن علی قال من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرۃ ۔

حضرت علی ﷺ نے فرمایا، جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی، اس نے دینِ فطرت یعنی سنتِ نبوی کے خلاف کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ باب من کرہ القرأۃ خلف الامام ج ۱: ۴۱۲)

191- امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسی حدیث کو بغیر کسی جرح کے روایت کر کے اس کے قوی ہونے کی تائید کی ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۱: ۳۳۲)

سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز:

192- غیر مقلدین کہتے ہیں : لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب۔ (متفق علیہ)

(ترجمہ) الحمد شریف پڑھنے کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔ (فرض ہو، نفل ہو، نمازی امام ہو یا مقتدی ہو یا اکیلا)۔ (صلوٰۃ الرسول: ۱۶۵)

قوسین والی عبارت غیر مقلد مصنف کی حدیث کے مفہوم میں تحریف کرنے کی ناپاک سعی ہے۔ حدیث پاک کا صحیح ترجمہ ہے، اس کی نماز کامل نہیں جو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے۔

"لا" کا استعمال جیسے کسی چیز کی نفی کے لیے ہوتا ہے ایسے ہی کسی وصف کے کمال کی نفی کے لیے بھی ہوتا ہے۔

متعدد احادیث ایسی ہیں جن کی رو سے کوئی شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو تو وہ ایمان سے خارج نظر آئے گا، لیکن اگر یہ معنی تسلیم کر لیا جائے تو اس کے ایمان کے کامل ہونے یا مکمل ہونے کی نفی ہوگی کہ وہ شخص کامل مومن نہیں، لیکن اس شخص سے ایمان کا وجود ختم نہیں ہوگا، ورنہ تو کسی مومن کو تلاش کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔

آقا و مولی ﷺ کی مشہور حدیث پاک ہے،

193- لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ولا دین لمن لا عھد لہ ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵)

"جو امانت دار نہیں اس کا ایمان نہیں اور جو وعدہ پورا نہ کرے، اس کا کوئی دین نہیں"۔

کانہ قال لا ایمان ولا دین کاملا لمن لا یطیع اللہ فیما امر بہ وینھی عنہ۔

گویا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کا لحاظ نہیں کرتا، اس کا ایمان اور دین کامل نہیں۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

واضح ہوا کہ یہاں بھی کمالِ ایمان اور کمالِ دین کی نفی ہے، مطلقاً ایمان اور دین کی نفی نہیں، ورنہ یہ لازم آئے گا کہ ہر خیانت کرنے والے کو اور ہر وعدہ خلاف کو کافر کہا جائے۔ حالانکہ ایسا نہیں کہا جا سکتا، ایسے لوگوں کو صرف گناہ کبیرہ کا مرتکب قرار دیا جا سکتا ہے۔ ایک اور حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیے۔

194- لا صلوۃ لجار المسجد الا فی المسجد۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۱۶۱)

"مسجد کے پڑوسی کی نماز کامل نہیں سوائے مسجد کے"۔

اس حدیث پاک میں بھی اگر کمال کی نفی کی جائے تو معنی صحیح ہوگا۔ یہ معنی درست نہیں ہوگا کہ "مسجد کے پڑوسی کی نماز سوائے مسجد کے ہوتی ہی نہیں" کیونکہ مسجد کے پڑوسی کی اپنے گھر یا مسجد کے باہر کہیں اور نماز ہو جائے گی، لیکن مسجد میں کامل ہوگی۔

پس ثابت ہوا کہ یہاں بھی کمال کی نفی ہے۔

195- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مومن ولایسرق السارق حین یسرق وھو مؤمن ولایشرب الخمر حین یشربھا وھو مؤمن والخ۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، چور جب چوری کرتا ہے تو اس کا ایمان نہیں ہوتا، شرابی جب شراب پیتا ہے اس کا ایمان نہیں ہوتا،...... الی آخرہ۔

(مشکوۃ کتاب الایمان، باب الکبائر وعلامات النفاق ص ۱۷)

اس حدیث پاک کی شرح میں حاشیہ مشکوۃ میں ہے: لا یزنی الزانی الخ ھذا واشباھه لنفی الکمال ای لا یکون کاملا فی الایمان حال کونه زانیا۔

یہاں کمال کی نفی ہے یعنی جب کوئی زنا کرتا ہے تو اس کا ایمان کامل نہیں ہوتا، اسی طرح دوسرے گناہوں میں بھی یہی وجہ ذکر کی جائے گی۔

اس حدیث کا یہی مفہوم صحیح بخاری میں مذکور ہے۔

وقال ابو عبید الله لایکون ھذا مومنا تاما ولا یکون له نور الایمان ۔ ھذا اللفظ للبخاری ۔ابوعبیداللہ نے کہا یہ لوگ کامل مومن نہیں رہتے، اور نہ ہی ان کو نورِ ایمان حاصل ہوتا ہے ۔(مشکوۃ:۱۷)

پس حدیث پاک کا مفہوم یہ ہوا کہ زانی کے زنا کرتے وقت اس کا ایمان کامل نہیں ہوتا۔اور چور کے چوری کرتے وقت اس کا ایمان کامل نہیں۔شرابی کے شراب پیتے وقت اس کا ایمان کامل نہیں۔زبردستی کسی کا مال لیتے وقت اس شخص کا ایمان کامل نہیں۔مومن کو قتل کرنے والے کا بوقت قتل ایمان کامل نہیں۔اس قسم کے جرائم کے مرتکب لوگوں کو صرف فاسق کہا جاسکتا ہے کافر نہیں کہا جاسکتا۔خود بخود واضح ہوگیا کہ یہاں نفی ایمان کے کامل ہونے کی ہے، ایمان کے وجود کی نفی نہیں۔اسی طرح حدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحة الکتاب میں بھی نماز کے کامل ہونے کی نفی ہے۔

نماز کا نقصان:

غیر مقلدین سورۃ فاتحہ پڑھنے کے فرض ہونے پر یہ دلیل بھی دیتے ہیں،

196- عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال من صلی صلوۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فھی خداج ثلاثا غیر تمام ۔(مسلم باب وجوب قرأۃ الفاتحہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے نماز ادا کی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی، اس کی نماز ناقص ہے۔یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

حالانکہ اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے، فرض نہیں۔کیونکہ واجب ترک ہونے سے نقص پیدا ہوتا ہے اور فرض ترک کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

اگر لا صلوٰۃ کا مذکورہ معنی نہ کیا جائے تو ان دو احادیث کا کیا معنی ہوگا؟؟

197- ان علیا قال من قرأ خلف الامام فلا صلوۃ له۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا، جس نے امام کے پیچھے قرأت کی، اس کی نماز (کامل) نہیں۔(مصنف امام عبدالرزاق ج۲:۱۳۹)

198- عن موسی بن سعد ابن زید بن ثابت یحدثه عن جده انه قال من قرأ خلف الامام فلا صلوۃ له۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی، اس کی نماز (کامل) نہیں ۔(مؤطا امام محمد باب القرأۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام)

ہم نے قوسین میں کامل کا لفظ لکھ کر حقیقی مفہوم واضح کیا ہے۔مذکورہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔ان احادیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کی نماز نہیں ہوتی، مطلب یہ ہے کہ کامل نہیں ہوتی۔پس جیسے اکیلے نماز پڑھنے والے کے لیے سورۃ فاتحہ کا نہ پڑھنا نماز کا نقصان ہے اسی طرح امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے کے لیے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا نماز کا نقصان ہے۔

199- عن عبادۃ بن الصامت یبلغ به النبی ﷺ قال لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب فصاعدا قال سفیان لمن یلی وحده۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ اس کی تبلیغ فرماتے تھے کہ جو شخص سورۃ فاتحہ یا اس سے زائد کچھ نہیں پڑھے گا اس کی نماز مکمل نہیں۔حضرت سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا (کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے) جو شخص اکیلے نماز پڑھ رہا ہو۔ (ابوداؤد باب من ترک القرأۃ

فی صلوۃ بفاتحۃ الکتاب)

اگر اس حدیث میں "لا صلوۃ" کا معنی یہ کیا جائے اس کی نماز سرے سے ہوتی ہی نہیں تو یہ لازم آئے گا کہ سورۃ فاتحہ بھی رکن ہے، اسی طرح اور سورۃ کا ملانا بھی رکن ہے لہٰذا دونوں کے بغیر نماز سرے سے ہوتی ہی نہیں۔ اگر ساتھ ساتھ یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ امام کے پیچھے پڑھنا بھی اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے تو لازم یہ آئے گا کہ امام کے پیچھے فاتحہ کا پڑھنا بھی فرض ہے اور اسی طرح اور سورۃ کا ملانا بھی فرض ہے۔ حالانکہ یہ مذہب غیر مقلدین کا بھی نہیں، ان کا سارا زور صرف سورۃ فاتحہ کے پڑھنے پر ہے، کوئی دوسری سورۃ پڑھنا انکے نزدیک بھی فرض نہیں۔

سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے، فاقرء وا ما تیسر من القرآن۔ "پڑھو جو آسان ہو قرآن سے"۔ یہ حکم نماز کے ساتھ متعلق ہے، نماز میں قرآن پاک کی کسی معین سورۃ کو پڑھنا لازم نہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا، جو بھی تمہیں آسان ہو وہاں سے قرآن کا کچھ حصہ پڑھو۔

جب واضح ہو گیا کہ رب تعالیٰ کا حکم مطلق ہے، تو وہ اپنے اطلاق پر قائم رہے گا۔ لہٰذا خبر واحد سے سورۃ فاتحہ کو فرض قرار دے کر قرآن پاک کے حکم کو مقید نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا وہی بات صحیح ہو گی جو احناف نے بیان کی ہے کہ مطلقاً کہیں سے قرآن پاک پڑھنا فرض ہے اور سورۃ ملانا واجب ہے۔ یہی بات سورۃ فاتحہ کے متعلق بھی ہے کہ وہ واجب ہے۔ تاکہ حکم قرآن پاک بھی قائم رہے، اور حکم حدیث بھی ثابت ہو سکے۔

کئی احادیث اوپر مذکور ہوئیں جن سے معلوم ہوا کہ نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے، فرض نہیں۔ ایک حدیث پاک اور ملاحظہ فرمائیں۔

200- مالک عن ابی نعیم وھب ابن کیسان انہ سمع جابر بن عبداللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الاوراء الامام۔

(موطأ امام مالک باب ماجاء فی ام القرآن)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس شخص نے نماز کی رکعت میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی، اس نے نماز کو مکمل نہیں کیا، سوائے اس کے کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔

اس حدیث پاک میں وضاحت موجود ہے کہ جو شخص نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے مکمل نہیں، بشرطیکہ وہ شخص امام کے پیچھے نماز نہ پڑھ رہا ہو۔

اگر کوئی امام کے پیچھے پڑھ رہا ہو تو وہ خاموش رہے کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کی طرف سے قرأت ہے اس لیے امام کے پڑھنے سے جب اس کی طرف سے قرأت ادا ہو گئی تو اس کی نماز مکمل ہو گئی۔

201- اخبرنا مالک حدثنا وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبداللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الاوراء الامام۔

ترجمہ اوپر مذکور ہے۔ (موطأ امام محمد باب القرأۃ فی الصلوۃ خلف الامام)

202- اس حدیث کو روایت کر کے امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

"ھذا حدیث حسن صحیح"۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (باب قرأۃ خلف الامام)

قرأۃ خلف الامام کی ممانعت:

مشہور کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:-

203- لا یقرأ خلف الامام ان جھر ولا ان خافت۔

امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قرأت نہ کی جائے، خواہ وہ نماز جہری ہو یا سرّی۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۱۳)

204- عن نافع عن ابن عمر قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبه قرأة الامام واذا صلی وحده فلیقرأ قال وکان عبداللہ لا یقرء خلف الامام۔

حضرت نافع رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، جب تم امام کے پیچھے نماز پڑھو تو تمہیں امام کی قرأت کافی ہے اور جب اکیلے نماز پڑھو تو قرأت کرو۔ راوی نے کہا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

(موطا امام مالک باب ترک القرأۃ خلف الامام ص ۶۸، موطا امام محمد ص ۹۴)

205- عن جابر بن عبداللہ عن النبی ﷺ انه قال من صلی خلف الامام فان قرأة الامام قرأة له۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو بیشک امام کی قرأت ہی اسکی قرأت ہے۔

(مؤطا امام محمد: ۹۶، مسند امام اعظم ص ۱۰۲، ابن ماجہ ص ۶۱، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۲۴،

سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۵۹، مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۶)......

206- یہ حدیث صحیح ہے اور اسکے راوی بخاری و مسلم کی شرط کے موافق ہیں۔

(زجاجۃ المصابیح ج ۱ ص ۶۳۳)

207- عن عبداللہ بن مسعود قال انصت للقرأة فان فی الصلوۃ شغلا وسیکفیک الامام۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (امام کی) قرأت کے وقت خاموش رہو، بیشک نماز اللہ تعالیٰ سے مناجات ہے، تمہیں امام (کی قرأت) کافی ہے۔

(مؤطا امام محمد باب القرأۃ فی الصلوۃ خلف الامام)

208- عن عطاء بن یسار انه سأل زید بن ثابت عن القرأة مع الامام فقال لاقرأة مع الامام فی شئی۔

حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے کہا، امام کے ساتھ قرأت کی کوئی حیثیت نہیں۔

(مسلم کتاب المساجد، باب سجود التلاوۃ ج ۱ ص ۱۱۵)

209- عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال تکفیک قرأة الامام خافت او جهر۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ تمہیں امام کی قرأت کافی ہے، خواہ امام آہستہ آواز سے یعنی دل میں پڑھے یا بلند آواز سے۔

(سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۱)

مذکورہ آیتِ قرآنی اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہوگیا کہ امام کے پیچھے قرأت کرنا جائز نہیں۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ امام کی قرأت ہی مقتدیوں کی قرأت ہے۔

بعض لوگ ایک حدیث پیش کرتے ہیں کہ امام جب تلاوت کے دوران وقفہ کرے ان وقفوں میں سورۃ فاتحہ پڑھ لینی چاہیے۔ جواباً عرض ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں محمد بن عبداللہ بن عبید بن عمیر لیثی ہے، ابن معین اور دار قطنی نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا۔ بخاری نے منکر الحدیث (منکر حدیث بیان کرنے والا) قرار دیا اور نسائی نے متروک کہا۔ اس لئے واضح ہوا کہ امام کی قرأت کے وقفہ کے دوران پڑھنے کا حکم جس حدیث سے ثابت ہے وہ ضعیف ہے۔ (شرح آثار سنن ص ۱۷۴)

حدیث پر عمل یا مخالفت:

غیر مقلدین کے نزدیک "اگر کوئی نمازی، امام کو رکوع میں پالے تو بھی اسے وہ رکعت نہیں ملی، کیونکہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے"۔

(فتاویٰ نذیریہ ج۱:۴۹۹، نزل الابرار ج۱:۱۳۳)

احناف کے نزدیک اگر کوئی شخص امام کے ساتھ رکوع کو پالے تو اسے وہ رکعت مل گئی۔

ہم بفضلہٖ تعالیٰ اپنے موقف پر چند احادیث پیش کرتے ہیں جن سے واضح ہو جائے گا کہ احناف کا مسلک ہی حق ہے۔ جب کہ غیر مقلدین کوئی ایک حدیث بھی نہیں پیش کر سکتے کہ رکوع میں امام کے ساتھ ملنے والا رکعت کو نہیں پا سکتا۔

210- مالک عن ابن شهاب عن ابی سلمة بن عبدالرحمن عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال من ادرک رکعة من الصلوة فقد ادرک الصلوة۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس نے رکوع کو پالیا اس نے نماز کو پالیا۔ (موطا امام مالک باب من ادرک رکعۃ من الصلوۃ)

211- مالک عن نافع ان عبدالله ابن عمر كان يقول اذا فاتتک الرکعة فقد فاتتک السجدة۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے جس شخص کا رکوع فوت ہو گیا اس کا سجدہ بھی فوت ہو گیا، یعنی اسے وہ رکعت نہیں ملے گی۔ (موطأ امام مالک)

212- مالک انه بلغه ان عبدالله بن عمر وزيد بن ثابت كانا يقولان من ادرک الرکعة فقعد ادرک السجدة۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بے شک مجھے خبر ملی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ جس کو رکوع مل گیا اسے سجدہ مل گیا، یعنی اسے رکعت مل گئی۔ (موطأ امام مالک)

213- مالک انه بلغه ان اباهريرة كان يقول من ادرک الرکعة فقد ادرک السجدة ومن فاته ام القرآن فقد فاته خير كثير۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ بے شک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ بے شک جس شخص کو رکوع مل گیا اسے سجدہ مل گیا، جس کی فاتحہ فوت ہو گئی اس سے خیر کثیر فوت ہو گئی۔ (موطأ امام مالک)

اس حدیث پاک سے احناف کا مکمل مسلک واضح ہو گیا کہ جس نے رکوع کو پالیا اس نے رکعت کو پالیا، لیکن بعد میں آنے والے نے امام سے فاتحہ کو نہیں سنا اس لئے اسے وہ ثواب حاصل نہیں ہو گا جو شروع سے ملنے والے کو حاصل ہوتا ہے لہٰذا سورۃ فاتحہ میں نہ ملنے والا خیر کثیر سے محروم ہو گیا۔

214- عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال من ادرک من الصلوة رکعة۔ قال محمد وبهذا ناخذ وهو قول ابی حنيفة رحمه الله۔

(موطأ امام محمد ص ۱۰۰ باب الرجل یسبق ببعض الصلوۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی یہ ہے کہ جس شخص نے رکوع کو پالیا اس نے نماز کی وہ رکعت پالی۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم اسی پر عمل کرتے ہیں، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ احادیث میں تو لفظ "رکعة" استعمال ہوا جس کا معنی رکعت ہوتا ہے۔ تم نے اس کا معنی رکوع کیوں کیا ہے؟

جواب یہ ہے کہ جب رکعت کا لفظ سجود کے مقابل استعمال ہو تو اس کا معنی رکوع ہی ہوتا ہے۔ تمام شارحین نے یہی معنی مراد لیا ہے اور اس حدیث سے بھی واضح ہے، کہ جس نے رکوع کو پالیا اس نے سجدہ کو پالیا، جس کا رکوع فوت ہو گیا اس کا سجدہ فوت ہو گیا۔ یہاں رکعت معنی کرنے سے کوئی مقصد ہی حاصل نہیں ہو سکتا، کیونکہ رکعت تو بمع سجدہ کے ہوتی ہے۔

بخاری کی حدیث سے انحراف کیوں؟

عن ابی بكرة انه انتهى الى النبی ﷺ وهو راكع فركع قبل ان يصلی الى الصف فذكر ذلک للنبی ﷺ فقال زادک الله حرصا ولا تعد۔

215- حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ پہنچے تو نبی کریم ﷺ رکوع میں جا چکے تھے، یہ صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع میں چلے گئے (پھر آہستہ آہستہ صف میں پہنچ گئے) جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کو بتایا تو آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہاری (نماز، نیکی پر) حرص کو اور زیادہ کرے اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔ (

بخاری)

اس حدیث پاک سے واضح ہوا کہ صحابی نے رکوع میں مل کر رکعت کو پالینے کی غرض سے صف کے پیچھے ہی رکوع کرلیا۔ نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی، بلکہ یہ فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا کہ صف کے پیچھے ہی رکوع کرلو بلکہ صف میں شامل ہوکر رکوع کیا کرو۔

اگر رکوع میں ملنے کی وجہ سے رکعت نہ ملتی تو نبی کریم ﷺ ضرور بیان کرتے۔ آپ کا خاموش رہنا ہی دلیل ہے کہ صحابی کو وہ رکعت مل گئی تھی، کیونکہ جہاں آپ نقص دیکھتے تھے آپ فرماتے تھے، نماز دوبارہ پڑھو۔

216- عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ اذا جئتم الی الصلوة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شیأ ومن ادرک الرکعة فقد ادرک الصلوة۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جب تم نماز کی طرف آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو سجدہ کرلو، لیکن اسے رکعت نہ شمار کرو۔ اور جس نے رکوع کو حاصل کرلیا اسے نماز مل گئی یعنی اسے وہ رکعت مل گئی۔ (ابو داؤد ج۱:۱۲۹)

اس حدیث میں "الرکعة" کا معنی رکوع کرنا بہت واضح ہے۔ اس حدیث پاک کو غور سے پڑھیں، سمجھیں اور اندازہ کریں کہ احناف کا مذہب حدیث کے مطابق ہے یا غیر مقلدین کا ؟ نام کا دُم چھلا لگانے کے بغیر ہی بفضلہٖ تعالیٰ حقیقت میں اہل حدیث (حدیث پر عمل کرنے والے) ہم ہیں، غیر مقلدین اپنے نام کے ساتھ اہل حدیث کا دُم چھلا لگانے کے باوجود حقیقت میں اہلحدیث نہیں، اس لئے میں ان کے لئے اہل حدیث کا لفظ استعمال نہیں کرتا بلکہ غیر مقلدین کا لفظ استعمال کرتا ہوں۔

217- عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال من ادرک رکعة من الصلوة فقد ادرکها قبل ان یقیم الامام صلبه۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "جس نے نماز کے رکوع کو پالیا اس نے اس رکعت کو پالیا، جب تک کہ امام سیدھا کھڑا نہیں ہوا"۔

(صحیح ابن خزیمہ ج۳:۴۵، صحیح ابن حبان ج۳:۳۸۲)

اس حدیث پاک میں اور زیادہ وضاحت موجود ہے کہ امام کے رکوع سے کھڑے ہونے سے پہلے جو رکوع میں مل گیا، اسے وہ رکعت مل گئی۔

(نمازِ حبیبِ کبریاء:۲۲۸ تا ۲۳۲، ملخصاً)

اگر غیر مقلدین کہیں کہ امام اعظم اور علمائے احناف حدیث کے خلاف عمل کرتے ہیں تو یہ بات تعجب کے لائق نہیں کیونکہ انکے نزدیک تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حدیث کے خلاف کیا کرتے تھے۔ معاذ اللہ۔ صلوٰۃ الرسول صفحہ ۸۷ ا پر حاشیہ میں غیر مقلد محقق لکھتا ہے، "جن بعض صحابہ نے مدرکِ رکوع کی رکعت کو صحیح قرار دیا ہے، ان کی بات صحیح احادیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابلِ عمل نہیں ہے"۔

ع پڑھوں لاحول نہ کیوں دیکھ کے صورت تیری!

مذہبِ حنفی اور احادیث:

غیر مقلدین عام لوگوں کو بخاری کا ترجمہ دکھا کر بھٹکانے کی کوشش کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان قائم کیا ہے، باب وجوب القرأة للامام والماموم فی الصلوات کلها فی الحضر والسفر وما یجهر فیها وما یخافت۔

باب اس بیان میں کہ "قرأت واجب ہے امام اور مقتدی پر تمام نمازوں میں خواہ وہ حضر میں ادا کرے یا سفر میں، ان میں جہر کیا جاتا ہو یا وہ سری نماز ہو"۔

یاد رہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جو ابواب بنائے یا عنوان منتخب کیے، وہ احادیث نہیں بلکہ امام بخاری کی ذاتی آراء ہیں، اور امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے کو امام اعظم رحمہ اللہ کی رائے پر ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ جامع الاحادیث (احادیث کو جمع کرنے والے) تو

ہیں لیکن امام اعظم رحمہ اللہ کی طرح مجتہد وفقیہ نہیں۔ بخاری ومسلم کے معروف راوی امام اعمش رحمہ اللہ نے اپنی روایت کردہ احادیث سے اخذ کردہ مسائل امام اعظم سے سن کر یہ فرمایا، اے فقہاء! ہم محدثین عطار (کیمسٹ) ہیں اور تم طبیب (ڈاکٹر)۔ یعنی جس طرح ادویات کا صحیح استعمال ڈاکٹر جانتا ہے اسی طرح احادیث سے مسائل اخذ کرنا فقیہ کا ہی کام ہے۔

امام بخاری کے قائم کردہ عنوان سے لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ بخاری میں یہ ہے، لوگ سمجھتے ہیں یہ بھی حدیث ہے۔ عوام کو کیا معلوم کہ امام بخاری نے خود یہ عنوان قائم کیا ہے؟ کہاں امام بخاری اور کہاں امام اعظم رحمہما اللہ، ہر ایک کے مقام کو پہچانا جائے۔ (نمازِ حبیب کبریاء بتصرف)

امام بخاری رحمہ اللہ اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے جب امام اعظم رضی اللہ عنہ نے ہزاروں احادیث جمع کر کے ان سے لاکھوں مسائل اخذ کیے۔ آپ رضی اللہ عنہ تابعی ہیں۔ 26 صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ آپ نے پایا ہے اور 7 صحابہ کرام سے آپ نے براہ راست احادیث سنی ہیں۔ اکثر احادیث آپ نے تابعین کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی پیدائش سے 44 سال پہلے ۱۵۰ھ میں جب امام اعظم کا وصال ہوا، اس وقت تمام عالمِ اسلام فقہ حنفی کے نور سے جگمگا رہا تھا۔ خیر القرون کے لوگ بخاری ومسلم کے محتاج نہیں تھے۔ ہاں بخاری ومسلم احادیث اخذ کرنے میں ان محدثین کے محتاج تھے جنہوں نے یا جن کے اساتذہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے اور آپ کے شاگردوں سے علمِ دین حاصل کیا تھا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی عبدالرزاق بھترالوی حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ''بعض ان پڑھ اور فسادی قسم کے غیر مقلدین کی اشتہار بازی سے اس قسم کے لایعنی جملے دیکھنے میں آتے ہیں کہ حنفی حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے، امام کی بات مانتے ہیں، تو بڑا افسوس ہوتا ہے۔ اس قسم کے الفاظ سے جہلاء کو ورغلایا جاسکتا ہے۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہم جھوٹ بول کر اپنی عاقبت کیوں خراب کر رہے ہیں۔ کیا جھوٹ بول کر خدا کو ناراض کرنا توحید ہے؟ اگر یہی توحید ہے تو شیطانی راہ کیا ہے؟ کیا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب حدیث کے مخالف ہے ''العیاذ باللہ''؟ یہ لوگ سوچنے، سمجھنے کی صلاحیت سے دور ہیں۔ بہتان تراشی ایسے لوگوں کا شیوہ ہے''۔ (ایضاً:۲۰۳)

مزید رقمطراز ہیں، ''غیر مقلدین کے عقائد کا دارومدار ابن تیمیہ کے نظریات ہی ہیں۔ ابن تیمیہ کے فتاویٰ میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کی طویل بحث ہے۔ طوالت سے بچتے ہوئے اس کی فیصلہ کن بات کو نقل کر رہا ہوں، توجہ فرمائیں۔

218- ولهذا روی فی الحدیث مثل الذی یتکلم والامام یخطب کمثل الحمار یحمل اسفارا فهکذا اذا کان یقرأ والامام یقرأ علیه۔

حدیث پاک میں اس شخص کی مثال بیان کی گئی جو امام کے خطبہ دینے کے دوران کلام کرے اس کی مثال گدھے جیسی ہے جو بوجھ اٹھائے پھرتا ہو۔ ایسے ہی جو شخص قرأت کر رہا ہو جب امام پڑھ رہا ہو۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۳:۲۷۹)

اتنے سخت الفاظ کوئی اور لکھتا تو یقیناً غیر مقلدین کو غصہ آتا، لیکن جب ان کے عقائد کے امام نے یہ کہہ دیا کہ جو امام کے قرأت کرنے کے دوران قرأت کرے وہ گدھے کی طرح ہے، تو امید ہے کہ وہ اسے برداشت کریں گے کیونکہ یہ بات ان کے اپنے بزرگ کی ہے''۔ (نمازِ حبیب کبریاء:۲۴۱)

حاصلِ کلام یہ کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے واضح ارشادات موجود ہیں جن میں امام کی قرأت کو مقتدی کی قرأت فرمایا گیا ہے اور مقتدیوں کی طرف سے امام کی قرأت کو کافی قرار دیدیا گیا تو ثابت ہوگیا کہ امام کا سورۃ فاتحہ پڑھنا تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہوجاتا ہے اس لیے مقتدیوں کو نماز میں قرأت نہ کرنا واجب ہے۔

امام عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں، ''امام کے پیچھے قرأت سے اَسّی (80) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منع کیا ہے جن میں خلفاء راشدین بھی ہیں اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی''۔ جیسا کہ سابقہ صفحات میں مذکور ہوا۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب عین احادیث کے مطابق ہے اور

یہی مذہب امام مالک رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ان الفاظ سے ذکر فرمایا :

لا قرأة خلف الامام فیما جھر فیه ولا فیما لم یجھر بذلک جاء ت عامة الاثار وھو قول ابی حنیفة رحمه اللہ۔

امام کے پیچھے مقتدی کی کوئی قرأت نہیں خواہ امام بلند آواز سے پڑھ رہا ہو، یا بلند آواز سے نہ پڑھ رہا ہو۔ عام احادیث میں یہی مذکور ہے اور یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔ (مؤطا امام محمد ص ۹۴)

5- مسئلہ آمین بالجہر :

جب جہری نماز میں امام سورۃ فاتحہ کی تلاوت ختم کر لے، اُس وقت امام اور مقتدیوں کو آہستہ آواز سے آمین کہنا سنت ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے، اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً۔

’’اپنے رب سے دعا کرو، عاجزی سے اور آہستہ آواز میں‘‘۔ (الاعراف: ۵۵)

اس سے معلوم ہوا کہ دعا آہستہ آواز میں مستحب ہے۔ آمین کے معنی ہیں ’’اے اللہ! اسے قبول فرما‘‘۔ پس آمین دعا ہے اور اسے آہستہ ہی کہنا چاہیے۔

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، **واحتج ابو حنیفة علی صحته قوله قال فی قوله "آمین" وجھان احدھما انه دعاء والثانی انه من اسماء اللہ فان کان دعاء وجب اخفاؤہ لقوله تعالی (ادعو ربکم تضرعا وخفیة) وان کان اسما من اسماء اللہ تعالی وجب اخفاء ہ لقوله تعالی "(واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفة) فان لم یثبت الوجوب فلا اقل من الندبیة ونحن بھذا القول۔**

’’امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے قول کی صحت پر (احادیث کے علاوہ ایک) دلیل یہ بیان کی ہے کہ لفظ ’’آمین‘‘ میں دو وجہ ہیں۔ ایک یہ کہ وہ دعاء ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالٰی کے اسماء گرامی میں سے رب تعالٰی کا نام ہے۔ اگر دعاء ہو تو مخفی رکھنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا، **ادعوا ربکم تضرعا وخفیة** ۔ ’’اپنے رب سے عاجزی سے اور آہستہ دعا کرو‘‘۔ اور اگر اللہ تعالٰی کے اسماء گرامی میں سے ہو تو پھر بھی مخفی رکھنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا، **واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفة** ۔ ’’اپنے رب کو عاجزی سے اور مخفی طور پر اپنے نفس میں یاد کرو‘‘۔

اگر آمین کا آہستہ کہنا واجب نہ بھی ثابت ہو تو مستحب تو ضرور ثابت ہوگا۔ ہم بھی اسی کے قائل ہیں کہ آمین آہستہ کہنا مستحب ہے‘‘۔ (تفسیر کبیر پ ۸ ج ۱۴ اص ۱۳۱)

219- **عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین فانه من وافق قوله قول الملائکة غفرله ما تقدم من ذنبه۔**

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، جب امام **غیر المغضوب علیھم ولا الضالین** کہے تو تم بھی آمین کہو۔ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی اسکے پچھلے تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

(صحیح بخاری باب جھر الماموم بالتامین، صحیح مسلم باب التسمیع والتحمید والتامین)

اس حدیث میں فرشتوں کے موافق آمین کہنا مذکور ہے۔ سوال یہ ہے کہ فرشتوں کا آمین کہنا بلند آواز سے ہے یا آہستہ؟ یقیناً فرشتوں کا آمین کہنا آہستہ ہے کیونکہ فرشتوں کا آمین کہنا کسی کو سنائی نہیں دیتا، اسلیے موافقت کی یہی صورت ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے۔ یہی نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔

اگر اس تشریح سے کسی کو اتفاق نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ کسی بھی حدیث کی کتاب سے کوئی ایک حدیث پیش کرے جس سے یہ ثابت ہو کہ فرشتے آمین بلند آواز سے کہتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا نہ کر سکے تو پھر اسے مان لینا چاہیے کہ اس حدیث میں اونچی آواز سے آمین کہنے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی اکابر فقہاء میں سے کسی نے اس حدیث کو بلند آواز میں آمین کہنے کی دلیل بنایا ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان مقرر کیا ہے، ’’**باب جھر الماموم بالتامین** ‘‘مقتدی کے بلند آواز سے آمین کہنے کا باب۔ غیر مقلد یہ عنوان

دکھا کر عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔ مفتی عبدالرزاق چشتی مدظلہ اسکے متعلق لکھتے ہیں،

اس حدیث کو دیکھنا چاہیے کہ کیا اس میں کوئی لفظ ایسا ہے جو بلند آواز سے آمین کہنے پر دلالت کر رہا ہو؟ جب ہم نے حدیث پاک پر غور کیا تو ہمیں کوئی ایسا لفظ نظر نہ آیا جس سے بلند آواز سے آمین کا ثبوت ملے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بلند آواز سے آمین کہنے پر استدلال صرف اس وجہ سے کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، امام جب ''غیر المغضوب علیهم ولاالضالین'' پڑھے تو تم آمین کہو۔ ''قولوا آمین'' کے الفاظ سے یہ سمجھ آرہا ہے کہ آمین بلند آواز سے کہنی چاہیے۔

لیکن ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ''قولوا'' کا معنی ہے ''تم کہو''، اس سے بلند آواز سے کہنا کیسے ثابت ہے؟ اگر تم کہو کہ ''قولوا'' سے بلند آواز سے آمین کہنا ثابت ہے تو ہم تم سے یہ پوچھیں گے کہ حدیث شریف میں یہ بھی ثابت ہے ''اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لک الحمد''۔ جب امام سمع الله لمن حمده کہے تو تم اللهم ربنا لک الحمد کہو۔ کیا یہاں بھی بلند آواز سے ''ربنا لک الحمد'' کہنا ثابت ہے؟ جب تمہارے نزدیک بھی یہاں جہر نہیں تو صرف ''قولوا'' سے آمین میں جہر ثابت کرنا کس طرح درست ہے؟

لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ سے عنوان مقرر کرنے میں بھول واقع ہوئی اور یہ بھی واضح ہے کہ بخاری علیہ الرحمۃ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ہم مرتبہ نہیں تو امام بخاری کے قائم کردہ عنوانات کو ماننا ضروری نہیں، بلکہ ان کی بھول کو واضح کرنا ضروری ہے۔

یہ بھی خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا، ''فنسی ولم نجدله عزما'' تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی طرف نسیان کی نسبت ہوسکتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کی طرف نسیان کی نسبت منع ہو، یا نسیان کی نسبت کرنے والے کے خلاف طعن وتشنیع کا بازار گرم کردیا جائے؟ (نمازِ حبیبِ کبریاء: ۲۴۸)

مذکورہ حدیث روایت کرکے امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا،

وبهذا نا خذ ینبغی اذا فرغ الامام من ام الکتاب ان یؤمن الامام ویؤمن من خلفه ولا یجهرون بذالک۔ (مؤطا امام محمد)

''ہم اسی پر عمل کرتے ہیں کہ جب امام سورۃ فاتحہ پڑھنے سے فارغ ہو تو وہ بھی آمین کہے اور جو اس کے پیچھے ہیں وہ بھی آمین کہیں اور آواز بلند نہ کریں''۔

220- عن سمرة قال سکتتان حفظتهما عن رسول الله ﷺ فانکر ذلک عمران بن حصین قال حفظنا سکتة فکتبنا الی ابی بن کعب بالمدینة فکتب ابی ان احفظ سمرة قال سعید فقلنا لقتادة ماهاتان السکتتان قال اذا دخل فی صلوته واذا فرغ من القرأة ثم قال بعد ذلک واذا قرأ ولاالضالین۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، دو سکتے (یعنی دل میں پڑھنے کے وقفے) ہیں کیونکہ میں نے ان دو سکتوں کو رسول اللہ ﷺ سے یاد کیا ہے۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا اور کہا، ہمیں صرف ایک سکتہ یاد ہے۔ (راوی نے کہا) ہم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف مدینہ میں لکھا (کہ کیا حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے ٹھیک کہا ہے؟) تو انہوں نے جواب میں لکھا، سمرہ رضی اللہ عنہ زیادہ یاد رکھنے والے ہیں۔

سعید کہتے ہیں، ہم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے پوچھا، وہ دو سکتے (خاموش رہنا) کیا ہیں؟ تو انہوں نے کہا، جب نماز میں داخل ہو، اور جب قرأۃ سے فارغ ہو۔ پھر فرمایا، قرأت سے فارغ ہونے سے مراد ''ولاالضالین'' پڑھنے کے بعد ہے۔

(جامع ترمذی باب ماجاء فی السکتتین)

یعنی تکبیر افتتاح کے بعد ثناء، تعوذ، تسمیہ آہستہ آواز میں پڑھے، پھر سورۃ فاتحہ سے فارغ ہوکر آمین آہستہ آواز میں کہے۔ یہ دو سکتے یعنی قیام کی حالت میں آواز بلند نہ کرنے کے وقفے ہیں۔

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، حدیث سمرة حدیث حسن۔ ''سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے''۔

221- عن علقمة بن وائل عن ابیه ان النبی ﷺ قرأ غیر المغضوب علیهم ولاالضالین فقال آمین وحفض بها صوته۔

حضرت علقمہ بن وائل رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے جب غیر المغضوب علیهم ولاالضالین پڑھا تو آپ نے آہستہ آواز

میں آمین کہی۔

(جامع ترمذی ابواب الصلوۃ، جلد۱ص۶۳)

222- اسے امام احمد بن حنبل، امام حاکم، ابوداؤدالطیالسی، ابویعلیٰ، طبرانی اوردار قطنی نے بھی روایت کیا ہے۔رحمہم اللہ تعالیٰ

223- امام حاکم نے کہا، یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط کے موافق صحیح ہے۔

(مستدرک للحاکم ج۲ص۲۳۲، زجاجۃ المصابیح ج۱ص۶۵۲)

224- حضرت وائل رضی اللہ عنہ ہی سے مروی دوسری حدیث میں مدبھا صوتہ کے الفاظ آئے ہیں۔مد کا حقیقی معنی لمبا کرنا ہے، بلند کرنا نہیں۔جب صحیح احادیث سے آہستہ آواز میں آمین کہنا ثابت ہے تو مدبھا صوتہ کا ترجمہ یہ ہوگا کہ آپ نے اپنی آواز کو کھینچ کر لمبا کیا یعنی آمین کہتے ہوئے مَدّ کیا۔غیر مقلد مصنف نے بھی اسکا ترجمہ یوں کیا، ''پھر کہا آمین اوردرازکی اس کے ساتھ آواز اپنی''۔(صلوٰۃ الرسول:۱۵۹)

225- عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ ﷺ یعلمنا یقول لاتبادروا الامام اذکبر فکبروا و اذاقال ولاالضالین فقولوا امین واذارکع فارکعوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا لک الحمد۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ ہمیں (نماز کا طریقہ) سکھاتے ہوئے فرماتے تھے، امام سے پہلے کوئی کام نہ کرو، امام جب تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب امام ولاالضالین کہے تو تم آمین کہو اور جب امام رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو۔

(مسلم باب ائتمام الماموم بالامام)

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ آمین آہستہ آواز میں کہی جائے۔اولاً اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کا طریقہ سکھایا تو آمین بلند آواز سے کہنے کا ذکر نہیں فرمایا۔ثانیاً کیونکہ اللہ اکبر اور ربنا لک الحمد، آہستہ کہنا ہے تو آمین بھی آہستہ کہی جائے گی کیونکہ ان سب کا حکم ایک جیسا ہے۔

226- عن ابی وائل قال کان عمر وعلی رضی اللہ عنھما لایجھران بسم اللہ الرحمن الرحیم ولا با لتعوذ ولاآمین۔

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بسم اللہ (تسمیہ)، تعوذ (اعوذ باللہ) اور آمین بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔

(طحاوی باب قرائۃ بسم اللہ فی الصلوۃ)

227- عن ابراھیم قال اربع یخفیھن الامام بسم اللہ الرحمن الرحیم والا ستعاذۃ وآمین واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ قال ربنا لک الحمد۔

حضرت ابراھیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، امام چار چیزیں آہستہ کہے، تعوذ، تسمیہ، آمین اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو ربنا لک الحمد آہستہ کہے۔

(مصنف عبدالرزاق ج۲ص۸۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۵۳۶)

228- اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم قال اربع یخافت بھن الامام سبحانک اللھم وبحمدک والتعوذ من الشیطن الرجیم وبسم اللہ الرحمن الرحیم وآمین قال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ۔

حضرت ابراھیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، امام چار چیزیں آہستہ کہے، ثناء، تعوذ، تسمیہ اور آمین۔امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا، یہی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار ص۱۶)

غیر مقلدین کی دلیلوں کا جواب:

''آمین کی آواز سے مسجد گونج اٹھی'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے،

229- صحیح بخاری میں ہے ''امّن ابن زبیر ومن وراءہ حتی ان للمسجد للجۃ '' یعنی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اوران کے مقتدی اتنی بلند آواز

سے آمین کہتے تھے کہ مسجد گونج اٹھتی تھی۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۷)

230- عن ابی هریرة قال ترک الناس التامین و کان رسول الله ﷺ اذا قال غیر المغضوب علیهم و لاالضالین قال آمین حتی یسمع اهل الصف الاول فیرتج بها المسجد .

حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا۔ رسول اللہ ﷺ جب غیر المغضوب علیهم و لاالضالین کہتے تو آمین کہتے یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے اور مسجد اس سے گونجنے لگتی۔

[نوٹ: آخرالذکر حدیث، صلوٰۃ الرسول مع تخریج و تعلیق میں اب موجود نہیں ہے۔]

ان دلیلوں کے جواب میں مفتی عبدالرزاق بھترالوی مدظلہ لکھتے ہیں،

غیر مقلدین کی ان دونوں دلیلوں سے ''آمین کا آواز بلند کر کے نماز میں پڑھنا یہاں تک کہ مسجد میں گونج پیدا ہو جائے'' ثابت نہیں ہو سکتا۔

1:- پہلی حدیث میں لجة اور دوسری میں یرتج کے معانی گونج اٹھنا کیے گئے جو درست نہیں۔ ان دونوں لفظوں کا معنی لغت کے مطابق 'گونجنا' غلط ہے۔

ارتج : تحرک واهتز، والبحر اضطرب والکلام والظلام اختلط والتبس۔ (المعجم الوسیط)

یعنی ارتج: کا تعلق جب کلام سے ہو تو اس کا معنی ہوگا ''کلام میں اختلاط پیدا ہونا'' (ملی جلی آواز خواہ آہستہ ہی کیوں نہ ہو) الرجة: آوازوں کا اختلاط، ارتج الکلام: گفتگو کا ملتبس ہونا۔ (المنجد عربی، اردو)

ارتجت الاصوات : اختلطت (المعجم الوسیط)

یعنی لجة کا معنی بھی آواز کا مختلط ہونا ہی ہے۔ التجت الاصوات: آوازوں کا مخلوط ہونا، اللجة: مخلوط آوازیں۔ (المنجد عربی اردو)

لغات کو دیکھنے سے پتہ چلا کہ ان دونوں لفظوں کا معنی صرف آوازوں کا مل جل جانا ہے۔ آہستہ آہستہ آوازیں بولنا بھی اختلاط پیدا کر دیتا ہے۔ گونجنا، چلانا، شور کرنا معانی ضروری نہیں، مجازی طور پر قرائن کے پائے جانے پر یہ معانی کسی حد تک مراد لئے جاسکتے ہیں۔

2:- گونجنا، معنی کرنا اس لئے بھی درست نہیں کہ گونج پختہ اور چھوٹی عمارت میں پائی جاتی ہے۔ کچی عمارت میں کبھی گونج نہیں ہوتی، اور وسیع عمارات میں بھی گونج نہیں ہوتی۔

نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مسجد کچی اور چھت کھجوروں کے پتوں اور چھڑیوں کی تھی، پانی ٹپکتا تھا۔ اُس وقت کی مسجد کا گونجنا تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ آج کی مسجد نبوی وسیع، طویل و عریض ہونے کی وجہ سے نہیں گونجتی، اس لئے گونجنے کا معنی غلط ہے۔ واضح ہوا کہ غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ ''مسجد نبوی نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے لیکر آج تک آمین سے گونج رہی ہے''، لغو اور باطل قول ہے۔ جس کا کوئی اعتبار نہیں۔

3:- دونوں حدیثوں میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں، اس لئے یہ کہنا کہ یہ نماز میں آمین کہنے کا ذکر ہے، یہ صرف عقلی احتمال ہے۔ اسے ہم ماننے کیلئے تیار نہیں۔ جب صلوٰۃ (نماز) کا ذکر نہیں تو ان احادیث کو اپنے حال پر رہنے دیا جائے کہ ''ابن زبیر ؓ نے دعاء میں آمین کہی اور دوسرے لوگوں نے بھی دعاء میں آمین کہی''۔

ایک احتمال یہ بھی ہے کہ آپ نے دورانِ خطبہ آمین کہی ہو اور دوسرے لوگوں نے بھی۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے دورانِ جنگ آمین کہی ہو اور دوسرے لوگوں نے بھی کیونکہ آپ دورانِ جنگ قنوت نازلہ پڑھتے تھے۔

اسی طرح دوسری حدیث میں بھی زیادہ واضح احتمال یہ ہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سورۃ فاتحہ کا آخری حصہ بطور دعاء پڑھا ہو، اس کے آخر میں خود بھی آمین کہا ہو اور دوسرے لوگوں نے بھی آمین کہا ہو۔ جب دونوں حدیثوں میں نماز کا ذکر نہیں، تو زبردستی نماز مراد لینی کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

اعتراض : پہلی حدیث میں وراءہٗ کا ذکر ہے۔ جس کا معنی ہے ''ان کے پیچھے''، یعنی حضرت ابن زبیر ؓ نے جب آمین کہی تو آپ کے پیچھے دوسرے لوگوں نے آمین کہی۔ کسی کے پیچھے لوگ صف بنا کر اسی وقت کھڑے ہوتے ہیں جب نماز ادا کر رہے ہوں۔ اور دوسری حدیث میں ''صف'' کا واضح طور پر ذکر ہے۔ جس سے سمجھنا کوئی مشکل نہیں کہ معاملہ نماز کا ہی ہے۔ نماز کے بغیر صف کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟

جواب: ''وراء'' کا لفظ بمعنی سواء، علاوہ کے آتا ہے' خواہ کوئی آگے ہو یا پیچھے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ حضرت ابن زبیر ﷺ نے آمین کہی اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی آمین کہی اور ان کی آواز آپس میں مختلط ہوگئی (مل جل گئی)۔

دوسری حدیث میں جو صف کا ذکر ہے اس سے بھی نماز مراد لینا کوئی ضروری نہیں۔ اس لئے کہ نماز کے بعد دعاء کی جائے تو لوگ صف میں بیٹھے ہوتے ہیں۔

4:- پہلی حدیث بخاری سے لی گئی ہے جو علامہ بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً ذکر کی ہے۔ تعلیقًا کا یہ مطلب ہے کہ ان کی سند حذف کردی جائے، بخاری جو حدیثیں تعلیقاً ذکر کرتے ہیں ان کی سندیں جب نہیں ذکر کرتے تو ان حدیثوں کو صحیح کہنا ضروری نہیں اور نہ ہی بخاری نے ان کے صحیح ہونے کو اپنے آپ پر لازم کیا ہے۔

لہذا ان حدیثوں کو دلیل بنا کر صرف جاہل عوام کو دھوکہ دیا جاسکتا ہے، کسی صاحب علم کو دھوکہ دینا ممکن نہیں۔ آیئے اسی مذکورہ حدیث کی سند کو دیکھ لیں۔ بخاری نے صرف یہ ذکر کیا ہے،

وقال عطاء آمين دعاء امن ابن الزبير ومن ورائه حتى ان للمسجد للجة۔

اسی حدیث کے بین السطور میں دیکھیں یہ تحریر ہے، ابتداء كلام من اخبار عطاء .کلام کی ابتداء عطاء کی خبر سے ہے۔ یعنی مفہوم یہ ہے کہ عطاء نے خبر دی ہے کہ آمین دعاء ہے۔ ابن زبیر ﷺ نے آمین کہی تو آپ کے علاوہ اور لوگوں نے بھی آمین کہی تو مسجد میں کلام کا اختلاط ہوا۔

یہاں دیکھ لیں کہ علامہ بخاری رحمہ اللہ نے سندات کو چھوڑ دیا، جس کی وجہ سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہ رہا۔ مقام توجہ یہ ہے کہ یہاں دعاء میں آمین کہنا زیادہ واضح ہے، نماز میں آمین کہنا اتنا واضح نہیں۔

5:- دوسری حدیث قابل حجت ہی نہیں کیونکہ وہ ضعیف ہے اس کا ضعف سند کے لحاظ پر بھی ہے اور متن کے لحاظ پر بھی۔ حدیث کا سند کے لحاظ سے ضعف دیکھیں۔ اس روایت میں ایک راوی بشر بن رافع ہے۔ جس کے متعلق بخاری نے کہا، ''**لايتبع في حديثه**'' اس کی حدیث میں کسی اور نے اس کی تابعداری نہیں کی۔

امام احمد بن حنبل نے کہا، ''ضعیف'' وہ ضعیف راوی ہے۔ ابن معین نے کہا، ''**حدث بمناكير**'' اس نے منکر حدیثیں بیان کی ہیں۔ نسائی نے کہا، ''**ليس بالقوى**'' وہ راوی قوی نہیں۔'' **وقال ابن حبان يروى اشياء موضوعة**'' ابن حبان نے کہا، وہ موضوع روایات بیان کرتا ہے۔ (شرح آثار سنن ص ۱۸۹)

متن کے لحاظ پر حدیث کا اضطراب دیکھیں......

231- اس حدیث کا ابن ماجہ والی حدیث سے دو طرح فرق ہے۔

ایک تو یہ کہ اس میں 'فیر تج بها المسجد' (مسجد گونجتی۔ غیر مقلد کا ترجمہ) کے الفاظ نہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ حدیث ابن ماجہ میں ہے 'حتى يسمع اهل الصف الاول' یہاں تک کہ پہلی صف والے سارے لوگ سنتے۔

232- اور حدیث ابوداؤد میں ہے 'حتى يسمع من يليه من الصف الاول' یہاں تک کہ پہلی صف میں سے وہ لوگ سنتے جو آپ کے متصل ہوتے۔

اس حدیث سے پہلی صف کے تمام لوگوں کا سننا نہیں سمجھ آرہا، بلکہ صرف چند متصل لوگوں کا سننا سمجھ آتا ہے۔

233- اور یہی حدیث مسند ابی یعلی میں بشر بن رافع کے واسطہ سے ہے۔ اس میں صف اول کا سننا تو ذکر ہے لیکن 'فیر تج بها المسجد'' ذکر نہیں۔

جب ایک ہی سند سے ایک ہی حدیث کے الفاظ مختلف ہو جائیں بعض کا مطلب اور ہو اور بعض کا اور، تو یہ متن میں اضطراب ہے۔ اس حدیث کو اپنے مطلب کے بعض الفاظ کے ذریعے دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

جب دو کتب میں یہ حدیث 'فیر تج بها المسجد'' کے الفاظ سے خالی ہے تو دو کو چھوڑ کر صرف ایک کو دلیل بنانا کیسے درست ہے؟ جبکہ سند میں بھی

ضعف ہے اور متن میں بھی اضطراب تو اسے دلیل بنانا ضعیف ہے۔

اگر بالفرض ان کو نماز سے متعلق کیا جائے تو پھر بھی ان کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ پہلی حدیث کی صحت کا یقین نہیں اور دوسری کا ضعیف ہونا یقینی ہے ۔ضعیف حدیث سے احکام ثابت نہیں ہوتے۔

اگر ہم آپ کی بات کو تسلیم کر ہی لیں تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ نبی کریم ﷺ بعض اوقات تعلیم امت کے لئے آہستہ پڑھنے والے الفاظ کو بلند پڑھ لیا کرتے تھے ''یہ صرف آمین کی بات نہیں'' بلکہ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت کے کچھ الفاظ بلند آواز سے پڑھنے بھی ثابت ہیں۔

234- غیر مقلدین کی دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ''غیر المغضوب علیهم و لا الضالین '' پڑھ کر آمین کہنا میں نے سنا۔

(مستدرک حاکم، اعلام الموقعین) (صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۶)

اس دلیل سے یہ معلوم ہو گیا کہ ہم سے صحاح ستہ کے حوالے مانگنے والے ضرورت پڑنے پر مستدرک اور اعلام جیسی کتب کے حوالے بھی پیش کیا کرتے ہیں!!!

اس حدیث پاک میں کہاں ذکر ہے کہ آپ نے نماز میں آمین کہنا سنا؟ جب یہ ذکر نہیں تو ایک احتمال یہ ہے کہ یہ نماز کے بغیر دعاء کا مسئلہ ہوگا۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے قریب کھڑے ہوں۔ حضور ﷺ نے آہستہ آواز سے پڑھا ہو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سن لیا ہو۔ ہم کئی مرتبہ بعض اماموں کے آہستہ پڑھنے کے باوجود ان کے کئی الفاظ سن رہے ہوتے ہیں۔

تیسرا احتمال یہاں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ نے تعلیم امت کیلئے کبھی کچھ آواز سے پڑھ لیا ہو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سن لیا ہو۔

235- حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں یہی وضاحت موجود ہے۔ وقرأ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقال آمین یمد بها صوته ما اراه الا یعلمنا۔

نبی کریم ﷺ نے جب غیر المغضوب علیهم ولا الضالین پڑھا تو آمین کہی اور اس میں آواز کو کچھ کھینچا، (راوی نے کہا)، یہ میرا یقین ہے کہ صرف ہماری تعلیم کیلئے آپ نے ایسے کیا۔ (اعلاء السنن ج ۲ ص ۱۸۶)

غیر مقلدوں کا ایک اور دھوکہ:

غیر مقلد حکیم صاحب نے ایک عنوان مقرر کیا ہے ''یہودیوں کا آمین سے چڑنا''، اس کے تحت یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

236- عن ابن عباس قال قال النبی ﷺ ما حسد تکم الیهود علی شئی ماحسدتکم علی آمین فاکثروا من قول آمین۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس قدر یہود (اونچی) آمین سے چڑتے ہیں اتنا کسی اور چیز سے نہیں۔ پس تم بہت آمین کہنا۔ (ابن ماجہ) (صلوٰۃ الرسول ص ۱۶۴)

جواب میں عرض ہے کہ اس حدیث کا ترجمہ ہی تم نے غلط کیا ہے۔ ایک غلطی تو یہ کی کہ حسد کا معنی چڑنا کر دیا۔ حالانکہ حسد کا مطلب ہوتا ہے کسی کی نعمت کا زوال طلب کرنا کہ اس سے وہ نعمت زائل ہو جائے اور مجھے مل جائے۔

ایک اور لفظ ہے ''غبطة'' جس کا مطلب ہے کسی کی نعمت جیسی نعمت کی طلب ہو لیکن اس کی نعمت کے زوال کی تمنا نہ ہو۔ اور ایک ہے کسی کی نعمت پر جلنا ،غصہ میں آنا ، دانت پیسنا۔ یہ ہے ہماری زبان میں چڑنا۔

واضح ہوا کہ حدیث پاک کا ترجمہ اپنا مطلب نکالنے کیلئے غلط کر دیا گیا۔ غلط تراجم سے صرف جہلاء کو بہکایا جا سکتا ہے۔ پھر ترجمہ میں بریکٹ میں (اونچی) کا اضافہ بھی غلط ہے۔ وہ کون سا قرینہ پایا گیا ہے جس کی وجہ سے بریکٹ میں (اونچی) کے لفظ کا اضافہ کیا گیا ہے؟ ......خود بدلتے نہیں ''حدیث'' بدل دیتے ہیں!

آیئے دیکھیں صحیح ترجمہ کیا ہے؟ صحیح ترجمہ یہ ہے، ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یہود تم پر کسی چیز

میں اتنا حسد نہیں کرتے جتنا آمین پر حسد کرتے ہیں، پس آمین زیادہ کہا کرو"۔

اس حدیث پاک سے پہلے ابن ماجہ کے اسی باب ص ۶۱ پر ہی ایک اور حدیث شریف ذکر ہے، ذرا اسے دیکھیں۔

237- عن عائشة عن النبی ﷺ قال ما حسد تکم الیھود علی شئی ما حسد تکم علی السلام و التامین۔(ابن ماجہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "تم پر یہود کسی چیز میں اتنا حسد نہیں کرتے جتنا سلام اور آمین کہنے پر حسد کرتے ہیں"۔

آیئے ان احادیث کو سمجھنے کی کوشش کریں پھر خود بخود واضح ہو جائے گا کہ ان کا مطلب کیا ہے۔

لعل سبب حسد ھم ان ھذین الامرین مطبو عان لھم ولا یعملون بھما لئلا یلزمھم التاسی و الاقتداء باھل الاسلام۔(انجاح الحاجۃ)

یہود کے حسد کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ان کو بھی یہ دونوں چیزیں یعنی سلام اور آمین عطاء ہوئی تھیں، لیکن وہ عمل نہیں کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کی اقتداء لازم نہ آجائے۔ مسلمانوں کی اقتداء ان کیلئے پریشانی کا سبب تھی۔

حدیث پاک میں نماز کا ذکر نہیں کہ جس سے پتہ چلے کہ یہ نماز میں آمین کہنا مراد ہے۔ اور بلند آواز کہنے کا بھی کوئی ذکر نہیں کہ جس سے پتہ چلے کہ آمین بلند آواز سے کہی جائے۔ یہود کو مسلمانوں پر حسد تھا کہ ان کو سلام اور آمین جیسی نعمتیں ملیں تو یہ ان پر عمل بھی کر رہے ہیں۔ ہم عمل تو نہیں کر سکے، اللہ کرے کہ یہ نعمتیں مسلمانوں سے بھی چھن جائیں تاکہ یہ بھی ان سے محروم ہو جائیں۔

اب آپ خود ہی انصاف سے بتائیں کہ اس حدیث میں نماز میں بلند آواز سے آمین کہنے کا ذکر کہاں ہے؟ حدیث پاک میں تو صرف آمین کہنے کا ذکر ہے۔

اب غیر مقلدین کی گندی ذہنیت اور بیہودگی دیکھیں۔

☆اونچی آمین سے یہودیوں کو چڑ تھی اور وہ نفرت کرتے تھے اور ہمیں یہود کی مخالفت کرنی چاہیے۔(صلوٰۃ الرسول:۱۶۵ از صادق سیالکوٹی)

☆اے منکرین آمین بالجہر (بلند آواز آمین سے روکنے والو)! سوچو کہ تم کس قدر بے نصیب اور نامراد ہو بلکہ اوروں کو بھی اس نعمت سے نامراد اور بے نصیب کرتے ہو۔

(اثبات آمین بالجہر ص ۱۳ مولوی نور محمد گرجاکھی غیر مقلد)

☆اسی رسالہ میں اور بیہودہ انداز انہوں نے یوں اختیار کیا، "یہودی آمین بالجہر سے جلتے تھے، حنفی بھی آمین بالجہر سے جلتے ہیں"۔(اثبات آمین بالجہر)

یہ زہر افشانی، کلام نجس، انسانیت سے دور غیر مقلد مولویوں کے ہیں۔ جب مولوی یہ ہیں تو جاہلوں کا کیا کہنا!!!

حقیقت یہ ہے :

قال النیموی لم یثبت الجھر بالتا مین عن النبی ﷺ ولا عن الخلفاء الاربعة وما جاء فی الباب فھو لا یخلو من شئی۔(آثار سنن ص ۱۹۰)

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے کہا، آمین بلند آواز سے کہنا نہ تو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی خلفاء راشدین سے۔ اور جو حدیثیں ثابت ہیں وہ ضعف سے خالی نہیں۔

(از نمازِ حبیب کبریاء بتصرف)

6- وتر تین رکعت ہیں:

238- عن ابی سلمہ بن عبد الرحمن انه سأل عائشة کیف کانت صلوة رسول الله ﷺ فی رمضان فقالت ما کان رسول الله ﷺ یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشرة رکعة یصلی اربعا فلا تسأ ل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی اربعا فلا تسأ ل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلاثا قالت عائشة فقلت یا رسول الله اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشة ان عینی تنا مان ولا ینا م قلبی۔

حضرت ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن ﷺ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ نبی کریم ﷺ رمضان میں کیسے نماز ادا کیا کرتے تھے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، رسول کریم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد ادا نہیں فرماتے تھے۔ آپ چار رکعت (تہجد) ادا کرتے، انکا حسن اور طوالت نہ پوچھو پھر آپ چار رکعت (تہجد) ادا کرتے پھر آپ تین رکعت (وتر) ادا فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! آپ وتر کے ادا کرنے سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا، اے عائشہ! بیشک میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح بخاری کتاب التہجد ج ا ص ۱۵۴، صحیح مسلم ج ا ص ۲۵۴)

اس حدیث پاک سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ اولاً یہ واضح دلیل ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ ہمیشہ آٹھ رکعت نماز تہجد اور تین رکعت نماز وتر ادا فرماتے رہے۔

ثانیاً وتر کی نماز حضور ﷺ ایک رکعت نہیں پڑھتے تھے لہٰذا ایک وتر کا قول باطل ہے۔

نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے۔ وہ نیند کی حالت میں بھی اپنے آپ سے بے خبر نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام کی نیند سے ان کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام بے مثل بشر ہیں۔

239- وعن علی بن عبداللہ بن عباس عن عبداللہ بن عباس انه رقد عند رسول اللہ ﷺ فاستيقظ فتسوک وتوضأ وهو يقول ان فی خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار لآيت لاولی الالباب ، فقرأ هؤلاء الآيت حتی ختم السورة ثم قام فصلی ركعتين فاطال فيهما القيام والركوع والسجود ثم انصرف فنام حتی نفخ ثم فعل ذلک ثلاث مرات ست ركعات كل ذلک يستاک ويتوضأ ويقرأ هؤلاء الآيت ثم اوتر بثلاث۔

علی بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سو گیا، آپ بیدار ہوئے تو آپ نے مسواک کی اور وضو کیا پھر آپ نے مذکورہ آیات سورۃ کے آخر تک تلاوت کیں۔ پھر آپ کھڑے ہوئے آپ نے دو رکعت ادا کیں، ان دونوں میں لمبا قیام کیا اور لمبا رکوع وسجود کیا، پھر آپ واپس اپنی جگہ پر آ کر سو گئے، پھر آپ اٹھے، مسواک کی، وضو کیا، آیات پڑھیں اور پہلے کی طرح دو رکعت ادا کیں۔ اسطرح آپ نے تین مرتبہ عمل کیا، چھ رکعت ادا کیں۔ اس کے بعد آپ نے تین رکعت وتر ادا کیے۔

(مسلم کتاب صلوۃ المسافرین وقصرہا باب صلوۃ النبی ﷺ ودعاءہ باللیل)

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ آپ ہمیشہ وتر تین رکعت ہی ادا کرتے تھے، ایک رکعت وتر ادا نہیں کرتے تھے۔

240- عن سعيد بن جبير عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ كان يوتر بسبح اسم ربک الاعلی وقل ياايها الكافرون وقل هو الله احد۔

سعید بن جبیر حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کرتے ہیں بیشک رسول اللہ ﷺ وتر کی نماز میں (پہلی رکعت میں) سبح اسم ربک الاعلی تلاوت کرتے (دوسری رکعت میں) سورۃ قل یا ایھا الکفرون پڑھتے اور (تیسری رکعت میں) قل ھو اللہ سورۃ پڑھتے۔

(نسائی باب کیف الوتر بثلاث، ترمذی باب ماجاء ما یقرأ فی الوتر،

ابن ماجہ باب ماجاء فیما یقرأ فی الوتر، مسند احمد ص ا ص ۳۰۵)

241- عن ابی بن كعب قال كان رسو ل اللہ ﷺ يوتر بسبح اسم ربک الا علی وقل يا ايها الكفرون وقل هو الله احد۔

حضرت ابی ابن کعب ﷺ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ وتر کی نماز میں سبح اسم ربک الاعلی اور قل یا ایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے۔

(نسائی باب کیف الوتر بثلاث، ابوداؤد باب مایقرأ فی الوتر،

ابن ماجہ باب ماجاء فیما یقرأ فی اوتر، مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۳)

یقینی بات ہے کہ صحابہ کرام ﷺ نے ان حدیثوں میں آقا و مولیٰ ﷺ کے وتر کی تین رکعتوں میں مذکورہ تین سورتیں پڑھنے کا ذکر فرمایا ہے۔اس سے بھی ثابت ہوا کہ آپ وتر تین رکعت ہی ادا فرماتے تھے۔

242- عن علي قال كان رسول الله ﷺ يوتر بثلاث..........قال ابو عيسىٰ وقد ذهب قوم من اهل العلم من اصحاب النبي ﷺ وغيرهم الىٰ هذا۔

حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا، اہل علم صحابہ وتابعین کرام ﷺ کا یہی مذہب ہے۔

(جامع ترمذی ابواب الوتر ج۱ص۱۱۰، زجاجۃ المصابیح باب الوتر ج۲ص۲۶۳)

243- عن الحسن عن سعد بن هشام عن عائشة ان رسول الله ﷺ كان اذا صلى العشاء دخل المنزل ثم صلى ركعتين ثم صلى بعدهما ركعتين اطول منهما ثم الوتر بثلاث لايفصل بينهن۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، بے شک رسول اللہ ﷺ جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو گھر تشریف لے آتے پھر آپ دو رکعت پڑھتے، ان کے بعد اور دو رکعت پڑھتے جو پہلی دو رکعت سے زیادہ طویل ہوتیں۔پھر آپ تین رکعت وتر ادا فرماتے، ان میں کوئی (سلام سے) فاصلہ نہیں ہوتا تھا۔

(مسند احمد ج۶ص۱۵۵)

یعنی تین رکعت ایک سلام سے پڑھتے تھے۔ایسا نہیں تھا کہ دو رکعت علیحدہ پڑھ کر پھر ایک رکعت علیحدہ سے پڑھیں۔

244- امام حاکم رحمہ اللہ نے یہ حدیث روایت کر کے کہا، یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔(مستدرک للحاکم کتاب الوتر ج۱ص۳۰۴)

غیر مقلدین کا غلط معنیٰ:

غیر مقلدین اپنے موقف پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں،

245- حضرت ابی ایوب ﷺ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:- الوتر حق على كل مسلم فمن احب ان يوتر بخمس فليفعل ومن احب ان يوتر بثلاث فليفعل ومن احب ان يوتر بواحدة فليفعل۔

وتر حق (ثابت) ہیں، ہر مسلمان پر۔پس جو شخص وتر پانچ رکعت پڑھنا چاہے۔پس چاہیے کہ پڑھے (پانچ رکعت) اور جو کوئی وتر تین رکعت پڑھنا چاہے۔پس چاہئے کہ پڑھے (تین رکعت) اور جو کوئی وتر ایک رکعت پڑھنا چاہے۔پس چاہئے کہ پڑھے (ایک رکعت)۔(ابوداؤد۔نسائی ابن ماجہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر پانچ بھی ہیں تین بھی ہیں اور ایک بھی ہے۔اور یہ بھی ثابت ہوا، کہ ہر شخص کو اختیار ہے، کہ وہ اپنے احوال اور اوقات کے پیش نظر چاہے پانچ وتر پڑھے، چاہے تین پڑھے اور چاہے ایک ہی پڑھ لے۔(صلوٰۃ الرسول ص۲۹۱)

یہاں تک عبارت مکمل طور پر غیر مقلدین کے علامہ صادق صاحب کی کتاب صلوۃ الرسول سے نقل کی ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ اس حدیث سے وہی کچھ ثابت ہو رہا ہے جو علامہ صاحب نے پیش کیا ہے یا کچھ اور مطلب ہے۔

''اوتر ، یوتر'' کے مختلف معانی آتے ہیں، یہاں جو معنی معتبر ہے وہ معنی نہیں لیا گیا اور دوسرا معنی لے کر غلطی کا ارتکاب کیا گیا ہے۔

آیئے ذرا مختلف معانی کی طرف غور کریں۔

(اوتر) فلان : صلى الوتر ، العدد : افرده ، القوم ، جعل شفعهم وترا ، والصلوة : وترها (من المعجم الوسيط)

ایک معنی ہے ''فلاں نے وتر ادا کیے۔دوسرا معنی ہے ''علیحدہ ذکر کیا''۔تیسرا معنی ہے ''جفت کو طاق بنایا۔چوتھا معنی ہے ''نماز کی رکعات کو طاق بنایا''۔اور بھی کئی معانی ہیں مقصد کے مطابق چند کو ذکر کر دیا ہے۔اب توجہ فرمائیں کہ حدیث کا صحیح معنی یہ ہے، جو شخص پسند کرتا ہے کہ جفت رکعات کو پانچ سے طاق بنائے وہ ایسا کرے۔اور جو شخص تین سے طاق بنانا چاہے وہ ایسا کرے اور جو شخص ایک سے طاق بنانا چاہے وہ ایسا کرے۔

اب واضح ہوا کہ حدیث پاک کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ دو رکعت کے ساتھ ہی ایک اور ملا کر تین رکعتیں وتر پڑھنا چاہو۔یعنی صرف وتر پڑھنا چاہو تو وتر ہی پڑھ لو اور تہجد کی نماز نہ ادا کرو۔

اگر چاہتے ہو کہ دو کے ساتھ تین اور ملا کر طاق رکعات بن جائیں تو ایسا کرلو۔اب دو کے بعد تین وتر پڑھنے سے پانچ رکعات طاق ہو جائیں گی۔

اور اگر چاہتے ہو تو دو رکعت کے بعد دو اور پڑھ لو،اس طرح پہلی دو رکعت پانچ اور کے ساتھ مل کر سات رکعات طاق بن جائیں گی۔

غیر مقلدین والا معنی کیوں درست نہیں؟ وجہ یہ ہے کہ جو معنی غیر مقلدین نے کیا ہے کہ چاہو تو ایک رکعت وتر ادا کرلو،اسے درست ماننے سے نبی کریم ﷺ کی دوسری صحیح احادیث کو چھوڑنا لازم آئے گا۔

246- قال محمد اخبرنا يعقوب بن ابراهيم حدثنا حصين بن ابراهيم عن ابن مسعود قال ما اجزأت ركعة واحدة قط۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک رکعت کا ادا کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔(مؤطا امام محمد باب السلام فی الوتر)

247- عن زرارة بن ابى اوفى عن سعيد بن هشام عن عائشة ان رسول الله ﷺ كان لا يسلم فى ركعتى الوتر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بے شک رسول اللہ ﷺ وتر کی دو رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(نسائی باب کیف الوتر بثلاث،مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۵،موطا امام محمد باب ایضاً)

ان احادیث سے واضح ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے دو رکعت علیحدہ پڑھی ہوں اور ایک رکعت علیحدہ،ایسا کبھی نہیں کیا۔

248- عن ابى سعيد الخدرى ان رسول الله ﷺ نهى عن البتيرا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک رسول اللہ ﷺ نے ایک رکعت پڑھنے سے منع فرمایا۔(نصب الرایہ ج ا ص ۲۷۷)

تنبیہ: جو بھی اس قسم کی روایات ہیں جن سے بظاہر یہ سمجھ آ رہا ہو کہ وتر ایک رکعت ہے،اس کا یہی مطلب ہوگا کہ دو رکعت کو ایک رکعت اور ملا کر طاق بنا دیا۔

249- ابن ماجہ کی حدیث ''صلوة الليل مثنى مثنى والوتر ركعة قبل الصبح'' کا بھی یہی مطلب ہے کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے اور دو کے ساتھ ایک اور ملا کر صبح سے پہلے وتر ادا کیے جائیں۔

250- اسی طرح مسلم شریف کی حدیث ''الوتر ركعة من آخر الليل'' کا بھی یہی مطلب ہے کہ رات کے آخر میں دو رکعت سے ایک رکعت ملائیں تو تین رکعت وتر ہو جائیں گے۔(نماز حبیب کبریاء:۳۰۷ تا ۳۱۰،ملخصاً)

7- بیس رکعت تراویح :

ماہ رمضان المبارک میں روزانہ بعد عشاء بیس رکعت نماز تراویح ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔''تراویح'' ترویحہ کی جمع ہے جس کے معنی استراحت و آرام کے ہیں۔چونکہ تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر آرام کیا جاتا ہے اس لیے اسے تراویح کہتے ہیں۔عربی میں جمع کا اطلاق دو سے زائد پر ہوتا ہے۔نماز تراویح اگر آٹھ رکعت ہوتی تو دو ترویحے ہونے کے باعث اسے ''ترویحتین'' کہا جاتا لیکن چونکہ یہ بیس رکعت یعنی پانچ ترویحے ہیں اسلیے انہیں تراویح کہا جاتا ہے۔جن روایات میں یہ آیا ہے کہ حضور ﷺ نے گیارہ رکعت نماز ادا کی،اس سے مراد آٹھ رکعت تہجد اور تین وتر ہیں۔

251- بخاری باب فضل من قام رمضان،مسلم باب الترغیب فی قیام رمضان کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین راتیں تراویح کی جماعت کرائی،پھر امت پر شفقت فرماتے ہوئے تراویح کی جماعت نہیں کرائی تاکہ امت پر تراویح کو فرض نہ کر دیا جائے۔اس لئے تراویح کو جماعت سے ادا کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

252- نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات ہی میں صحابہ کرام بعض جگہوں پر حافظ قرآن کے پیچھے جماعت سے تراویح پڑھا کرتے۔آپ ﷺ نے انہیں جماعت سے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا تو منع نہیں کیا بلکہ پسند فرمایا اور ان کی تعریف کی۔(ابوداؤد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت کو باقاعدگی سے جاری فرمایا۔

253- عن عبدالرحمن بن عبدالقاری انه قال خرجت مع عمر بن الخطاب لیلة فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسه ویصلی الرجل فیصلی بصلوته الرهط فقال عمر انی ارای لو جمعت هؤلاء علی قاری واحد لکان امثل ثم عزم فجمعهم علی ابی بن کعب ثم خرجت معه لیلة اخری والناس یصلون بصلوة قارئهم قال عمر نعم البدعة هذه ۔

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رمضان کی ایک رات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد تک گیا، وہاں لوگ مختلف حصوں میں متفرق تھے، کئی لوگ تنہا نماز ادا کر رہے تھے اور کچھ لوگ کسی شخص کی امامت میں نمازِ تراویح پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بے شک میری رائے یہ ہے ان کو ایک قاری کی امامت میں جمع کر دیا جائے تو بہت بہتر ہوگا۔ پھر آپ نے پختہ ارادہ فرما لیا اور آپ نے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کو ان سب کا امام مقرر کر دیا۔ پھر آپ دوسری رات تشریف لائے تو دیکھا کہ سب لوگ ایک ہی قاری کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا، یہ نئی چیز بہت ہی اچھی ہے۔

(بخاری کتاب الصوم باب فضل من قام رمضان)

254- عن یزید بن رومان انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث و عشرین رکعة ۔

حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان میں لوگ تیئس (۲۳) رکعت (۲۰ تراویح اور ۳ وتر) ادا کرتے تھے۔

(موطا امام مالک باب ماجاء فی قیام رمضان)

اس سے واضح ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تراویح بیس رکعت تھیں اور وتر تین رکعت تھے۔ واسناده مرسل قوی۔ اس حدیث کی سند مرسل قوی ہے۔

255- عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب فی شهر رمضان بعشرین رکعة۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح ادا کرتے تھے۔ اس کی اسناد صحیح ہیں۔

(سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶، مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۶۱)

256- ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بهم عشرین رکعة۔

یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بے شک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس تراویح پڑھایا کریں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ)

اس حدیث پاک سے واضح ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت ہی کو لازم قرار دیا۔ اسناده مرسل قوی۔ اس حدیث کی سند مرسل قوی ہے۔

اہل مدینہ بھی بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔

257- عن عبدالعزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعة ویوتر بثلاث۔

عبدالعزیز بن رفیع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ رمضان شریف میں لوگوں کو مدینہ طیبہ میں بیس رکعت (تراویح) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ)

عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر۔

258- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، رسول معظم ﷺ ماہ رمضان میں (بغیر جماعت کے) بیس رکعت تراویح اور نماز وتر ادا فرماتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴، زجاجۃ المصابیح ج ۲ ص ۳۰۷)

259- عن الحسن ان عمر بن الخطاب جمع الناس علی ابی ابن کعب فکان یصلی لهم عشرین رکعة۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو لوگوں کا امام مقرر کیا اور وہ بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

(سنن ابوداؤد ج ا ص ۲۰۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)

260- واکثر اھل العلم علی ما روی عن علی وعمر وغیرھما من اصحاب النبی ﷺ عشرین رکعۃ وھذا قول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی وھکذا ادرکت ببلدنا بمکۃ یصلون عشرین رکعۃ۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعت تراویح ہے جو حضرت علی ؓ، حضرت عمر ؓ اور نبی کریم ﷺ کے دیگر صحابہ ؓ سے مروی ہے۔سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، امام شافعی (اورامام ابوحنیفہ) ؓ اسی کے قائل ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ والوں کو اسی طرح بیس رکعت پڑھتے ہوئے پایا ہے۔(جامع ترمذی ج ا ص ۱۳۹)

اجمع الصحابۃ علی ان التراویح عشرون رکعۃ۔

محدث علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تراویح کی بیس رکعات پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۳ ص ۱۹۴)

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے بھی فرمایا، وقد عدوا ما وقع فی زمن عمر ؓ کالاجماع۔

دورِ حضرت عمر ؓ میں بیس تراویح پر عمل اجماع کی طرح ہے۔

(ارشاد الساری لشرح البخاری ج ۳ ص ۵۱۵)

ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل ؓ کا اس پر اتفاق ہے کہ تراویح کی کم از کم بیس رکعات ہیں۔دورِ نبوی سے آج تک مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں بھی بیس رکعت تراویح ادا کی جاتی ہیں۔

8-نمازِ جنازہ:

غیر مقلد کہتے ہیں، پہلی تکبیر کے بعد فاتحہ پڑھیں۔امام آواز سے پڑھے اور مقتدی آہستہ۔(صلوٰۃ الرسول:۳۵۱)

جنازہ میں تکبیر چار، پانچ، چھ بھی کہہ سکتے ہیں۔(ایضاً:۳۵۶)

جبکہ احناف کے نزدیک نماز جنازہ دعاء ہے اس لیے اس میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا بطور قرأت جائز نہیں۔نماز جنازہ آہستہ آواز میں پڑھی جائے، خواہ امام ہو یا مقتدی۔نماز جنازہ میں تکبیریں صرف چار ہیں۔

261- عن ابی ھریرۃ ان النبی ﷺ صلی علی النجاشی فکبر اربعا وفی الباب عن ابن عباس وابن ابی اوفی وجابر وانس ویزید ابن ثابت قال ابوعیسی حدیث ابی ھریرۃ ھذا حدیث حسن صحیح والعمل علی ھذا عند اکثر من اھل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغیرھم یرون التکبیر علی الجنازۃ اربع تکبیرات وھو قول سفیان الثوری ومالک بن انس وابن المبارک والشافعی واحمد واسحق۔

حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں، بے شک نبی کریم ﷺ نے نجاشی کا جنازہ پڑھایا، چار تکبیریں کہیں۔چار تکبیروں کی روایات حضرت ابن عباس، ابن ابی اوفی، جابر، انس، یزید ابن ثابت ؓ سے بھی مروی ہیں۔امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت ابوہریرہ ؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔اکثر صحابہ کرام اور اہلِ علم کا اس پر عمل ہے۔ان سب کے نزدیک جنازہ کی چار تکبیرات ہیں۔سفیان ثوری، امام مالک، ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد، اسحاق (اور امام ابوحنیفہ) رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی مسلک ہے۔

(ترمذی ابواب الجنائز بحذف)

262- عن ابی ھریرۃ ؓ قال ان النبی ﷺ نعی للناس النجاشی الیوم الذی مات فیہ وخرج بھم الی المصلی فصف بھم وکبر اربع تکبیرات۔

حضرت ابوہریرہ ؓ نے فرمایا، بے شک نبی کریم ﷺ نے حضرت نجاشی کے وصال کے دن لوگوں کو اطلاع دی اور صحابہ کے ساتھ جنازگاہ تشریف لاکر صف بنوائی اور نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب المشی بالجنازۃ والصلوٰۃ علیھا)

شارح بخاری امام عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

والجواب عن الاحادیث التی فیھا التکبیر علی الجنازۃ باکثر من اربع انھا منسوخۃ ۔وہ احادیث جن میں چار تکبیروں سے زیادہ تکبیروں کا ذکر ہے وہ تمام منسوخ ہیں ۔(عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۸ ص ۱۱۶)

نماز جنازہ کا طریقہ جلیل القدر تابعی امام شعبی رضی اللہ عنہ نے جنہوں نے 500 صحابہ کی زیارت کی ہے، یوں بیان کیا ہے،

263- عن الشعبی قال فی التکبیرۃ الاولی یبدأ بحمد اللہ و الثناء علیہ والثانیۃ صلوۃ علی النبی ﷺ والثالثۃ دعاء للمیت و الرابعۃ للتسلیم۔

امام شعبی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پہلی تکبیر کے بعد ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے کرے ۔دوسری تکبیر کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھے اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعاء کرے اور چوتھی کے بعد سلام پھیرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ما یبدأ بہ بالتکبیرۃ الاولی ،مصنف عبدالرزاق ج ۳:۴۹۱)

نمازِ جنازہ میں نماز والی بعض شرائط پائی جاتی ہیں مثلاً باوضو ہونا، ستر عورت، قبلہ کی طرف منہ ہونا وغیرہ۔لیکن یہ مکمل نماز نہیں کیونکہ اس میں رکوع نہیں، سجدہ نہیں، قعدہ نہیں، اسی طرح اس میں قرأت بھی نہیں ۔اگر بطور ثناء سورۃ فاتحہ پڑھے تو جائز ہے مگر بطور قرأت جائز نہیں۔بعض احادیث ملاحظہ فرمائیں جن میں قرأت نہ ہونے کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

264- انہ سأل اباھریرہ رضی اللہ عنہ کیف تصلی علی الجنازۃ فقال ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ انا لعمر اللہ اخبرک اتبعھا من اھلھا فاذا وضعت کبرت وحمدت اللہ و صلیت علی نبیہ ثم اقول اللھم...... الخ ۔(مؤطا امام مالک باب مایقول المصلی علی الجنازۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا، آپ نماز جنازہ کیسے پڑھتے ہیں؟ تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی قسم میں تمہیں بتاتا ہوں۔ میں جنازہ والے گھر سے ہی اس کے ساتھ چلتا ہوں ، جب جنازہ رکھ دیا جاتا ہے تو تکبیر کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی حمد پڑھتا ہوں اور (دوسری تکبیر کے بعد) نبی کریم ﷺ پر درود پڑھتا ہوں، پھر (تیسری تکبیر کے بعد) دعا کرتا ہوں، **اللھم**......الخ۔

265- اسی حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا:

وبھذا ناخذ لاقراءۃ علی الجنازۃ وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ہم اسی پر عمل کرتے ہیں کہ نمازِ جنازہ میں قراءت (فاتحہ کا پڑھنا یا کسی اور سورۃ کا پڑھنا) ثابت نہیں اور یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔

(مؤطا امام محمد باب الصلوۃ علی المیت والدعاء)

266- عن نافع ان عبداللہ بن عمر کان لا یقرأ فی الصلوۃ علی الجنازۃ۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ میں قرأت نہیں کرتے تھے ۔(مؤطا امام مالک باب مایقول المصلی علی الجنازۃ)

267- عن نافع ان ابن عمر کان لا یقرأ فی الصلوۃ علی المیت ۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، بے شک ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ میں قرأت نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ باب من قال لیس علی الجنازۃ قراءۃ)

قرأت نہ کرنے میں سورۃ فاتحہ بھی داخل ہے اور دوسری سورتیں بھی ۔بعض غیر مقلد دھوکہ دیتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ قرأت نہیں ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

268- کان رسول اللہ ﷺ وابوبکر وعمر وعثمان یفتتحون القرأۃ بالحمد للہ رب العلمین. قال ابوعیسیٰ ھذا حدیث حسن صحیح۔

رسول کریم ﷺ ، سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم الحمد للہ رب العالمین سے قرأت شروع فرمایا کرتے تھے۔امام ترمذی نے فرمایا، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی باب فی افتتاح القراءۃ بالحمدللہ رب العلمین)

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ سورۃ فاتحہ قرأت ہے اور جنازہ میں قرأت ناجائز ہے

بعض اھل العلم لا یقرء فی الصلوۃ علی الجنازۃ انما ھو الثناء علی اللہ والصلوۃ علی نبیہ ﷺ والدعاء للمیت وھو قول الثوری وغیرہ من اھل الکوفۃ۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، بعض اہلِ علم نے فرمایا ہے کہ نمازِ جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے کیونکہ نماز جنازہ تو اللہ تعالیٰ کی ثناء کرنا، نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا اور میت کے لیے دعا کرنا ہے۔(جامع ترمذی باب ماجاء فی القراءۃ علی الجنازۃ)

269- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھتے تھے۔ (جامع ترمذی باب مایقول فی الصلوٰۃ علی المیت)

اللھم اغفر لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا. اللھم من احییتہٗ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہٗ منا فتوفہٗ علی الایمان۔

نمازِ جنازہ کے بعد دعا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۔(الم نشرح پ ۳۰)

''تو جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں محنت کرو''۔(کنز الایمان)

وقال ابن عباس وقتادۃ والضحاک والکلبی اذا فرغت من الصلوۃ المکتوبۃ او مطلق الصلوۃ فانصب الی ربک فی الدعاء ۔(تفسیر مظہری زیرِ آیت ہٰذا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرات قتادہ، ضحاک وکلبی رحمہم اللہ نے فرمایا، جب تم فرض نماز یا مطلق نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے رب سے دعا مانگنے میں محنت کرو۔

وقال علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس فاذا فرغت فانصب یعنی فی الدعاء۔

علی بن ابی طلحہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا مانگنے میں کوشش کرو۔(تفسیر ابن کثیر)

پس نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا مذکورہ آیت کے حکم کی تعمیل ہے۔

270- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ چکو تو اس کے لئے خلوص سے دعا کرو۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوۃ باب المشی بالجنازۃ والصلوۃ علیہا)

یہ حدیث صحیح ہے۔اس حدیث پاک کی صحت میں کوئی شک نہیں۔اس لئے محدث علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا، قال ابن حجرو صححہ ابن حبان ۔ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث کو ابن حبان رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد نماز جنازہ کے دوران یا بعد میں کسی وقت دعا کرنا ہے۔یہ صحیح نہیں۔اہلِ علم جانتے ہیں کہ فاخلصوا کی 'فا' تعقیب کے لیے ہے۔یعنی 'فا' سے قبل اور بعد کے افعال میں وقفہ نہیں ہوگا، وہ متصل ہوں گے۔

مثلاً قرآن مجید میں ہے، فاذا طعمتم فانتشروا ۔پھر جب تم کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ یعنی بلاوجہ میزبان کے گھر نہ بیٹھے رہو۔مذکورہ حدیث میں بھی صلیتم ماضی ہے اور فاخلصوا حکم ہے۔یعنی یہ حکم نماز کے دوران دعا کا نہیں بلکہ نماز ختم ہو جانے کے فوراً بعد کا ہے۔اب اس حدیث پاک کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ جب تم میت پر نماز پڑھ چکو، تو بغیر کسی تاخیر کے اُس کے لیے خلوص سے دعا کرو۔

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ادب:

سیدنا امام اعظم کا ادب نزولِ برکات کا ذریعہ اور اُن کی بے ادبی دونوں جہان میں نقصان اور برے خاتمے کا باعث ہے۔مشہور غیر مقلد مولوی محمد

ابراہیم میر سیالکوٹی کی وارداتِ قلبی کا حال انہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ وہ لکھتے ہیں،

''ہر چند کہ میں گناہگار ہوں لیکن یہ ایمان رکھتا ہوں اور اپنے صالح اساتذہ جناب مولانا ابوعبداللہ غلام حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی اور جناب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم محدث وزیرآبادی کی صحبت وتلقین سے یہ بات یقین کے رتبے تک پہنچ چکی ہے کہ بزرگانِ دین خصوصاً حضرات ائمہ متبوعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے حسنِ عقیدت نزولِ برکات کا ذریعہ ہے۔ اس لیے بعض اوقات خدا تعالیٰ اپنے فضلِ عمیم سے کوئی فیض اس ذرۂ بے مقدار پر نازل کر دیتا ہے۔ اس مقام پر اس کی صورت یوں ہے کہ جب میں نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے کتب متعلقہ الماری سے نکالیں اور حضرت امام صاحب (امام ابوحنیفہ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق تحقیقات شروع کی تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ غبار آ گیا جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا، یکایک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا، گویا ''**ظلمت بعضها فوق بعض**'' کا نظارہ ہو گیا۔

معاً خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ ڈالا کہ ''یہ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بدظنی کا نتیجہ ہے اس سے استغفار کرو''۔ میں نے کلماتِ استغفار دہرانے شروع کیے تو وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے اور ان کی بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا۔ اس وقت سے میری حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حسنِ عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی اور میں ان شخصوں (یعنی غیر مقلدوں) سے جن کو حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حسنِ عقیدت نہیں، کہا کرتا ہوں کہ ''میری اور تمہاری مثال اس آیت کی مثال ہے کہ حق تعالیٰ منکرینِ معراجِ قدسیہ آنحضرت ﷺ سے خطاب کر کے فرماتا ہے،

افتمارونہ علیٰ ما یریٰ۔ ''میں نے جو کچھ عالمِ بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا، اس میں مجھ سے جھگڑا کرنا بے سود ہے''۔ **ھذا واللہ ولی الھدایۃ**۔

اب میں اس مضمون کو ان کلمات پر ختم کرتا ہوں اور اپنے (غیر مقلد) ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ بزرگانِ دین سے خصوصاً ائمہ متبوعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے حسنِ ظن رکھیں اور گستاخی اور شوخی اور بے ادبی سے پرہیز کریں کیونکہ اس کا نتیجہ ہر دو جہان میں موجبِ خسران ونقصان ہے۔..........والخ

از خدا خواہیم توفیقِ ادب   بے ادب محروم شد از لطفِ رب

(تاریخ اہلحدیث صفحہ ۷۱،۷۲)

اس کتاب میں وہ اپنے استاد محدث عبدالمنان وزیرآبادی کے تذکرے میں جنہیں مشہور غیر مقلد مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ''اس دور کا امام بخاری'' قرار دیا تھا، لکھتے ہیں، ''آپ ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بہت ادب کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بے ادبی کرتا ہے، اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا''۔ (ایضاً: ۴۳۷)

ان اقتباسات سے چار باتیں ثابت ہوئیں:-

۱۔ بزرگانِ دین خصوصاً ائمہ اربعہ سے حسنِ عقیدت برکتوں کے نزول کا ذریعہ ہے،

۲۔ ان بزرگوں کے متعلق برا خیال لانا یا ان کی گستاخی کرنا دونوں جہانوں میں نقصان اور ہلاکت کا باعث ہے،

۳۔ چونکہ غیر مقلد ائمہ دین کے گستاخ اور بے ادب ہیں اس لیے وہ ائمہ دین خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہ کی بے ادبی اور گستاخی سے پرہیز کریں،

۴۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بے ادب کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ جو لوگ حبیبِ کبریاء سید الانبیاء سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں بے ادبی وگستاخی کے جملے کہنے سے باز نہیں رہ سکتے، وہ ائمہ دین اور اولیاء کرام کا کیا ادب کریں گے؟ نیز جب بزرگانِ دین کی بے ادبی دونوں جہان میں نقصان وہلاکت کا باعث ہے تو پھر سرکارِ دوعالم ﷺ کی بے ادبی کس قدر ہلاکت وعذاب کا باعث ہوگی!

حدیثِ قدسی ہے کہ رب تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے، **من عادیٰ لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب**۔ ''جس نے میرے ولی سے عداوت کی یا اسے ایذا

دی، میرا اس کے خلاف اعلانِ جنگ ہے"۔ (بخاری)

محدث ابن ابی داؤد نے سچ فرمایا، "امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق وہی بدگوئی کرے گا جو اُن کے علم سے جاہل ہوگا یا پھر حاسد"۔ (تبییض الصحیفہ: ۳۰)

حق یہ ہے کہ حنفی شافعی مالکی حنبلی سب اہلسنت وجماعت ہیں۔ غیر مقلد وہابی مذکورہ فروعی مسائل میں شدید غلو کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض تو احناف پر حدیثِ رسول ﷺ کی مخالفت کرنے تک کا الزام لگاتے ہیں، یہ ان کی سخت جہالت اور تعصب ہے، انہیں اللہ سے ڈرنا چاہیے اور غلو سے باز رہنا چاہیے۔ درحقیقت غیر مقلد وہابیوں سے ہمارا اصل اختلاف عقائد کا اختلاف ہے، جس کی بناء پر ہم انہیں حق پر نہیں سمجھتے۔

اس کتاب میں فقیر نے اپنے مذہب کی تائید میں صحیح احادیث کو پیش کیا ہے۔ اگر غیر مقلدین ضد اور تعصب سے بالاتر ہو کر اس کتاب کا مطالعہ کریں تو ان شاء اللہ، صراطِ مستقیم کی معرفت اور اس پر گامزن ہونے کے لئے یہ تحریر معاون ثابت ہوگی۔ ربِ کریم اس کتاب کو اہلسنت وجماعت احناف کے لیے انکے مذہب کی حفاظت کا ذریعہ بنائے اور راہِ حق سے بھٹکے ہوئے لوگوں کے لیے مینارۂ نورِ ہدایت بنائے۔

آمین بحرمة سيد المرسلين عليه وعلىٰ آله افضل الصلوٰة والتسليم۔